٧

# منارۂ ہدایت



## علوم کے شگاف کرنے والے

علیہ السلام
## حضرت امام محمد باقر

مؤلفین:
سید منذر حکیم و سید شہاب الدین حسینی

مترجم:
اقبال حیدر حیدری

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام
مؤسسۂ آل البیت علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے“

پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾

(سورۂ احزاب: آیت ۳۳)

اے اہلبیتؑ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے رجس اور گندگی کو دور رکھے اور تمہیں اسی طرح پاک رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

شیعہ اور اہل سنت کی کتابوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ آیۂ مبارکہ پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے اور "اہل بیت" سے مراد یہی اصحاب کساء ہیں اور وہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ نمونہ کے طور پر ان کتابوں کی طرف رجوع کریں: *مسند احمد بن حنبل* (وفات ۲۴۱ھ): ج ۱، ص ۳۳۱، ج ۴، ص ۱۰۷، ج ۶، ص ۲۹۲ و ۴؛ *صحیح مسلم* (وفات ۲۶۱ھ) ج ۷، ص ۱۳۰؛ *سنن ترمذی* (وفات ۲۷۹ھ): ج ۵، ص ۳۶۱ و...؛ *الذریۃ الطاہرۃ النبویۃ* دولابی (وفات: ۳۱۰ھ ص ۱۰۸؛ *السنن الکبریٰ* نسائی (وفات ۳۰۳ھ): ج ۵، ص ۱۰۸ و ۱۱۳؛ *المستدرک علی الصحیحین* حاکم نیشاپوری (وفات: ۴۰۵ھ): ج ۲، ص ۴۱۶، ج ۳، ص ۱۳۳ و ۱۴۷ و ۱۱۳؛ *البرہان* زرکشی (وفات ۷۹۴ھ) ص ۱۹۷؛ *فتح الباری شرح صحیح البخاری* ابن حجر عسقلانی (وفات ۸۵۲ھ): ج ۷، ص ۱۰۴؛ *اصول الکافی* کلینی (وفات ۳۲۸ھ): ج ۱، ص ۲۸۷؛ *الامامۃ والتبصرۃ* ابن بابویہ (وفات ۳۲۹ھ): ص ۴۷، ح ۲۹؛ *دعائم الاسلام* مغربی (وفات ۳۶۳ھ): ص ۳۵ و ۳۷؛ *الخصال* شیخ صدوق (وفات ۳۸۱ھ): ص ۴۰۳ و ۵۵۰؛ *الامالی* شیخ طوسی (وفات ۴۶۰ھ): ح ۴۳۸، ۴۸۲ و ۷۸۳ نیز مندرجہ ذیل کتابوں میں اس آیت کی تفسیر کی طرف مراجعہ کریں: *جامع البیان* طبری (وفات ۳۱۰ھ)؛ *احکام القرآن* جصاص (وفات ۳۷۰ھ)؛ *اسباب النزول* واحدی (وفات ۴۶۸ھ)؛ *زاد المسیر* ابن جوزی (وفات ۵۹۷ھ)؛ *الجامع لاحکام القرآن* قرطبی (وفات ۶۷۱ھ)؛ *تفسیر ابن کثیر* (وفات ۷۷۴ھ)؛ *تفسیر ثعالبی* (وفات ۸۲۵ھ)؛ *الدر المنثور* سیوطی (وفات ۹۱۱ھ)؛ *فتح القدیر* شوکانی (وفات ۱۲۵۰ھ)؛ *تفسیر عیاشی* (وفات ۳۲۰ھ)؛ *تفسیر قمی* (وفات: ۳۲۹ھ)؛ *تفسیر فرات کوفی* (وفات ۳۵۲ھ) آیۂ اولوا الامر کے ذیل میں؛ *مجمع البیان* طبرسی (وفات ۵۶۰ھ) ان کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسری کتابیں ہیں۔

# منارۂ ہدایت جلد ۷

## سیرت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم :

"إنی تارك فيكم الثقلين، كتاب الله، وعترتی اهل بيتی ما إن تمسكتم بهما لن تضلّوا ابداً وإنهما لن يفترقا حتّیٰ يردا علیّ الحوض".

حضرت رسول اکرم صلی الله علیه وآله وسلم نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انھیں اختیار کئے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

اس حدیث شریف کو متواتر اور اس سے مشابہ دوسری حدیثوں کو مختلف تعبیروں کے ساتھ شیعہ اور اہل سنت کی مختلف کتابوں میں ذکر کی گئی ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲/۷، سنن دارمی: ۴۳۲/۲، مسند احمد: ج ۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶. ۳۶۶/۴ و ۱۸۲/۵. ۳۷۱ اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۱۰۹/۳، ۱۴۸، ۵۳۳. وغیرہ.)

# منارۂ ہدایت

جلد ۷

(سیرت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام)

مؤلفین:
سید منذر حکیم و سید شہاب الدین حسینی

مترجم:
اقبال حیدر حیدری

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام
اور مؤسسۂ آل البیت علیہم السلام

نام کتاب: منارۂ ہدایت، جلد ۷ (سیرت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام)

تالیف: سید منذر حکیم و سید شہاب الدین حسینی (گروہ تالیف مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام)

پیشکش: ادارہ ترجمہ، ادارہ کل پژوھش، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

ترجمہ: اقبال حیدر حیدری اور اظہر بہشتی

تصحیح: قمر عباس آل حسن

نظر ثانی: سید محمد جابر جوراسی

ناشر: مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

اور مؤسسۂ آل البیت علیہم السلام، تبلیغ و نشر و اشاعت اور امور خیریہ۔ کراچی پاکستان

طبع اول: ۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱ء

تعداد: ۵۰۰۰

مطبع: مئوسسه آل البیت پبلکیشنز

قیمت: ۲۷۵ روپے



Office Karachi
Contact No:+92,21,32220676
+92-21-300-2429783,+92-21-321-2429783
00989196669674, +92-21-303-2108986
+92-21-306-2709047



P.ISBN:978-964-529-372-5
ISBN:978-964-529-373-2
WWW.ahl-ul-bayt.org
info@ahl-ul-bayt.org

# حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ غار حراء سے مشعل حق لےکر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذہبِ عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اگرچہ رسولؐ اسلام کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیتؑ اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بےتوجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیتؑ نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کے سامنے پیش کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیتؑ پر ٹکی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔ (عالمی اہل بیت کونسل) مجمع جہانی اہل بیتؑ نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینے کو وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خد و خال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیتؑ کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کو فاضل جلیل مولانا اقبال حیدر حیدری صاحب نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

معاون امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

# پہلا باب

اس باب میں چند فصلیں ہیں:

## پہلی فصل:

امام محمد باقر علیہ السلام کا مختصر تعارف

## دوسری فصل:

امام محمد باقر علیہ السلام کی شخصیت دوسروں کی نگاہوں میں

## تیسری فصل:

امام محمد باقر علیہ السلام کی شخصیت

# پہلی فصل

## امام محمد باقر علیہ السلام کا مختصر تعارف

امام محمد باقر علیہ السلام ائمہ طاہرینؑ میں پانچویں فرد ہیں وہ ائمہ طاہرینؑ کہ جن پر رسول اکرمؐ سے نص وارد ہوئی ہے کہ یہی وہ ہستیاں ہیں کہ جو امت اسلامیہ کی قیادت میں رسول اللہؐ کے سچے جانشین ہوں گی اور یہی وہ نجات کی کشتی ہیں جو امت کو امن و سلامتی کے کنارے پہنچا دینے والے ہیں کہ امت کی باگ ڈور پروردگار عالم نے ائمہ معصومینؑ ہی کے ہاتھ میں رکھی، اور ان کی طہارت اور پاکیزگی کی ذمہ داری خود خدا نے لی فرمایا: '' الذین اذھب اللہ عنھم الرجس و طھّر ھم تطھیرا ''۔

امام باقر علیہ السلام پیغمبرؐ کی پاک و پاکیزہ اولاد میں ایک ایسی فرد ہیں جو کمال و بلندی کی ترقی کا ذریعہ بنے بلکہ ان کا ایک ایک فرد فضائل کی دنیا میں انتہائی کمال کی بلندی تک پہنچا البتہ اس سے قبل ائمہؑ انسانی تکامل اور کمال تک پہنچ چکے تھے خواہ میدان فکر ہو یا عقیدہ وعمل، عطوفت ہو یا ارادہ وسلوک ہر چیز میں ان سے بڑھ کر نہ کوئی تھا نہ ہوگا۔ یہ سب اس لئے تھا کیونکہ انہوں نے اللہ کے لئے اپنے آپ کو خالص کر لیا تھا اور اسی کی محبت میں اسلامی رسالت کی محافظت میں اور اس کے قیام میں کسی بھی امام نے جان و مال اور ہر قسم کی قربانی پیش کی وہ تھے ہی خدائی بندے۔ اسی لئے ائمہ طاہرینؑ، رسول امینؐ کی نص کے مطابق مثل قرآن قرار پائے اور اسلامی رسالت کے امانتدار ٹھہرے اور ایسے پیش رو کہ جن کو ہر قسم کی خطا اور غلطی سے معصوم رکھا گیا اور اس قابل پایا کہ وہ امت کو بزرگ، باوفا بنا سکیں۔ نیز افراد امت کی تربیت انکے معاشرتی امور کو چلانے اور ضروریات کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھنے والے اور دنیا و آخرت میں سعادت مند بنانے

والے ہوں۔

امام محمد باقر علیہ السلام ایسے ماں باپ کے فرزند تھے جو دونوں جانب سے علوی، طاہر اور زکی ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ میں اپنے جد امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے نیک صفات پائے جاتے تھے۔ آپ کے بچپن کے ابتدائی چند سال امام حسینؑ کے زیر سایہ گزرے پھر کمسنی سے لے کر جوانی تک اپنے والدِ بزرگوار امام زین العابدینؑ کے زیر سایہ زندگی بسر کی یہاں تک کہ کمال کے نکتۂ عروج تک پہنچے جو کہ امامت کا لازمہ ہے۔

آپ کے والد گرامی علی ابن الحسینؑ ایسے بزرگ رہنما تھے جو اپنے زمانے میں زین العابدین، سید الساجدین، قدوۃ الزاہدین، سراج الدنیا اور جمال الدین کے القاب سے یاد کئے جاتے تھے اور اپنے علم، زہد اور کمال اور عقل کے سبب وہ امامت عظمیٰ کی اہلیت رکھتے تھے اور اس پر گواہ اس زمانے کا ہر فرد ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے اپنے ان عظیم والد سے علوم و معارف کی تعلیم حاصل کی اور پھر اتنی ترقی کی کہ تمام علوم کی انتہا کو پہنچے بلکہ علوم کے موجد کہلائے۔ جیسا کہ اس کی گواہی خود رسول اللہؐ دے کر گئے تھے کہ آپ نے انہیں باقر کا لقب یہ کہہ کر دیا کہ وہ علم کو شگافتہ یعنی کھولنے والے ہوں گے اور آپ کی ولادت کی خبر رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو دی۔ آپ نے احیاء علوم شریعت کا آغاز ایسے وقت میں کیا جب امت اسلامیہ فتوحات کے نتیجے میں ثقافتی انقلاب کا سلسلہ جاری تھا۔ اور اسلامی امت کو ان حالات کا سامنا اس وقت کرنا پڑ رہا تھا کہ جب وہ اسلام کی عطا کردہ تبویب کے عروج پر پہنچ رہی تھی لیکن اسے ائمہؑ کی شکل میں رسالت کے حقیقی سرچشموں سے محروم رکھا گیا تھا۔

آپ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ مدینہ میں گزارا اور یہیں رہ کر آپ امت مسلمہ کو اپنے علم سے سیراب کرتے رہے۔ آپ نے ایک ایسی صالح جماعت کے امور کی نگہداری کی اور انہیں زیر نظر رکھا کہ جس کا بیج رسول اللہؐ نے بویا اور پھر امام علی علیہ السلام اور پھر امام حسنؑ اور امام حسین علیہما السلام نے ان کی تربیت فرمائی۔ جیسا کہ بعد میں خود امام سید سجادؑ نے ان کی پرورش فرمائی۔

امام باقر علیہ السلام ولادت سے لے کر شہادت تک بنی امیہ کے ظلم کے مقابل کھڑے رہے۔ علاوہ اس کم

زمانے کے کہ جس میں عمر بن عبدالعزیز خلیفہ رہا جس کی حکومت تقریباً ڈھائی سال تک رہی۔

امام نے اموی خاندان کے انتہائی ظلم والے زمانے کا سامنا کیا اور آپ ہی کے سامنے یہ انتہائی جاہلیت کا زمانہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

آپ کی عظمت اور کمال کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ آپ نے ان تمام مظالم پر صبر کیا اس طرح آپ کو بڑی تعداد میں فقہا، علماء اور مفسرین کی تربیت کرنے کا موقع ملا جبکہ مختلف اسلامی ممالک سے مسلمان آپ کی طرف رجوع کرر ہے تھے اور وہ آپ کے فضل وکرم کو دیکھ کر اتنے آپ کے نزدیک ہوگئے تھے کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ اسلامی امت کے حالات وتبدیلیاں سے الگ تھلگ ولاتعلق نہیں رہے بلکہ لوگوں میں بیداری وآگاہی پیدا کرنے نیز انہیں عزت وفضیلت عطا کرنے میں نہایت مثبت کردار ادا کیا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے مادی ومعنوی وسائل کا پورا استعمال کیا۔ اور یہی آپ کے عظیم آباء واجداد کا کردار تھا۔ آپ کی عبادت، تقویٰ، صبر اور اخلاص کی مثال نہ اُس زمانے میں اور نہ بعد میں آنے والے زمانوں میں ملتی ہے۔

''فسلام علیه یوم وُلِد و یوم جاهد بالعلم و العمل و یوم استشهد و یوم یبعث حیّاً''

# دوسری فصل

## امام محمد باقر علیہ السلام کی شخصیت دوسروں کی نظر میں

ابرش کلبی (۱) نے آپ سے عرض کی، آپ سچے فرزند رسولؐ ہیں، پھر ہشام کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے بنی امیہ سنو! بیشک یہ روئے زمین پر رہنے والوں میں سب سے زیادہ زمین و آسمان کا علم رکھنے والے ہیں، جان لو کہ یہی فرزند رسولؐ ہیں۔

ابو اسحاق (۲) نے کہا: میں نے ہرگز آپ جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔

عبد اللہ بن عطاء مکی (۳) نے کہا: تمام علماء کا علم امام محمد باقرؑ کے سامنے نہایت کم ہے اور میں نے حکم بن عتیبہ کو دیکھا کہ باوجود یہ کہ وہ اپنی قوم میں جلیل القدر عالم تھا امام کے سامنے وہ اس بچے کے مانند تھا جو اپنے معلم کے سامنے زانو ادب تہہ کر لے۔

اسی حکم بن عتیبہ نے قرآن کی اس آیت ''إنَّ في ذلک لآيات للمتوسمين '' کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم! محمد بن علی خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔

عبد الملک بن مروان نے حاکم مدینہ کو خط لکھا کہ محمد ابن علی کو قید کر کے میرے پاس بھیجو۔

حاکم مدینہ نے جواباً خط لکھا کہ یہ میرا جواب آپ کی مخالفت میں نہیں ہے اور نہ آپ کے حکم کو میں رد کر سکتا

---

۱۔ المناقب، ج ۲ص، ۲۸۶۔

۲۔ ائمتنا، ج ۱،ص ۳۹۶۔ اعیان الشیعہ، ۴ ق ۲/ ۲۰۔

۳۔ بحار، ج ۱۱،ص ۸۲۔

ہوں لیکن میں اس خط میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ جس شخص کی گرفتاری کا آپ نے ارادہ کیا ہے اس جیسا روئے زمین پر کوئی پرہیز گار، متقی موجود نہیں ہے۔
وہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم و اجتہاد اور عبادت میں سب سے زیادہ کوشش کرنے والے ہیں ۔لہذا میں اچھا نہیں سمجھتا کہ انہیں گرفتار کیا جائے آخر میں یہ آیت تحریر کی ''**إنَّ اللّه لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بأنفسھم** ''اس آیت سے عبد الملک نے نصیحت لی اور خاموش ہو گیا (۱)۔
ہشام بن عبد الملک آپ کے بارے میں کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے کبھی آپ سے جھوٹ نہیں سنا اور یہ بھی کہا: جب تک آپ جیسے افراد قریش میں میں موجود رہیں گے قریش عرب و عجم کی قیادت کرتے رہیں گے۔
قتادہ بن دعامہ بصری (۱) نے کہا کہ میں بہت سے فقہا کے سامنے گیا ابن عباس کے سامنے بھی لیکن جس طرح میرے دل پر آپ کی ہیبت طاری ہوتی ہے کسی اور کے سامنے نہیں۔
آپ کے سینوں کو میں علم کے درختوں کے اگنے کا مقام سمجھتا ہوں تو ان درختوں کے پھل آپ کے ل ئے قرار پائے اور پتے لوگوں کے لئے۔
شمس الدین محمد بن طولون نے کہا کہ: ابو جعفر محمد بن زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کا لقب باقر ہے اور وہ علم کو شگافتہ کرنے والے ہیں۔اور پھر عربی کا یہ شعر پڑھا:

یا باقرَ العلم لِأھلُ التقیٰ و خیرُ من لبّی علی الأجبُلِ

محمد بن طلحہ شافعی نے امام باقر علیہ السلام کے بارے میں کہا: وہ علم کو وسعت دینے والے اس کو پھیلانے والے اور بلندی پر لے جانے والے اور اس کو ایجاد کرنے والے ہیں۔وہ وہ ہیں کہ جن کا قلب نورانی جن کا علم پاک جن کا نفس طاہر جن کا اخلاق شرافت کا پیکر جن کی زندگی لحہ لحہ اطاعت پروردگار میں شمار ہوتی ہو۔ تقویٰ کے مقام پر آپ کے قدم پہاڑوں سے کہیں زیادہ مستحکم تھے آپ ہر قسم کی پلیدی اور نجاست سے دور شان وشوکت والے اور طہارت و پاکیز گی کو منتخب کر۔۔ نے والے تھے۔
ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں آپ کی تعریف اس طرح کی کہ محمد بن علی بن حسین حجاز میں سید الفقھا

---

۱۔ ائمتنا، ج ۱، ص ۳۹۴۔

تھے کہ جن کے بیٹے جعفر سے لوگوں نے فقہ سیکھا۔

ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا: کہ ابوجعفر یعنی محمد ابن علی باقرؑ فرزند رسول ہیں۔ دین میں بھی اور حسب ونسب میں بھی وہ تمام مشکلات کے باوجود حق بات کو پہنچانے والے، خوف خدا میں آنسو بہانے والے اور ہر طرح کی خصوصیت دشمنی سے روکنے والے تھے۔

احمد بن یوسف دمشقی قرمانی نے آپ کی فضیلت یوں بیان فرمائی: فضیلتوں اور بلندیوں کا سرچشمہ امام باقر علیہ السلام ہیں اور انہیں باقر اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ علم کو شافتہ کردینے والے ہیں اس لئے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری نے رسول اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے اے جابر امید ہے کہ تم فرزندان حسین میں سے ایک بیٹے سے ملاقات کروگے کہ جس کا نام میرے نام پر ہوگا وہ علم کو اس طرح شگافتہ کرنے والا ہوگا جیسے شگافتہ کرنے کا حق ہے۔ اے جابر! جب تم اس سے ملاقات کرو تو ہمارا سلام اُسے پہنچادینا۔

امام باقر علیہ السلام اپنے بھائیوں میں سے اپنے والد کے منصب امامت پر فائز تھے۔

علی بن محمد احمد مالکی جو کہ معروف ہیں ابن صباغ سے انہوں نے امام کے متعلق یوں کہا: کہ محمد ابن علی بن الحسین علم وفضل، ریاست اور امامت جیسے صفات کے مالک تھے اور آپ کی سخاوت تمام شیعہ سنی کے درمیان مشہور ہے۔ آپ کثیر العیال تھے اور معاشی حالات متوسط تھی آپ بھی فضل واحسان میں مشہور ہیں۔ (۲)

ابن خلکان کہتا ہے: کہ امام باقر رضی اللہ عنہ بارہ اماموں میں سے ہیں۔ امام باقر عالم، سید اور بزرگ شخصیت رکھنے والے تھے۔ (۳)

احمد بن حجر (۴) نے کہا: کہ وہ امام زین العابدینؑ کے وارث ہیں اور علم وعبادت آپ ہی سے ہے ابوجعفر محمد باقر اس لئے باقر ہیں کہ وہ زمین کو شگافتہ کرنے والے اور اس میں پنہاں چیزوں کو ظاہر کرنے والے ہیں۔

---

۱۔ المناقب، ج۱، ص۳۹۴۔

۲۔ فصول المہمہ، ص۲۰۱۔

۳۔ وفیات الاعیان، ج۳، ص۳۱۴۔

۴۔ صواعق المحرقہ، ص۳۰۵۔

لہذا آپ علمی پوشیدہ خزانوں کو سب سے زیادہ عیاں کرنے والے، احکام کی حقیقتوں کو بیان کرنے والے، ظریف نکات کو روشن کرنے والے ہیں اور یہ سب چیزیں وہ ہیں کہ جو سوائے آنکھوں کے اندھے اور بدطینت شخص کے کسی اور پر مخفی نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ علم کو وسعت دینے والے اُسے یکجا کرنے والے، شہرت دینے والے، بلند کرنے والے ہیں۔

دل ان کا پاک، علم وعمل ان کا شستہ، نفس ان کا طاہر، خلق ان کا بلند جن کی زندگی کے اوقات خدا کی اطاعت میں گذرے ہوں عارفوں میں جن کا شمار ہو، ان کے سلسلہ میں وصف بیان کرنے والوں کی زبانیں گنگ ہیں۔

سیر وسلوک اور معارف میں آپ کے بہت زیادہ اقوال ہیں آپ کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ ابن مدینی نے جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اس سے کہا: میں رسول اکرمؐ کے پاس بیٹھا تھا اور حسینؑ آپ کی گود میں تھے اور آپ ان سے کھیل رہے تھے۔ پس آپ نے کہا اے جابر! اس حسین سے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کا نام علی ہوگا۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور یہ آواز آئے گی کہ سید العابدین کہاں ہیں تو میرا یہ بیٹا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر خدا اسے ایک بیٹا عطا کرے گا اس کا نام محمد ہوگا۔ اے جابر! جب بھی تم اُسے دیکھو تو ہمارا سلام اُسے پہنچا دینا۔

محمد امین بغدادی سویدی (۱) نے لکھا کہ جس طرح علم دین، علوم سنت وسیرت، فنون وادب، ابی جعفر (رضی اللہ عنہ) سے ظاہر ہوئے ہیں ایسے کسی بھی اولاد حسینؑ سے ظاہر نہیں ہوئے۔

---

۱۔ سبائک الذہب، ص۷۲۔

# تیسری فصل

## امام محمد باقر علیہ السلام کی شخصیت

امام باقر علیہ السلام کی شخصیت میں تمام وہ اچھے صفات موجود تھے جو امت کی سرداری اور زعامت کے لئے ضروری ہوا کرتے ہیں۔

عقل عظیم اور ذاتی فضائل حسنہ اور اخلاق کریمہ کے سبب تمام بزرگ شخصیتوں اور صالح افراد کے درمیان آپ کا چہرہ درخشندہ و تابندہ نظر آتا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے اس امت کی حفاظت کے لئے بہت اہتمام کیا ہے اور آپ قطعی طور پر یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ اسلامی مختلف قوموں اور مذہبوں کے چاہنے پر ہو۔ اور ان کی بھیڑ میں کم ہو جائے اور چاہتے تھے کہ میری امت خیر امۃ کا مصداق بنے۔ لہذا مسئلہ خلاف و امامت پر آپ نے سب سے زیادہ زور دیا۔ دینی مسائل سے زیادہ آپ نے اس مسئلہ امامت کو روشناس کروایا کیونکہ یہ وہ مرکزی نکتہ ہے کہ جس کے گرد ہر امت کی فکری، اجتماعی اور سیاسی سوچیں گردش کرتی ہیں اور اس پاک منصب کے لئے آپ نے اپنے اہل بیتؑ میں سے صرف اور صرف ائمہ طاہرینؑ کا انتخاب کیا جو کبھی بھی کسی بھی دنیوی معاملہ میں جھکنے والے نہیں ہیں بلکہ وہ ہمیشہ ہر چیز پر اللہ کی اطاعت اور امت کی مصلحت کو مقدم رکھنے والے ہیں۔

سیرت وسلوک میں امام باقرؑ تمام انسانی کمالات کا سر چشمہ تھے اسی لئے تو آپ اپنے والد امام زین العابدینؑ کے بعد منصب امامت کے اہل تھے۔

کتب تاریخ میں جو کچھ آپ کے بے شمار فضائل میں سے لکھا گیا ہے سمندر کی نسبت ایک قطرہ ہے لہذا اہم

بھی مورخین کی پیروی کرتے ہوئے آپ کے مختصر فضائل نقل کرتے ہیں۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کا حلم

حلم آپ کی نمایاں صفات میں سے ایک صفت ہے تمام مورخین کا بالاتفاق یہ نظریہ ہے کہ جس کسی نے بھی امام باقرؑ پر ظلم کیا یا کوئی گستاخی کی امام نے کبھی اُسے رنجیدہ نہیں کیا بلکہ برعکس آپ اس کے ساتھ نیکی اور اچھا برتاؤ کرتے تھے ایسی بہت سی روایتیں ملتی ہیں۔

ایک مرتبہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نے اس طرح آپ سے گستاخی کی کہ آپ کو" انت بقر "(تم گائے ہو) کہہ کر خطاب کیا، چلتے ہوئے امام ایک مرتبہ رکے نرمی اور مہربانی کے ساتھ یہ کہا کہ نہیں ("انا باقر "یعنی میں علم کو وسعت دینے والا، شگافتہ کرنے والا ہوں۔

وہ شخص امام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگا" أانت ابن الطباخه " (کیا تم روٹی پکانے والی کے بیٹے ہو) امام نے اس کی گستاخی کا جواب بدسلوکی سے دینے کے بجائے ایک مرتبہ مسکرا کر کہا یہ تو ایک پیشہ ہے۔

وہ بد اخلاق انسان پھر بھی باز نہ آیا اور کہنے لگا اے کالی کلوٹی بدزبان عورت کے بیٹے۔

امام کو اب بھی غصہ نہ آیا بلکہ مہربان نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے اگر تو سچ کہتا ہے تو خدا میری ماں کو بخش دے اور اگر تو جھوٹ بول رہا ہے تو خدا تجھے معاف فرمائے۔

وہ شخص آپ کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر جو کہ اخلاق انبیاء کا نچوڑ تھا ششدر رہ گیا اور اسلام کو دل کی گہرائیوں سے قبول کرلیا۔

### آپ کے حلم کی دوسری تصویر:

ایک شامی آپ کی محفل میں اکثر آیا کرتا تھا اور آپ کے ارشادات کو بغور سنتا تھا ایک مرتبہ وہ کہنے لگا۔ میں جو آپ کی محفل کو رونق بخشتا ہوں اس لئے نہیں کہ میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں اور میں یہ نہیں کہتا کہ میرے نزدیک آپ اہل بیتؑ سے زیادہ قابل نفرت کوئی اور ہے۔ اور میں یہ خوب جانتا ہوں کہ خدا اور امیر المومنینؑ کی اطاعت آپ سے بغض و عداوت رکھنے میں ہے، میں تو فقط آپ کو صرف ایک فصیح عرب سمجھ کر

آتا ہوں۔

امام نے مہربان نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور اس پر نیکیوں کی اس قدر بارش کی کہ حق و باطل اس پر عیاں ہو گیا اب وہ بالکل تبدیل ہو چکا تھا اس نے امام کی دوستی و محبت کو تا دمِ مرگ نہ چھوڑا بلکہ وصیت کر کے مرا کہ میری نماز جنازہ امام باقرؑ پڑھائیں۔ ایسا ہی اخلاق آپ کے جد امجد رسول خداؐ کا تھا کہ جنہوں نے مختلف قوموں کے دلوں کو ایک کر دیا تھا یہ پیغمبر کا اخلاق ہی تھا کہ جس نے گروہوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے لوگوں کو توحید کے نام پر ایک کر دیا۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کا صبر

صبر، ائمہ طاہرین کی ذاتی صفات میں سے ہے۔ جنہوں نے اپنے زمانے کے مکار اور ظالم حکمرانوں کے سامنے استقامت دکھائی اور ایسے کٹھن مراحل میں صبر کا مظاہرہ کیا کہ جن کی تاب سخت پہاڑ بھی نہیں لا سکتے تھے۔

امام حسینؑ کو دیکھ لیجئے کہ جو میدان کربلا میں طوفانی امواج کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔ ایسے مصائب کے سامنے کہ جن کو سن کر ہر ذی روح کا دل پگھل جاتا ہے ایسے حالات میں امام حسینؑ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

"صبراً علی قضائک یا رب لا معبود سواک"

اے میرے پالنے والے میں تیری قضا پر راضی ہوں تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں ہے۔

امام باقرؑ کا صبر بھی اپنے آباء واجداد کی مانند ہے کہ جنہوں نے اپنے وقت میں کٹھن ترین حالات میں صبر کیا جس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

آپ کے صبر کی پہلی مثال:

آپ کے آباء واجداد سے بدلہ

منبروں سے اور مؤذنوں کی زبانوں سے اپنے آباء واجداد پر سب وشتم اور لعن ونفرین سن کر برداشت کر لیتے اور آپ ہمیشہ صبر کرتے اور ایسے ظالموں کے معاملے کو خدا پر چھوڑ دیتے تھے۔

دوسری مثال:

ایسے دشوار ترین حالات میں جب کہ اموی حکمرانوں نے آپ کے شیعوں اور چاہنے والوں کے ساتھ ہر طرح کے ظلم روا رکھے تھے اور انہیں بے دریغ قتل کیا جا رہا تھا، امویوں او عباسیوں دونوں کی طرف سے شیعوں پر ظلم ڈھایا جا رہا تھا ایسے میں امام صبر کی ڈھال بنے رہے۔

تیسری مثال:

مورخین نے آپ کے عظیم صبر کے بارے لکھا ہے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک آپ کے گھر سے ایک دردناک آواز سنی گئی آپ کے موالیوں اصحاب میں سے کچھ دوڑے (ایک کنیز کے بطن سے پیدا ایک بچے کے انتقال کیا تھا) امامؑ نے بڑی مطمئن حالت میں فرمایا "الحمد لله على ما اعطى و له ما اخذ اِنهَهُم عن البكاء و خُذُوا في جهازه و اطلبوا السكينة و قولوا لها : لا ضير عليك انت حُرّة لوجه الله لما تداخلك من الروع "۔

امام نے اس مصیبت پر خدا کی حمد کی اور رونے پیٹنے سے منع فرمایا اور غسل و کفن دینے کا حکم دیا اور کنیز سے کہلوایا کہ میں نے تجھے خدا کی خاطر آزاد کیا۔

امام پھر سے اپنی گفتگو کی طرف پلٹ آئے لوگوں نے تعجب سے کوئی سوال نہیں کیا پھر آپ کا غلام آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ ہم نے اسے غسل و کفن دے دیا ہے امام نے اپنے اصحاب کو اس پر نماز پڑھنے کا حکم دیا۔(۱)

چوتھی مثال:

امام باقرؑ کے یہاں ایک بیٹا تھا کہ جس سے امام بہت پیار کرتے تھے اچانک وہ مریض ہو گیا اور اسی مرض میں اس کا انتقال ہو گیا۔

امام نے اس پر خاموشی سے صبر کیا کسی نے آپ کو اس طرح تعزیت پیش کی کہ آقا ہمیں بہت افسوس ہوا امام نے جو کہ قضائے پروردگار پر راضی تھے فرمایا جسے خدا پسند کرتا ہے ہم اسے پسند کرتے ہیں اور جس پر وہ راضی نہیں ہم بھی اسے دوست نہیں رکھتے۔

---

۱۔ عیون الاخبار وفنون الاثار، ج ۸، ص ۲۔

امام ہمیشہ زمانے کے کٹھن حالات میں مضبوط ارادے راسخ ایمان کے ساتھ صبر کی تلقین کرتے، یہ کہہ کر کہ اس کا اجر خدا کے یہاں محفوظ ہے۔

## امام باقر علیہ السلام کی سخاوت

کرم وسخاوت تو اہل بیتؑ کے مشہور فضائل میں سے ہے۔ ہمیشہ اہل بیتؑ کا ہاتھ فقراء ومساکین پر کھلا رہتا تھا۔ امام باقرؑ کی سخاوت اور جود وکرم کو دو حصوں میں دیکھا جا سکتا ہے، ایک نیکی سے محبت اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور لوگوں کو خوشحال دیکھنا۔

### فقراء کی عزت کرنا

آپ کے بلند اخلاق میں سے ہے کہ آپ فقراء ومساکین کو خوش کرتے تھے اور ان کی معاشی حالت کو اتنا بلند کر دیتے تھے کہ انہیں کسی کے سامنے ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے مورخین لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے اہل خانہ سے کہہ رکھا تھا کہ اگر کوئی حاجت مند مانگنے کے لئے آجائے تو کبھی اسے سائل کہہ کر مت پکارنا بلکہ کچھ دیتے وقت یہ کہنا کہ خدا کے بندہ خدا تجھے یہ چیز مبارک کرے۔ اور فرمایا کہ سائل کو بہترین نام سے پکارو!

### بندوں کو آزاد کرنا

امام باقر علیہ السلام غلاموں کو آزاد اور انہیں غلامی کی زندگی سے رہائی دلانے کو بے حد پسند فرماتے تھے آپ کی وفات کے وقت ساٹھ غلام تھے کہ جن سے ثلث حصہ کو آپ نے آزاد کر دینے کی وصیت فرمائی تھی اور باقی غلاموں میں سے آپ کے گھر والوں نے مزید گیارہ کو آزاد کر دیا۔

### آپ کا اپنے اصحاب سے اچھا برتاؤ

امام کے نزدیک اس دنیا میں محبوب ترین چیز بھائیوں کے کام آنا تھا۔ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بہتر سے بہتر برتاؤ کرتے آپ نے اپنے فرزند امام صادقؑ سے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد بھی میرے ساتھیوں اور میرے شاگردوں کے ساتھ بذل وبخشش کا سلسلہ قائم رکھنا تا کہ وہ نشر علم میں مصروف رہیں۔

## مدینہ کے فقراء ومساکین کو صدقات دینا

امام باقر علیہ السلام مدینے کے فقیروں کو بہت زیادہ مال دینے والے اور ان سے اچھا سلوک کرنے والے تھے۔ آپ نے تقریباً آٹھ لاکھ دینار مدینے والوں پر خرچ کیے اس طرح کہ خاص جمعہ کے دن ایک دینار ہر فقیر کو صدقہ دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ جمعہ کے دن صدقہ دیں یہ اور دنوں کی نسبت زیادہ روزی بڑھاتا ہے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ خود کثیر العیال تھے اور حالات آپ کے متوسط تھے اس کے باوجود آپ بہت زیادہ فقیروں میں تقسیم کرنے والے مشہور تھے جس کی چند مثالیں تاریخ میں موجود ہیں۔

سلیمان بن قرم روایت کرتے ہیں کہ ابوجعفر ہمیں پانچ سو سے لے کر ایک ہزار درہم تک دیتے اس کے باوجود بھی امام اپنے ساتھیوں، چاہنے والوں اور ملنے والوں کو دے کر راضی ہوتے تھے۔(۱) حسن بن کثیر کہتے ہیں کہ: میں نے امام کی خدمت میں اپنے بھائیوں کی شکایت کی کہ مجھ پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ امام کو بڑا افسوس ہوا اور کہنے لگے کہ کتنا برا ہے وہ بھائی جو اچھے حالات میں تمہارا خیال رکھے اور برے حالات میں تعلقات ختم کرلے۔ اس کے بعد امام نے اپنے غلام کو رقم لانے کا حکم دیا اور غلام نے ایک تھیلی لاکر اسے دی کہ جس میں سات سو درہم موجود تھے۔ امام نے فرمایا اسے خرچ کرو اور اگر ختم ہو جائیں تو مجھے اطلاع دینا۔(۲)

امام ایسے لوگوں کو پسند فرماتے تھے جو سو سے لے کر ہزار کے افراد پر مجلس تشکیل دیتے ہوں۔ خود امام بھی اس محفل میں جانا پسند فرماتے تھے ایسے افراد میں سے عمرو بن دینار اور عبداللہ بن عبید تھے۔ امام بھی لباس اور بہت سی چیز لے کر ان کو ھدیہ کرتے اور دعا دیتے اور یہ فرماتے کہ یہ لباس ہم نے تمہارے لئے ابتدائے سال ہی میں تیار کر رکھا تھا۔

---

۱۔ ارشاد، ص ۲۹۹۔

۲۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۲، ص ۶۳۔

سلمیٰ اپنے آقا و مولیٰ سے روایت کرتی ہیں کہ: آپ کی خدمت میں آپ کے عزیز جب بھی حاضر ہوتے امام نے انہیں اچھا کھانا کھلاتے بہترین لباس دیتے اور چلنے سے پہلے بڑی مقدار میں درہم دیتے۔ سلمیٰ نے اس پر ناراضگی ظاہر کی تو امام نے سلمیٰ سے کہا اے سلمیٰ (بھلا) دنیا سے نیکی اور بھائیوں سے اچھے برتاؤ کے علاوہ کیا امید رکھی جائے اور آپ ہمیشہ یہی فرماتے تھے کہ دنیا میں کوئی اچھائی نہیں بہ جز بھائیوں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی کے۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کی عبادت

امام ابو جعفر باقر علیہ السلام ائمہ متقین میں سے ایک فرد ہیں۔ آپ نے اپنے پروردگار کی ایسی معرفت پائی کہ کسی اور کو اس تک رسائی نہیں۔ آپ معرفت کی اس آخری منزل پر تھے کہ جس میں آپ کی ذاتی خصوصیات شامل تھیں۔ لہذا ہمیشہ آپ معرفت سے پُر دل کے ساتھ خدا کے حضور پیش ہوتے اور اطاعت پروردگار میں آپ کی اخلاص کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

ہم آپ کی عبادت کے نمونوں میں سے بعض کی جانب ذیل میں اشارہ کرتے ہیں:

### ۱۔ نماز میں خشوع و خضوع

آپ جب بھی نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کا رنگ خوفِ خدا زرد ہو جاتا تھا۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ آپ نے عظمت اور بزرگی پروردگار کو پہچان لیا تھا کہ جس نے کائنات کو خلق کیا اور حیات عطا کی پس آپ نے اس حال میں پروردگار کی عبادت کی کہ آپ کی عبادت متقیوں کی عبادت کہلائی۔

### ۲۔ کثرت سے ساتھ نماز پڑھنا

آپ دن رات میں ایک سو پچاس رکعت نماز پڑھتے اور آپ کی نماز کی زیادتی امت کی عام رہنمائی اور علمی کاموں میں رکاوٹ کا سبب نہیں بنتی تھی، آپ کے نزدیک سب سے عزیز چیز نماز ہی تھی اس لئے کہ نماز سے بڑھ کر اللہ اور ان کے درمیان کوئی مضبوط رابطہ نہیں تھا۔

## سجدے کی حالت میں آپ کا دعا کرنا

حقیقت یہ ہے کہ جتنا بندہ سجدے کی حالت میں خدا کے نزدیک ہوتا ہے اتنا نزدیک کسی اور حالت میں نہیں ہوتا یہی سبب ہے کہ امام باقرؑ سجدہ کی حالت میں انتہائی عاجزی کے ساتھ اور رقت قلب کے ساتھ خدا کی جانب متوجہ ہوا کرتے تھے۔ امامؑ سے سجدہ میں پڑھنے والی چند دعائیں روایات میں نقل کی گئی ہیں ہم انہیں یہاں بیان کرتے ہیں:

۱۔ اسحاق بن عمار نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے بابا کے لئے بستر لگاتا اور انتظار کرتا تھا کہ وہ آجائیں آپ تشریف لاتے اور بستر پر آکر سو جاتے میں بھی اپنے بستر پر آکر سو جاتا ایک دن انہیں آنے میں تاخیر ہوئی میں انہیں تلاش کرتا ہوا مسجد میں پہونچا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ سجدے کی حالت میں ان الفاظ کے ساتھ یاد پروردگار میں مشغول ہیں:

''سبحانک اللهم انت ربي حقاً حقاً سجدت لک یا رب تعبّداً و رقاً. اللهم ان عملي ضعيف فضاعفه لي ... اللهم قِني عذابک یوم تبعث عبادک و تُبْ عليَّ إنک انت التواب الرحيم''(۱)

''خداوندا! تو پاک و پاکیزہ ہے، پالنے والے تو ہی حقیقت در حقیقت میرا ربّ ہے، پالنے میں تیرا سجدہ تعبد اور بندگی کی بنا پر کرتا ہوں، پالنے والے! بیشک میرا عمل کمزور ہے تو اس (اپنے لطف و کرم سے) اضافہ کردے... پالنے والے! قیامت کے دن مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ اور میری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا ہے''۔

۲۔ ابو عبیدہ حذّاء امام باقر علیہ السلام سے روایت نقل کرتا ہے کہ میں نے آپ کو حالت سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا'' اسئلک بحق حبیبک محمد صلی الله علیه و آله وسلم الا بدّلت سیآتي حسنات. حاسبتني حساباً یسيراً''

---

۱۔ فروع کافی، ج۳، ص۳۲۳۔

''(پالنے والے) میں تجھ سے تیرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری برائیوں کو نیکیوں یں بدل دے اور میرا حساب آسانی کے ساتھ لینا''۔

امام نے سراٹھا کر دوبارہ سجدہ میں سر کو رکھا اور پھر یوں ذکر کیا'' أسئلک بحق حبیبک محمد صلی اللّه علیه و آله وسلم الا ما کفیتني مؤونة الدنیا و کل هول دون الجنة''

''(پالنے والے) میں تجھ سے تیرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دنیا کی زادراہ سے اور ہر اس بلاومصیبت سے دور رکھ کہ جس کا نتیجہ جنت کے علاوہ ہو''۔

امام پھر تیسری مرتبہ سجدے میں سر رکھتے ہیں '' أسئلک بحق حبیبک محمد صلی الله علیه و آله وسلم لمّا غفرت لي الکثیر من الذنوب و القلیل و قبلت مني عملي الیسیر''

''(پالنے والے) میں تجھ سے تیرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے زیادہ یا کم گناہوں کو معاف کردے اور میرے کم عمل کو قبول فرما''۔

امام پھر چوتھی مرتبہ سجدے میں جا کر یہ ذکر کرتے ہیں '' أسئلک بحق حبیبک محمد صلی الله علیه و آله وسلم لمّا ادخلتني الجنة و جعلتني من سکّانها و لمّا نجیتني من سفعات النار برحمتک و صلی اللّه علی محمد و آله''(۱)

''(پالنے والے) میں تجھ سے تیرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے جنت میں داخل کردے اور مجھے اس میں ساکن قرار دیدے اور مجھے اپنے لطف وکرم سے عذاب جہنم کے بڑھکتے شعلوں سے نجات دیدے، اور محمد وآل محمد پر درود رحمت نازل فرما''۔

ان دعاؤں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام کا خدا سے کس قدر گہرا رابطہ تھا اتنی عظمت کے باوجود خدا سے کس حد تک استغفار فرماتے تھے۔

---

۱۔ فروع کافی، ج۳، ص۳۲۲۔

## آپ کا حج ادا کرنا

امام باقر علیہ السلام جب بھی بیت الحرام کے حج کے لئے جایا کرتے تو ماسوائے خدا ہر چیز کو چھوڑ کر خدا کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے اور اسی کے حضور توبہ واستغفار میں مصروف ہوتے تھے اس طرح کہ آپ پر خضوع وخشوع اور اطاعت پروردگار کے آثار ظاہر ہونے لگتے تھے۔

امام علیہ السلام کے غلام افلح کا کہنا ہے کہ میں امام علیہ السلام کے ساتھ حج کے لئے گیا اور جب امام علیہ السلام نے مسجد الحرام میں قدم رکھا تو آپ نے گریہ کرنا شروع کر دیا، میں نے جب اپنے مولا کی یہ حالت دیکھی تو عرض کی مولا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، لوگ اس انتظار میں ہیں کہ کب آپ کے رونے کی آواز کم ہو۔

امام نے توجہ نہیں دی بلکہ آرام سے اس سے یہ کہا اے افلح وائے ہو تجھ پر میں تو بلند آواز میں اس لئے گریہ کر رہا ہوں کہ شاید خدائے بزرگ اس رونے کے سبب مجھ پر اپنی نظر رحمت کرے تاکہ کل روز قیامت میں کامیاب ہو جاؤں۔

پھر آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام کے پیچھے رکوع کیا اور جب رکوع سے سجدے کی حالت میں پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو منڈ رہے تھے۔

حاجی اپنے اپنے بال منڈوا رہے تھے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا کہ جس نے آپ کو گھیرے میں لے رکھا تھا لوگ اپنے مناسک حج سے متعلق سوال کر رہے تھے اور امام ہر شخص کا جواب دے رہے تھے لوگ آپ کے وسعت علم سے بہرہ مند ہو رہے تھے لیکن حق سے دور افراد نے سوال کیا کہ یہ کون ہیں کہ جن کو لوگوں نے اپنے دائرے میں لیا ہوا ہے اور یہ شخص ہر فرد کا علمی جواب دے رہا ہے۔ اتنے میں آپ کے چاہنے والوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر یوں اپنے مولا کا تعرف کروایا۔

جان لو کہ یہ علوم انبیاء کو کھولنے والے حق کے راستوں کی نشاندہی کرنے والے، اصحاب سفینہ کے پاک صلبوں میں بہترین فرد، یہ فرزند فاطمہ زہرؑا ہیں، یہ ناموس دہر، فرزند محمد و خدیجہ، یہ دین کے ستون ہیں۔

## آپ کا خدا کے ساتھ مناجات کرنا

امام باقر علیہ السلام اندھیری رات میں خدا سے مناجات کیا کرتے تھے آپ اپنی مناجات میں فرماتے تھے کہ " امرتني فلم ائتمر و زجرتني(۱) فلم ازدجر هذا عبدک بين يديک "

تو نے مجھے حکم دیا میں نے اس کی تعمیل نہیں کی، تو نے مجھے روکا میں نہیں رکا، اب یہ تیرا بندہ تیرے سامنے حاضر ہے۔

## آپ کا ذکر الٰہی کرنا

امام باقر علیہ السلام ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتے تھے آپ کی زبان مبارک اکثر اوقات ہلتی رہتی تھی آپ چلتے ہوئے بھی ذکر میں مشغول رہتے لوگوں سے ہم کلام ہوتے لیکن ذکر الٰہی سے غافل نہیں ہوتے آپ نے اپنے فرزندوں کو بلا کر صبح تک ان کے ساتھ ذکر خدا کرتے رہے۔

## آپ کا دنیا سے زہد اختیار کرنا

امام باقر علیہ السلام دنیا کی تمام تر لذتوں سے دور رہتے تھے اور آپ نے مال دنیا میں سے کچھ بھی اپنے گھر میں جمع نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ چٹائی پر بیٹھا کرتے تھے۔

آپ تمام تر معاملات زندگی پر گہری نظر رکھتے تھے تمام تر کاموں پر آپ کی توجہ رہا کرتی تھی، آپ دنیا کی آرایش اور سجاوٹ و بناوٹ سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے اور ہمیشہ پاک و پاکیزہ دل کے ساتھ خدا کی جانب متوجہ رہا کرتے تھے۔

جابر بن یزید جعفی سے روایات ہے کہ امام علیہ السلام نے ایک روز مجھ سے فرمایا: اے جابر! میں ہمیشہ مغموم اور رنجیدہ خاطر ہوں۔

جابر نے پوچھا آقا بھلا کیوں آپ رنجیدہ ہیں آپ نے جواب دیا اے جابر جس کے دل میں پاکیزہ دین خدا داخل ہو جائے اس کا دل غیر خدا سے خود بخود دور ہو جایا کرتا ہے۔ اے جابر دنیا ہے کیا؟ اور تو اس سے کیا

---

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۱۸۶۔

امیدیں رکھتا ہے۔ دنیا سواری، لباس اور عورت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

آپ کے بہت سے اقوال دنیا سے دوری اختیار کرنے اور خدا سے لو لگانے کے سلسلے میں موجود ہیں۔

لہٰذا اب ہم اپنی گفتگو آپ کی درخشندہ اور روشن شخصیت کے چند پہلو پر کریں گے۔

# دوسرا باب

## اس باب میں چند فصلیں ہیں

### پہلی فصل:

امام باقر علیہ السلام کی نشو ونما

### دوسری فصل:

امام محمد باقر علیہ السلام کے مراحل زندگی

### تیسری فصل:

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد ماجد اور اپنے جد امجد کے سایہ میں

# پہلی فصل

## امام محمد باقر علیہ السلام کی نشو ونما

اسلام میں علمی اور فکری عروج اس عظیم امام کے سبب سے ہوا کہ جن کی شخصیت دو عنصر خاص یعنی امام حسن مجتبیٰ سلام اللہ علیہ اور امام حسین علیہ السلام سے مل کر بنی تھی۔ آپ کی ذات کو یہی بلند اصلاب اور پاک و پاکیزہ ارحام وجود عطا کرتے ہیں۔

پس آپ کے والد ماجد سید الساجدین، زین العابدین تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ، زکیہ، طاہرہ، فاطمہ بنت امام حسنؑ سردار جوانان جنت تھیں۔ آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی آپ بنی ہاشم کی بزرگ خواتین میں سے تھیں۔ امام زین العابدینؑ آپ کو صدیقہ کہہ کر پکارتے تھے۔(۱) آپ کی عظمت اور آپ کے بلند مرتبہ کو امام جعفر صادق علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں: آپ صدیقہ تھیں کہ جن کی مثل اولاد حسنؑ میں نہیں پائی گئی۔(۲)

امام صادق آل محمد علیہ السلام آپ کو یہ کہہ کر پکارتے تھے کہ آپ گلستان رسول اللہؐ کا ایک پھول ہیں آپ کی والدہ نے ایسے گھر میں پرورش پائی کہ جس کی توصیف میں خدا ارشاد فرماتا ہے "فی بیوت اذن اللّٰہ اَنْ ترفع ویُذکر فیھا اسمہ" آپ کی توصیف میں بس یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ آپ وہ معظّمہ خاتون ہیں کہ جن کی پاک گود میں امام محمد باقر علیہ السلام نے پرورش پائی۔

---

۱۔ الدر النظیم از مصورات مکتبہ امام امیر المومنین شمارہ ۲۸۷۹۔

۲۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۴۶۹۔

## مبارک مولود

دنیا میں اس دن اجالا پھیل گیا جس روز امام زکی، امام محمد باقر علیہ السلام اس دنیا میں جلوا گر ہوئے کہ جن کی ولادت سے پہلے ہی پیغمبر اسلام ؐ آپ کی آمد کی خوشخبری سنا گئے تھے کہ جن کا اہل بیت اطہارؑ بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ اس لئے کہ آپ ائمہ مسلمین میں سے ایک فرد تھے کہ جن پر پیغمبرؐ کی طرف سے نص آئی کہ جس میں آپ کو امت کا سردار قرار دیا گیا اور قرآن سے نہ جدا ہونے والا قرار دیا گیا۔

آپ کی ولادت باسعادت مدینہ میں تین صفر ۵۶ھ یا ایک قول کے مطابق بروز جمعہ ۵۷ھ ماہ رجب میں ہوئی آپ اپنے جد امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین سال پہلے یا چار سال پہلے اور ایک قول کے مطابق دو سال ایک مہینہ پہلے دنیا میں تشریف لائے۔

آپ کی ولادت کے فوراً بعد اذان و اقامت کا کانوں میں کہنا، سر کا منڈوانا اور سر کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ دینا اور عقیقہ میں بکرے کو ذبح کر کے گوشت کا فقیروں میں تقسیم کروانا وغیرہ امور انجام دیئے گئے۔

آپ کی ولادت معاویہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ وہ ایسا زمانہ تھا کہ جب اسلامی شہروں میں ظلم اپنے عروج پر تھا۔ معاویہ کی جانب سے امراء بھی یہی کچھ کام اپنے اپنے علاقوں میں انجام دے رہے تھے۔

## آپ کی کنیت

آپ کی فقط ایک ہی کنیت تھی ابو جعفر، اس کے علاوہ آپ کے کئی القاب ہیں جو آپ کی شخصیت وفضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔

وہ یہ ہیں: امین، شبیہ، (آپ کو شبیہ اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ آپ اپنے جد رسولؐ سے شباہت رکھتے تھے) شاکر، ھادی، صابر، شاہد اور باقر۔ آپ کا یہ لقب سب سے زیادہ مشہور ہوا۔ اسی لقب کو آپ کے والد امام صادق کے ساتھ (باقرین) سے یا پھر (صادقین) سے پکارا جاتا تھا۔

تمام مورخین اور تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ کو باقر اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ کہ آپ علم کو وسعت

دینے والے اور آپ حقیقت علم کو اور مخفی علوم کو جاننے والے تھے۔(۱)

اور ایک دوسرے قول کے مطابق آپ کو کثرت سجود کی بنا پر باقر کہا گیا۔(۲)

## امام باقر علیہ السلام کو رسول خداؐ کا سلام پہنچانا

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اکرمؐ نے اپنے عظیم صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کو یہ ذمہ داری سپرد کی کہ تم میرا سلام میرے بیٹے باقر کو پہنچانا۔ جابر اس وقت کے بعد ہی سے بے چینی کی حالت میں زندگی گزارنے لگے کہ کب امام باقرؑ اس دنیا میں آئیں تا کہ رسول اللہؐ کا سلام انہیں پہنچایا جا سکے۔ مورخین نے مختلف طریقوں سے روایات نقل کی ہیں، ہم ان میں سے کچھ روایات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ابن عساکر نے روایت کی کہ امام زین العابدینؑ اپنے فرزند امام باقرؑ کے ساتھ جابر کے پاس گئے۔ جابر نے پوچھا کہ اے فرزند رسول! آپ کے ہمراہ کون آیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ میرا بیٹا محمد ہے۔ جابر نے امام باقرؑ کو چھاتی سے لگا کر رونا شروع کر دیا پھر فرمانے لگے: اب میری موت نزدیک آ گئی۔ اے محمد! تمہیں رسول اللہؐ نے سلام کہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ جابر ذرا اس سلام کی وضاحت تو کرو۔ کہنے لگے کہ ایک دن رسول اللہؐ حسین ابن علیؑ سے یہ کہہ رہے تھے کہ میرے اس بیٹے سے ایک بیٹا پیدا ہو گا جسے علی ابن الحسین کہیں گے، جب قیامت کا دن آئے گا اور پکارنے والا یہ ندا دے گا کہ سید العابدین کون ہیں تو میرا وہ بیٹا اپنی جگہ سے کھڑا ہو جائے گا۔ پھر اسی بیٹے سے ایک دوسرا بیٹا پیدا ہو گا جس کا نام محمد ہو گا اے جابر! جب تم اُسے دیکھنا تو میرا سلام اس سے کہہ دینا۔ اے جابر! یاد رکھو کہ میرا مہدی اسی محمد سے ہو گا اور یاد رکھو کہ اس کو سلام پہنچانے کے بعد تمہاری زندگی بہت کم رہ جائے گی۔(۳)

۲۔ تاج الدین بن محمد روایت کرتے ہیں:

امام باقرؑ نے جابر کے پاس آ کر سلام کیا۔ جابر نے جواب سلام دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ یہ اس وقت

---

۱۔ عیون الاخبار وفنون الاثار، ص۲۱۳، عمدۃ الطالب ص۱۸۳۔

۲۔ مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان، ج۵، ص۷۸، از مکتبۃ امام الحکیم۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج۵۱، ص۱۴۱ از مکتبۃ امام امیر المومنین۔

کی بات ہے کہ جب جابر کو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ آپ نے اپنا تعارف کروایا کہ میں محمد ابن علی ابن الحسینؑ ہوں۔ جابر نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، ذرا میرے نزدیک تو آیئے۔ آپ جابر کے نزدیک آئے جابر نے پیشانی کو بوسہ دیا اور قدموں پر سر رکھ کر کہا کہ رسول اللہؐ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ امام نے جواب سلام دیا اور پوچھا کہ جابر ذرا اسلام کی خبر سناؤ۔ جابر نے کہا کہ میں ایک دن رسول اللہؐ کے پاس تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اے جابر تم اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک میرے بیٹے سے جس کو محمد کہا جائے گا ملاقات نہ کرلو۔ خداوند عالم اسے نور وحکمت عطا فرمائے گا پس تم اس کو میرا سلام کہنا۔ (۱)

صلاح الدین صفدی نے کہا ہے: (۲)

جابر عام طور پر مدینے کی گلیوں میں یہ کہتے پھرا کرتے تھے اے باقر! کب تم سے ملاقات ہوگی۔ اسی طرح مدینے کی ایک گلی میں جابر جا رہے تھے کہ آپ نے ایک کنیز کو دیکھا جس کی گود میں ایک بچہ تھا۔ جابر نے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس کنیز نے کہا یہ محمد ابن علی ابن الحسین ہیں۔ پس جابر نے انہیں اپنے سینے سے لگایا سر اور پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا اے بیٹے تمہارے جد رسول اللہؐ نے تمہیں سلام کہا ہے اس کے بعد کہا اے باقر! آپ نے مجھے موت کی خبر سنائی ہے پس جابر اسی رات انتقال کر گئے۔

آپ کے مبارک نقوش (۳)

امام باقرؑ ہو بہو شکل وصورت میں رسول اللہؐ کی مانند تھے۔ جس طرح کہ اخلاق میں رسول اللہؐ کی طرح تھے جس اخلاق ہی کی بدولت رسولؐ تمام انبیاء پر فضیلت رکھتے تھے۔

بعض معاصرین نے آپ کا حلیہ یوں بیان کیا ہے کہ آپ میانہ قد، گندمی رنگ، نرم جلد، چہرے پر تل باریک کمر اور خوبصورت آواز والے تھے۔

## آپ کی ذکاوت وذہانت

آپ دوران طفولیت ہی ذہانت کے اس بلند ترین درجہ پر فائز تھے کہ جابر ابن عبد اللہ انصاری بھی اتنی عمر

---

۱۔ غایۃ الاختصار، ص ۶۴۔ ۲۔ الوافی بالوفیات، ج ۴، ص ۱۰۳۔

۳۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۴۶۹۔

کے باوجود امام باقرؑ کے سامنے آکر بیٹھ جاتے اور آپ سے کسب فیض فرماتے یہاں تک کہ جابر نے امام سے اتنا کچھ حاصل کیا کہ خود فرماتے تھے کہ اے باقر! آپ کو بچپنے میں علم وحکمت عطا کی گئی ہے۔(۱) صحابہ کو امام کے علمی مرتبہ کا بخوبی علم تھا حالانکہ وہ اس وقت کمسن تھے۔

آپ کا علم اس سمندر کی مانند کہ جس کا کوئی کنارہ ہی نہ ہو۔ جس مسئلہ کا علم کسی کو نہیں ہوتا تھا اس کا حل امام سے پوچھا جائے۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ ابن عمر سے کسی مسئلہ کا جواب دریافت کیا لیکن وہ جواب دینے سے قاصر رہے عبداللہ نے اس آدمی کا ہاتھ تھام کر کہا جاؤ اس لڑکے سے سوال کرو۔ پس اس مرد نے امام سے سوال کیا امام نے اس کا جواب دیا جواب پا کر وہ عبداللہ ابن عمر کے پاس آیا اور امام کا جواب ان کو سنایا اس پر عبداللہ ابن عمر تعجب و پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: یہ اہل بیتؑ ہیں ان کے پاس ہر چیز کا علم ہے۔

پروردگار عالم نے اہل بیتؑ کو علم وفضل سے نوازا ہے۔ انہیں وہ سب کچھ عطا فرمایا جو کہ اس نے فہم وحکمت میں سے اپنے انبیاء اور رسولوں کو عطا کیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ پر کوئی مسئلہ کبھی مخفی نہیں رہا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ امام سے اس وقت جب کہ آپ کی عمر نو سال کی تھی دقیق ترین سوالات کئے گئے اور امام نے سب سوالوں کے کماحقہ جوابات دیئے۔

## آپ کی ہیبت اور وقار

آپ کی شخصیت سے انبیاء کی ہیبت ٹپکتی تھی جو کوئی بھی امام کے پاس آکر بیٹھتا تھا اس پر ایک خاص قسم کا رعب ودبدبہ طاری ہو جاتا تھا۔ بصرہ کے رہنے والوں میں قتادہ اپنے آپ کو ایک بڑا فقیہ و مجتہد سمجھتا تھا جب وہ امام کے پاس آکر بیٹھا تو اس کا دل کانپنے لگا اور یہ کہہ کر وہاں سے اٹھا کہ میں بڑے بڑے فقہا کے سامنے گیا ابن عباس کے پاس بھی گیا لیکن جس طرح میرا دل تھر تھر امام باقرؑ کے پاس جا کر کانپا ایسا کسی کے پاس جا کر نہیں کانپا۔(۲)

---

۱۔علل الشرائع، ص ۲۳۴۔

۲۔اثبات الهداة، ج ۵، ص ۱۷۶۔

## انگوٹھی کا نقش مبارک

آپ کی انگوٹھی پر یہ کلمات ''العزۃ للّٰہ جمیعاً'' کندہ تھے نیز آپ اپنے جد امام حسینؑ کی انگوٹھی بھی پہنتے تھے کہ جس پر یہ نقش تھا ''إنّ اللّٰہ بالغ امرہ'' یہ کلمات امام کے خدا سے شدت کے ساتھ رابطہ اور اس کی جانب کامل توجہ پر دلالت کرتے ہیں۔

# دوسری فصل

## امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی کے مختلف مراحل

امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی باقی ائمہ علیہم السلام کی نسبت مختلف دو مرحلوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ایک مرحلہ امام کی امامت سے پہلے کا ہے اور دوسرا والد کی شہادت کے بعد کا مرحلہ ہے۔

پہلا مرحلہ

یہ مرحلہ آپ کی قیادت و امامت سے پہلے کا مرحلہ ہے جو ولادت سے لے کر والد بزرگوار کی شہادت تک ہے۔

اس مرحلہ میں آپ نے اپنے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام اور اپنے والد بزرگوار امام زین العابدینؑ کے سامنے زندگی بسر کی۔آپ نے اپنے دادا کے سامنے بہت کم عرصہ گزارا جو زیادہ سے زیادہ پانچ سال اور کم سے کم تین سال پر محیط ہے۔

ہاں البتہ اپنے والد امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ تقریباً ۳۴ سال گزارے جو نہایت ہی سخت سال شمار ہوتے ہیں اس لئے کہ اس وقت یہ زمانہ اموی حکمرانوں کے غلبہ اور جبروت کا زمانہ تھا۔امام اس تمام مدت میں اپنے والد کے طریقے پر زندگی بسر کرتے رہے۔

آپ کی ابتدائی زندگی سے لے کر آخر عمر تک جو اموی حکمران گزرے ان میں معاویہ ابن سفیان، یزید ابن معاویہ، معاویہ ابن یزید، مروان ابن حکم، عبداللہ ابن زبیر، عبدالملک بن مروان اور پھر عبدالملک کا بدترین بیٹا ولید بن عبدالملک ہے۔

## دوسرا مرحلہ

یہ مرحلہ آپ کے والد گرامی کی شہادت کے بعد ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ سے شروع ہوا۔ امام باقر علیہ السلام کی زندگی کا یہ دوسرا مرحلہ۔ امت کی روحانی، فکری اور سیاسی قیادت سے تعلق رکھتا تھا آپ نے امامت کی اس ذمہ داری کو درسگاہ اہل بیتؑ کی صورت میں قبول فرمایا جو کہ فقط روحانی قیادت ہی میں محدود نہ تھی جس طرح سے کہ ظاہر بظاہر سیاسی قیادت بھی نہیں تھی کہ جس میں حکومت اسلامی کے قوانین کا اجرا کرنا ہوتا ہے۔

آپ کی امامت کا یہ دوسرا مرحلہ تقریباً انیس سال پر محیط رہا۔ اس مدت میں امام باقر علیہ السلام اپنے آباء و اجداد کے ان علوم الٰہیہ کو عام فرماتے رہے جو تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کا اصلی ہدف رہے ہیں لیکن حالات و واقعات کے پیش نظر لوگوں تک نہیں پہنچ سکے تھے امام باقر علیہ السلام نے اس ذمہ داری کو اس طرح پورا کیا کہ آپ رسالت محمدیہ کے مقاصد کو اجاگر فرماتے رہے۔

امامؑ نے اپنی پوری علمی قدرت کا مظاہرہ کیا اور عوام الناس کے لئے ایک درسگاہ اہل بیتؑ کا آغاز کیا کہ جس میں زندگی کے تمام شعبوں پر کام کیا گیا انہی میں سے ایک کام یہ بھی تھا کہ کچھ ایسے لوگوں کو فقاہت و روایت کا درس پڑھا کر ایک پختہ راستے کی بنیاد رکھ دی جو کہ اہل بیت کی عدم موجودگی میں ان کے سیدھے راستے کی طرف نشاندہی کر سکتے ہیں اور ان کے مقاصد کو حاصل کرنے میں جدوجہد کرنے والے ہوں۔

امام باقر علیہ السلام کے اس دوسرے مرحلہ زندگی میں جو حکام وقت گزرے ان میں ولید بن عبد الملک سلیمان بن عبد الملک، عمر ابن عبد العزیز، یزید ابن عبد الملک اور بدترین فرد ہشام ابن عبد الملک تھے ہشام وہ تھا کہ جس کے حکم پر امام باقرؑ کو اس کے ظالم کارندوں نے شہید کیا۔

امام محمد باقرؑ نے اپنی پوری زندگی مدینہ میں رہ کر گزاری اور کسی دوسرے شہر میں آپ نے قیام نہیں فرمایا لہذا آپ علمی و ثقافتی تحریک کی بنیاد کو مدینہ نبیؐ میں قائم کرنے والے تھے لہذ آپ معلم اول اور مرائد اکبر کے القاب سے مشہور ہوئے۔ آپ ہی کی بدولت سارا شہر مدینہ مدرسہ باقر بن چکا تھا امام باقاعدہ اپنے شاگردوں کو علمی بحثیں لکھوایا کرتے تھے۔

علم کی تمام تر گہرائیوں کی حقیقت سے آگاہ اس امام کے مدرسہ سے نکلنے والے علماء کی ایک بڑی تعداد دنیا

کے شرق وغرب میں پھیل گئی کہ جنہوں نے جگہ جگہ علم ومعرفت کے چراغ جلائے اور جن کا لوہا پورے عالم اسلام میں مانا گیا۔

# تیسری فصل

## امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد اور جد کے سایہ میں

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد امام زین العابدین اور جد امام حسین علیہما السلام کے سامنے جو ابتدائی زندگی گزاری اس سے امام کے مشن جلا پائی۔ ہم درج ذیل صورتوں میں اس کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

ا۔آپ نے ولادت سے لے کر چار سال تک اپنے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام کے سایہ میں گزارے آپ نے اس طرح اپنے جد کے ساتھ رہ کر نئے پیش آنے والے واقعات، اجتماعی اور سیاسی حالات سے آگاہی حاصل کی لہذا آپ بچپنے ہی سے سیاسی واجتماعی حالات کو سمجھنے اوران حالات میں صحیح فیصلہ کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔

آپ نے ابتدائی عمر اپنی پھپھیوں اوراہل بیت اطہارؑ پر گزرنے والے مصائب میں گزاری بلکہ روز عاشورا پیش آنے والے واقعات کے خود عینی شاہد تھے آپ نے اپنے جد امام حسین علیہ السلام کو قتل ہوتے دیکھا۔ کوفہ وشام کے ظالموں کی جانب سے آپ کو اسیر بنا کر۔لے جایا گیا اور وہاں پر پڑنے والے دردناک مصائب میں جو دل کو دہلا دیتے ہیں رسن بستہ بی بیوں کے ساتھ خود آپ بھی شریک رہے۔

آپ نے اپنے والد کی اس بے لاگ گفتگو کو بھی سنا جو آپ نے یزید جیسے ظالم وجابر کے سامنے کی۔اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔آپ نے فرمایا: اے یزید! ذرا یہ تو بتا کہ محمدؐ تیرے جد تھے یا میرے اور اگر تو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ تیرے جد تھے تو جان لے کہ تو جھوٹا ہے اور اگر تو یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ میرے جد ہیں تو پھر

یہ بتا کہ ان کی آل کو کیوں قتل کیا؟

۲۔ واقعہ حرّہ

۶۳ ھ میں آپ کے سامنے واقعہ حرّہ مدینہ میں پیش آیا اس وقت آپ کی عمر مبارک چھ سال تھی۔ مدینہ کے رہنے والے فقہا و علماء نے اور وہاں کے رہنے والے لوگوں نے جس وقت یزید کی بیعت کو توڑا تو یزید نے اپنی سفاک فوج کو حکم دیا کہ وہ مدینہ کو تاراج کر دے یزید کی فوج نے پے در پے وہاں کے رہنے والوں کا قتل کیا، ان کے مال و متاع کو لوٹا کھسوٹا اور ان کی ناموس کی بے حرمتی کی۔

۳۔ غلط عقائد کی ترویج

بنی امیہ نے بعض غلط اور باطل عقائد کی ترویج کر کے لوگوں کے عقائد میں انحراف پیدا کیا۔ حکمرانوں کی خوشنودی کی خاطر جبر و تفویض اور ارجاء جیسے مسائل کو لوگوں میں عام کیا گیا تا کہ اس طرح سے لوگوں کو ظالم حکمرانوں کا حکم ماننے پر تیار کیا جائے کیونکہ اس قسم کے عقائد حکام کی جانب سے خدا اور رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی کا جواز پیش کرتے ہیں۔

۴۔ بنی امیہ کا خلافت کو ملوکیت و شہنشاہیت میں بدلنا

ابھی امام باقر علیہ السلام کے والدِ بزرگوار امام سجادؑ ہی کا زمانہ تھا جب خلفاء کی سیاست نے پلٹا کھایا اور بنو امیہ نے خلافت کو شہنشاہیت میں بدل دیا یہ کہہ کر کہ خلافت فقط بنی امیہ کا حق ہے لہذا جو بھی حاکم آئے گا وہ انہی کی اولاد میں سے ہوگا۔

امام باقر علیہ السلام نے وہ دور بھی دیکھا کہ جس میں اموی لوگوں نے علوی کو مٹا دینے کی بھرپور کوشش کی اس کی مثال علی علیہ السلام پر منبروں سے تقریباً ساٹھ سال تک سب و شتم کیا جانا ہے۔

۵۔ پے در پے مسلحانہ تحریکیں

امام محمد باقر علیہ السلام کے دور میں متعدد مسلحانہ تحریکوں نے سر اٹھایا، واقعۂ کربلا کے بعد اموی اقتدار کے خلاف اہل مدینہ نے ۶۳ ھ میں آواز بلند کی ۶۵ ھ میں توابون نے سر اٹھایا ۶۶ ھ میں مختار ابن ابی عبیدۂ ثقفی

نے انقلاب برپا کیا اور زبیریوں نے آواز بلند کی، ۷۷ھ میں مطوّف بن مغیرہ بن شعبہ نے تحریک چلائی اور ۸۱ھ میں حکومت عبدالملک بن مروان کے خلاف عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے آواز اٹھائی۔(۱)

## ۶۔جعلی حدیثوں کا گڑھا جانا

اسی زمانہ میں امویوں نے اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لئے حدیثیں گڑھنے کا کاروبار خوب چلایا۔ابن طرفہ نے اپنی تاریخ میں روایت تحریر کی ہے کہ اکثر وضعی حدیثیں فضائل صحابہ میں تھیں انہیں گمان تھا کہ اس طرح وہ بنی ہاشم کی شان کم کرسکیں گے۔(۲)

ابن طرفہ حدیث گڑھنے والا نہیں تھا بلکہ اس نے اپنی تاریخ میں یہ بات لکھی کہ اس زمانے میں صحابہ کی شان میں بے شمار احادیث گڑھی گئیں۔

## ۷۔اخلاقی انحطاط

اخلاقیات کا معیار اس وقت بہت تیزی سے نیچے آیا جب لوگوں میں یہ بات عام طور پر پھیلی کہ یزید شراب پیتا ہے کتوں اور بندروں سے کھیلتا ہے۔اپنے اوقات کو گانے سننے اور گانے گانے والی عورتوں میں صرف کرتا ہے۔مروان بن حکم بھی اسی طرح عیاشیاں کرتا تھا۔اور بنی امیہ نسل درنسل سب برائیوں میں سرتاپا گرفتار ہو چکے تھے۔

بنوامیہ نے اس دوران ایک کام اور یہ کیا کہ مسلمانوں کے درمیان افتراق کا بیج بو دیا کہ عرب غیر عرب پر فضیلت رکھتے ہیں۔اس طرح مسلمانوں کی وحدت کا شیرازہ بکھرتا چلا گیا۔

## ۸۔کردار امام محمد باقر علیہ السلام

امام باقر علیہ السلام نے ان تمام تر صورتحال کے برخلاف اپنے والد بزرگوار کی سیرت پر چلتے ہوئے امت کے وقار کی گرتی ہوئی دیواروں کو تعمیر کرنا شروع کیا اور ایک مرتبہ پھر سے اسلامی عقاید کی بے جان بنیادوں کو مضبوط کیا۔امام زین العابدین علیہ السلام کی یہ سیرت رہی کہ آپ نے اپنی دعاؤں کے ذریعے سے عقائد

---

۱۔البدایہ والنہایہ، ج۱،ص ۱۳۸۔ ۲۔شرح نہج البلاغہ، ج۹،ص ۱۳۸۔

اور اخلاقیات کو عام کیا اور حقوق کی صحیح تقسیم کو بیان فرمایا کہ جس سے ایک صالح جماعت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

امام باقر علیہ السلام بھی تینتیس (۳۳) سال تک اپنے والد کے اہداف کے مطابق اور ان کے بتائے ہوئے اسلوب پر چلتے ہوئے قدم بہ قدم اپنے والد کے ساتھ شریک کار رہے کہ جن میں سرفہرست دعاؤں کا بیان کرنا راہ خدا میں انفاق کرنا، غلاموں کو آزاد کرنا اور غلاموں اور آزاد بندوں کی خود سے تربیت کرنا یہ اصول امام کی عملی زندگی کا روشن پہلو قرار پائے۔

## ۹۔ غاصب اور فاسد حکومت کو ختم کرنے کے لئے

امام باقر علیہ السلام نے بعض مسلحانہ حملوں کی خاموش حمایت کی بلکہ آپ ان کی راہنمائی بھی فرماتے تھے تاکہ فاسد حکومت کا خاتمہ ہو جائے لیکن حکومت کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا کہ امام چاہتے ہیں حکومت کا خاتمہ ہو جائے۔

## ۱۰۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی کا روشن دور

امام باقر علیہ السلام نے اپنے والد کی سرپرستی میں جس تحریک کو بالخصوص آگے بڑھایا وہ علم ومعرفت اسلامی پر مشتمل ایک علمی درسگاہ کا قیام ہے امام نے مختلف محافل کا انعقاد کیا جس میں لوگوں کو قرآن اور احادیث نبوی کی تعلیم دی جاتی امام نے سیرت نبیؐ کی لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید کی تفسیر بیان کی۔

## ۱۱۔ تنصیص امامت محمد باقر علیہ السلام

امام سید سجاد علیہ السلام کا اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کو امامت پر مقرر فرمانا درحقیقت اس کی بازگشت ان تاریخی نصوص کی طرف ہے جو کہ رسول اللہؐ اور ائمہ طاہرینؑ سے وارد ہوئی ہیں کہ جن میں بارہ اماموںؑ کا باقاعدہ نام لے کر تعارف کروایا گیا ہے نیز بارہ اماموں کے بنی ہاشم سے ہونے پر نص وارد ہوئی ہے۔ صحابہ اور تابعین نے اس کی تائید کی ہے اور اہل بیتؑ نے بھی ان احادیث کی تصدیق کی ہے۔

من جملہ ان نصوص میں سے وہ نص جو جابر بن عبداللہ انصاری نے رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے۔

جابر نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ائمہ کون ہیں جو علی ابن ابی طالبؑ کی نسل پاک سے ہوں گے رسول اکرمؐ نے

فرمایا حسن وحسین جو جوانان جنت کے سردار ہیں پھر زین العابدین علی ابن الحسین پھر باقر محمد ابن علی اے جابر تم ضرور ان (محمد ابن علی) سے ملاقات کرو گے پس جب بھی تم ان سے ملاقات کرو ہمارا سلام انہیں پہنچا دینا۔(۱)

ائمہ طاہرینؑ نے بھی یکے بعد دیگرے آنے والے اماموں تک وصیت کو پہنچایا امام علیؑ نے اپنے بیٹے حسن سے فرمایا کہ اے فرزند ارجمند رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا اور فرمایا تھا کہ میں تمہیں وصیت کروں اور اپنی کتب اور اپنا اسلحہ تمہارے حوالے کر کے جاؤں پھر آپ نے وہ سب چیزیں امام کو دیں اور فرمایا کہ بیٹا جب موت نزدیک ہو تو یہ امانتیں حسین کے حوالے کر دینا۔ پھر امام حسین نے بھی یہی وصیت اپنے بیٹے علی ابن حسین کو امانتیں حوالے کرتے ہوئے کی کہ رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ یہ امانتیں اپنے بیٹے محمد کو دینا اور رسول اللہ کا ان کو سلام پہنچانا۔(۲)

۱۲۔امام زین العابدین نے اپنے بیٹے باقرؑ کی امامت کی جانب لوگوں کی توجہ کو مبذول کروایا اور اپنے بیٹے کی امامت کا اعلان کرنے کے لئے کسی بھی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا کبھی صراحت کے ساتھ اور بھی اشارہ وکنایہ میں۔

اور جب آپ کے بیٹے عمر نے امام محمد باقر علیہ السلام پر آپ کی خاص توجہ کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: امامت کا سلسلہ میرے اسی بیٹے سے آگے بڑھے گا یہاں تک قائم آل محمد علیہم السلام قیام فرمائیں گے جو زمین کو قسط وعدل سے پُر کر دیں گے اور وہ امام اور ابوالأ ئمہ کا لقب پائیں گے۔(۳)

امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند حسین نے روایت نقل کی ہے کہ میرے والد سے کسی نے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ائمہ بارہ ہیں سات تو اسی بیٹے سے ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے اپنا ہاتھ میرے بھائی محمد باقر کے کندھے پر رکھا اور آپ اپنے بیٹے امام محمد باقرؑ

---

۱۔کفایۃ الاثر،ص۱۴۴۔۱۴۵۔

۲۔مختصر تاریخ دمشق،ج ۲۳،ص ۷۸۔تاریخ یعقوبی،ج ۲،ص ۳۲۰۔سیر اعلام النبلاء،ج ۴۵،ص ۴۰۴۔

۳۔کفایۃ الاثر،ص ۲۳۷۔

السلام کی امامت کو واضح طور پر بھی بیان کرتے اور فرماتے اے میرے بیٹے تم میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین ہو۔(۱)

ابو خالد نے امام زین العابدین سے سوال کیا کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا۔ جواب میں آپ نے فرمایا میرا بیٹا محمد جو علم کو اس طرح شگافتہ کرے گا کہ علم اپنی جزئیات کے ساتھ لوگوں پر آشکار ہو جائے گا۔(۲)

امام زین العابدین علیہ السلام بستر علالت پر تھے زہری نے ایک مرتبہ آکر پوچھا فرزند رسول ہم کس کو آپ کے بعد خلیفہ سمجھیں امام نے اپنا ہاتھ امام باقرؑ کے کندھے پر رکھتے ہوئے فرمایا یہ میرا وصی و میرا وارث میرے علم کا وارث معدن علم باقر علم ہے یہ میرے بعد تمہارے امام ہوں گے زہری نے ایک مرتبہ پھر پوچھا فرزند رسول آپ اپنے بڑے بیٹے کو کیوں اپنی جگہ خلیفہ قرار نہیں دے رہے ہیں آپ نے فرمایا: امامت کا تعلق چھوٹے اور بڑے سے نہیں ہے۔ یہی بات ہم سے رسول اللہؐ نے فرمائی اور ہم نے لوح محفوظ اور صحیفہ میں بھی اسی طرح پایا ہے۔(۳)

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی حیات کے آخری دنوں میں اپنی اولاد کو بلایا جن میں محمد، حسن، عبد اللہ، عمر، زید اور حسین تھے آپ نے محمد باقر علیہ السلام سے وصیت کی اور باقی سب کے معاملات بھی محمد کے سپرد کئے۔

آپ نے اپنے بیٹے محمد سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا اے بیٹا اس صندوق کو تم اپنے گھر لے جاؤ (پھر دیگر اولاد سے فرمایا) اس میں درہم و دینار نہیں ہیں لیکن یہ علم سے پُر ہے۔(۴)

---

۱۔ کفایۃ الاثر، ص ۲۴۱۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۲۰۔

۳۔ کفایۃ الاثر، ص ۲۴۳۔

۴۔ کافی، ج ۱، ص ۳۰۵۔

# تیسرا باب

اس باب میں تین فصلیں ہیں:

## پہلی فصل:

اہل بیت علیہم السلام کی جدو جہد اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا کردار

## دوسری فصل:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ کے اہم واقعات

## تیسری فصل:

معاشرہ کی اصلاح کے لئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا کردار

# پہلی فصل

## اہل بیت علیہم السلام کی جد و جہد اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا کردار

تربیت کے لئے تین بنیادی عنصر ہوتے ہیں: تربیت کرنے والا، تربیتی نظام اور جس کی تربیت کی جائے یعنی معاشرہ، اس بنا پر جب بہترین تربیت کرنے والا یا بہترین تربیتی نظام نہ ہو تو پھر صحیح تربیت نہیں ہوسکتی اور اس کے نتائج بھی اچھے نہیں نکل سکتے۔

بے شک اسلام انسانی معاشرہ کی تربیت کے لئے آیا ہے جس کی قیادت حضرت خاتم الانبیاء محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت کے سلسلہ میں بہت زیادہ کوشش کی اور سختیوں کو برداشت کیا، اور آپ نے شریعت اسلام اور اسلام کے تربیتی نظام کے تحت اس جاہلیت کے زمانہ امت میں تربیت کی جس کے نتیجہ میں اس امت کو ایک صالح اور رشید امت بنادیا۔

لیکن ادھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بند ہوئی تو امت اسلامی اپنے درمیان سے تربیت کرنے والے مربی کو کھو بیٹھی جس کی وجہ سے گزشتہ تین تربیتی عناصر میں سے پہلا اہم رکن نہیں رہا۔

اور اس عنصر کے ختم ہوتے ہی دوسرے دو عنصر بھی ختم ہوگئے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد (سوا ائمہ معصومینؑ کے) کوئی نبی کی طرح قیادت کرنے والا نہیں تھا جو علم، عصمت، پاکیزگی، قدرت شجاعت اور کمال کے لحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو۔

جی ہاں، اس کام کو انجام دینے کے لئے ایسے لوگ برسر اقتدار آئے جو نہ تو معصوم تھے اور نہ ہی رسالت کے مفاہیم اور مطالب کو سمجھتے تھے اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ راستہ میں ہونے والی تحریف سے

امت اسلامی کو بچا سکتے تھے اور یہ ایسا انحراف تھا جس کو امت اسلامی صحیح طور پر نہیں سمجھ پا رہی تھی اور نہ ہی حکومت، اُمت اور شریعت پر اس کے منفی اثرات دکھائی نہیں دے رہے تھے، اور شاید امت فقط قائد اور رہبر میں تغییر وتبدیلی دیکھ رہی تھی نہ کہ قیادت اور رہبری میں تغییر وتبدیلی۔

بے شک ائمہ معصومین علیہم السلام نے ظالم حکام کے زمانہ میں [بھی] اسلام کی حفاظت اور امت اسلامی کی اصلاح کے لئے کوششیں کی، اور انحراف وگمراہی سے نکالنے کے لئے مسلسل سعی وکوشش کی اور حضرات ائمہ علیہم السلام نے اس انحراف سے مقابلہ کرنے کے لئے دو اہم طریقے بروئے کار لائے اور حکومت اور شریعت کے بارے میں سوائے اس انحراف کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے علاوہ کوئی درک نہ کرسکا۔

حضرات ائمہ علیہم السلام نے دو بنیادی طریقوں پر عمل کیا اور اپنی تمام کارکردگی کو انھیں دو طریقوں کے تحت انجام دیا اور وہ دو اہم طریقے یہ ہیں:

۱۔ امت کو فکری تزلزل کے مقابلہ میں طاقتور بنانا، کیونکہ اسلامی نظام کی باگ ڈور نا اہل لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی، جس کے بعد ائمہ معصومین علیہم السلام نے لوگوں کے درمیان فکر ونظر میں مقابلہ کی طاقت کو بڑھایا، اور کافی مقدار میں علمی توانائی پیدا کی تاکہ وہ صحیح راستہ پر قدم بڑھائیں اور ان میں ثبات قدم پیدا ہو۔

۲۔ حکومت اور رہبری کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لینے کی کوشش، تاکہ معاشرہ میں انحراف اور غلط راستوں کا سد باب کرسکیں اور [اسلامی] معاشرہ کو اس کے اصلی مقام تک پہنچا دیں، تاکہ تربیت کے مذکورہ تینوں عنصر فراہم ہو جائیں اورامت، معاشرہ اور حقیقی رہبری اور حکومت باہم متحد ہو جائیں۔(۱)

دوسرے طریقہ کے سلسلہ میں ائمہ معصومین علیہم السلام کے لئے ضروری تھا کہ ایک طولانی منصوبہ بندی کریں کیونکہ معاشرہ کے اس وقت کے حالات کا تقاضا تھا کہ ان تمام اقدار، مقاصد اور اصولی احکام کے موافق ہوں جن کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خداوند عالم کی طرف سے لے کر آئے تھے، کیونکہ اسلام اور خدا کے نام پر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لینے کا مقصد انسان کے لئے راہ کمال پر چلنے کا راستہ فراہم کرنا ہے۔

---

۱۔ اہل البیت، تنوع ادوار و وحدۃ ہدف، ص۵۹۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے برسر اقتدار آنے کے لئے تیز اور فی الفور مسلح حملہ کو ایک اسلامی حکومت کے لئے کافی نہیں مانا، بلکہ ایک ایسی عقیدتی فوج پر متوقف مانا جو مطلق طور پر امام کی امامت اور عصمت پر ایمان رکھتی ہو اور ان عظیم مقاصد کی تکمیل کے لئے قدم بڑھائے اور حکومتی سلسلہ میں امام علیہ السلام کے منصوبہ بندی کی مکمل حمایت کرے اور خداوند عالم نے امت کے لئے جن مصلحتوں کو قرار دیا ہے ان مقاصد کا حفاظت کرے۔

لیکن پہلا طریقہ کار یعنی امت کو فکری لحاظ سے مضبوط کرنا چنانچہ اس طریقہ پر ہر زمانہ میں عمل ہوسکتا ہے بلکہ سخت سے سخت حالات میں بھی اس پر عمل کیا جاسکتا ہے، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے سخت حالات میں بھی اس طریقہ کو اپنایا جب کہ جانتے تھے کہ حکومت تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

اس طریقہ کا سب سے اہم نکتہ یہ تھا کہ رسالتِ اسلام؛ فکری، روحانی اور سیاسی لحاظ سے امت اسلامی کی رگوں تک پہنچا دی جائے، جس کی وجہ سے اگر بالفرض حکومت اسلامی (حاکم وقت) نہ رہ جائے تو لوگوں کے عقائد محفوظ رہیں اور وہ دین اسلام سے خارج نہ ہوں، ائمہ معصومین علیہم السلام اس تحریک کی بنیاد کارآمد اور مفید لوگوں پر رکھی جو امت کے لائق اور صاحب فکر ونظر افراد تھے نیز ان کے درمیان روح رسالت کو اجاگر کیا اور رسالت اسلامی کے مقابلہ میں ان کے صادقانہ احساسات کو ابھارا۔(۱)

ائمہ معصومین علیہم السلام نے انھیں دونوں طریقوں کو بروئے کار لانے کے لئے مثبت اور فعال اور دائم ذمہ داری کو نبھایا تاکہ رسالت، امت اور حکومت کی حفاظت ہوسکے اور ان تینوں ارکان کی ہمیشہ حفاظت کی۔

اور جب بھی انحراف میں شدت پیدا ہوئی تو ائمہ معصومین علیہم السلام نے بھی اس کی مخالفت میں لازمی تدبیروں سے کام لیا اور جب بھی اسلامی عقائد اور اسلامی نظام پر کوئی مشکل آئی اور برسر اقتدار منحرف لوگ اس مشکل کو حل کرنے میں ناکام رہے (چونکہ وہ اس کام کی لیاقت نہیں رکھتے تھے) تو ائمہ معصومین علیہم السلام اس مشکل کو حل کرنے اور امت کو خطروں سے بچانے کے لئے ہمیشہ پیش قدم رہے۔

چنانچہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہمیشہ اسلامی معاشرہ کے درمیان اعتقادی معیار کی حفاظت کرتے رہے تاکہ

---

۱۔ اہل البیت، تنوع ادوار و وحدۃ ہدف، ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۴۷، ۱۴۸۔

امت اسلامی کو نابودی سے محفوظ رکھیں۔(۱)

اسی وجہ سے ائمہ معصومین علیہم السلام کی مختلف حالات، شرائط اور رابطہ کی بنا پر ذمہ داری بھی مختلف تھی کیونکہ اصلی مقصد اسلامی کو زندہ رکھنا اور انسانی اقدار کو برقرار رکھنا تھا۔

لہٰذا ائمہ معصومین علیہم السلام نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی گرانقدر میراث اور آنحضرت ؐ کی سخت زحمتوں کے نتیجہ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جو درج ذیل چار چیزوں میں جلوہ گر تھی:

۱۔ وہ شریعت اور رسالت جس کو ختمی مرتبت رسول اسلام ﷺ خداوند عالم کی طرف سے لائے تھے اور وہ قرآن کریم اور سنت شریفہ کی شکل میں جلوہ گر تھی۔

۲۔ وہ امت جس کی تربیت اور اصلاح خود پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی ہاتھوں سے کی تھی۔

۳۔ وہ اسلامی سیاسی نظام جس کو پیغمبر اکرم ﷺ نے پیش کیا اور وہ حکومت جس کی آپ نے اپنے ہاتھوں سے بنیاد رکھی اور اس کے ارکان کو استحکام بخشا۔

۴۔ بے مثال رہبری، جس کو خود آنحضرت ﷺ نے متحقق کیا اور اپنے پاک و پاکیزہ اہل بیت علیہم السلام میں سے جو افراد اس چیز کی لیاقت رکھتے تھے ان کی تربیت کی۔

لیکن اگر خداوند عالم کے حکم سے پیغمبر اکرم ﷺ کے ذریعہ معین کئے ہوئے ان الٰہی رہبروں کے لئے اس مرکز رہبری کی حفاظت ممکن نہ ہو تو یہ بات اس کی مانع نہیں ہے کہ وہ دین وشریعت کے راہنما حالات کے لحاظ سے اس اہم ذمہ داری یعنی اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت کی نابودی سے حفاظت کے لئے کوئی قدم نہ اٹھائیں؟!

اسی طرح اگر ایک روز اسلامی حکومت بالکل ہی ختم ہو جاتی تو بھی امت اسلام کے حقیقی رہبروں کو امت اسلامی کی نابودی اور خطرات وتزلزل کے مقابلہ میں رسالت وشریعت اسلامی کی حفاظت میں مانع نہیں ہوتی۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی سعی اور کوشش کا دائرہ حالات اور شرائط کے لحاظ سے

---

۱۔ اہل البیت، تنوع ادوار و وحدۃ ھدف، ص ۱۴۴۔

مختلف رہا ہے اور حالات وشرائط کا اختلاف کچھ اس طرح سے تھا:

☆ حکومت وقت کس قسم کی ہے۔

☆ ثقافت اور بیداری کس حد تک ہے، امت کا ایمان کس درجہ پر ہے، ائمہ معصومین علیہم السلام کی معرفت اور گمراہ حاکم وقت کی اطاعت کی کس حد تک ہے۔

☆ نظام اسلامی اور حکومت اسلامی کے حالات کیا ہیں۔

☆ حکام وقت کس قدر دین اسلام کے پابند ہیں۔

☆ حکام وقت کن چیزوں کے ذریعہ اپنی حکومت کو مستحکم اور مضبوط بناتے ہیں۔

☆ ان حالات میں ائمہ معصومین علیہم السلام نے حکومت وقت اور اپنے زمانہ کے گمراہ رہبروں کے مقابلہ میں ہمیشہ سعی وکوشش کی، اور ظالم وجابر حاکم کو مزید انحراف سے روکنے کے لئے وعظ ونصیحت کرتے رہے ہیں یا اگر اسلام کے لئے خطرہ نہ ہوتو پھر مسلحانہ قیام کرتے تھے یہاں تک اپنے خون کے آخری قطرہ تک بھی یہ کوشش جاری رکھتے تھے، (جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید بن معاویہ کے مقابلہ قیام کیا)۔

اسی طرح اگر اسلامی حکومت کو کفار ومشرکین کی طرف سے خطرہ لاحق ہوتا تھا تو بھی ائمہ معصومین علیہم السلام بالواسطہ طور پر اسلامی حکومت کی تقویت اور مخالفین میں تزلزل ایجاد کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

اسی طرح ائمہ معصومین علیہم السلام ہمیشہ امت کی اعتقادی، اخلاقی اور سیاسی لحاظ سے تربیت کے لئے بہترین کردار ادا کرتے رہے ہیں، یہ ذمہ داری دانشور اصحاب کی تربیت اور ایسی علمی شخصیات اور برجستہ علماء کی تربیت کی جو معاشرہ کے لئے نمونہ عمل قرار پائیں، اور یہ افراد معاشرہ میں اسلامی فکر کو بیدار کرنے اور دین کے سلسلہ میں ہونے والے اعتراضات کا جواب دینے والے اور غیروں کی طرف سے اعتراض آمیز حملوں، غلط سیاسی واقعات اور ایسے گمراہ عالم نما لوگوں کا مقابلہ کرتے تھے جو حکومت وقت کے زرخرید غلاموں کا کردار ادا کرتے تھے۔

یہ (اصحاب اور علمی گروہ) برسر اقتدار منحرف رہبری کے لئے ایک مناسب اور بہتر جانشین پیش کرتے تھے

جو فکری، اخلاقی اور سیاسی لحاظ سے بہتر تھے اور یہ مناسب اور بہتر رہبری اہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام میں جلوہ گر تھی، یہ حضرات لوگوں میں اہل بیت علیہم السلام کی معرفت اور شناخت اور ان پر ایمان میں اضافہ کے راستے ہموار کرتے تھے اور ان کو ائمہ معصومین علیہم السلام کی امت اور رہبری کی طرف ترغیب دلاتے تھے۔

ان چیزوں کے علاوہ خود ائمہ معصومین علیہم السلام لوگوں کی عام زندگی سے براہ راست رابطہ رکھتے تھے اور مسلمانوں کی کثیر تعداد سے محبت و ہمدردی سے پیش آتے تھے جو خود اس راہ میں بہترین اسباب تھے۔

وہ ہمہ گیر رہبری جس سے اہل بیت علیہم السلام صدیوں تک بہرہ مندر رہے ہیں، اتفاقاً پیغمبر اکرم ﷺ کی رشتہ داری کی بنا پر پیدا نہیں ہوئی ہے کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ کے دوسرے رشتہ دار بھی تھے جن کو یہ مقام نہیں مل سکا کیونکہ امت اسلام نے اپنی رہبری کی باگ ڈور کسی کے ہاتھوں یوں ہی نہیں دی ہے بلکہ صرف وہی افراد اس تک پہنچ سکے ہیں جو مختلف مشکلوں، سختیوں اور قابل توجہ مسائل میں خاص توجہ سے کام لیتے تھے اور سخاوت سخاوت سے پیش آتے تھے اور صرف ایسے ہی افراد دلوں پر حکومت کے لائق تھے۔

اسی طرح اسلام انحرافات اور نابودی کے خطرات کے باوجود انحراف سے صحیح وسالم نکل آیا اور امت اسلامی ایک ایسی امت بن گئی کہ غیروں کے سیاسی اور فکری حملوں کے مقابل ثابت قدم رہی اور طویل زمانہ کے بعد ہی سہی اپنی کھوئی طاقت حاصل کر لی، جس کے آثار صدیاں گزرنے کے بعد بھی مشاہدہ کئے جا سکتے ہیں۔

حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام نے ان تمام کامیابیاں اس صالح جماعت کی صحیح تربیت کر کے حاصل کی ہیں جو ان حضرات پر اور ان کی امامت پر ایمان رکھتے تھے، ان حضرات نے بیداری رشد اور اپنے تربیت کرنے والوں کی تربیت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ائمہ معصومین علیہم السلام سے ارتباط میں منصوبہ بندی، ہمیشگی فکری پشت پناہی، اور تقویت اور استحکام کے لئے تمام موثر طریقہ کار کے ذریعہ سختیوں کا مقابلہ کیا اور اپنی پیروی کرنے والوں کو عقیدتی سپاہی بنا دیا جو رسالت کے مقاصد کے لئے کمر ہمت باندھے ہوئے تھے، اس کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے اور شب وروز اس کو پھیلانے کے لئے کوشاں تھے۔

## اہل بیت علیہم السلام کی تحریک کے مرحلے

ہم جس وقت حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور ایک طرف ان کے زمانہ کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں اور دوسری طرف ائمہ معصومین علیہم السلام کے عمومی اور خصوصی رویہ کو دیکھتے ہیں تو ہم ان کو تین حصوں اور تین زمانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، البتہ یہ حصے آپس میں ایک دوسرے سے اس وجہ سے مختلف اور الگ الگ ہو جاتے ہیں اگر چہ بہت سے مقامات پر مشترک بھی رہے ہیں لیکن حالات اور موقع و محل کے لحاظ سے مختلف رہے ہیں اور ہر زمانہ میں خاص فرق پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان تینوں زمانوں کو الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔

پہلا مرحلہ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد شروع ہوتا ہے اور یہ زمانہ حضرت علی علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کا زمانہ تھا اور یہ مرحلہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہونے والے انحراف کے نتائج کے ظاہر ہونے کا مرحلہ تھا، یہ حضرات اگر چہ منحرف رہبری کو اقتدار سے ہٹانے کے وسائل نہیں رکھتے تھے، لیکن رسالت کے اصلی ارکان کی حفاظت کی خاطر بہت سے کارنامے انجام دئے اور امت پر یہ واضح کر دیا کہ برسر اقتدار حاکم وقت امت کی رہبری اور رسالت کے اغراض و مقاصد کے لئے صحیح نہیں ہے۔

بہر حال ائمہ معصومین علیہم السلام نے مومن اور صالح افراد پر مشتمل جماعت کی تشکیل کے علاوہ کبھی بھی نظام اسلام اور امت اسلامی کے متعلق مسائل میں حکومت اور امت اسلامی کو تنہا نہیں چھوڑا۔

دوسرا مرحلہ: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کے دوسرے حصہ سے شروع ہو کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تک کا ہے، جس کی چند اہم خصوصیات تھیں:

ا۔ جب ائمہ معصومین علیہم السلام نے امت اسلامی پر خلافت کے غلط ہونے کو واضح اور آشکار کر دیا، تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد عالم اسلام کے مرکز رہبری میں ہونے والے انحراف کے مقابل لوگوں کے جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی تاکہ خلافت وقت علمی اور اعتقادی حملوں کے دفاع کرنے سے قاصر

رہے کیونکہ خلافت وقت نے اپنی حفاظت اور اپنے استحکام کے لئے کچھ عالم نما اور درباری راویوں کا تقرر کر رکھا تھا تاکہ ان کی تائید اور ان کی ولایت اور خلافت کے پروپیگنڈے کے ذریعہ اپنے حکومت کو مضبوط کر سکیں۔

۲۔ اس مرحلہ کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ یہ مرحلہ اس صالح جماعت کی پرورش کا تھا جس کی بنیاد اسی پہلے مرحلہ میں رکھی جا چکی تھی، ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس مرحلہ میں اس تفصیلی منصوبے کو پیش کیا اور اپنی ذمہ داری کے راستے کو واضح کیا جن کو نافذ کرنے کے لئے وہ حضرات خداوند عالم کی طرف سے امین تھے، جس کے آثار اور فوائد اور اس امامیہ عقائد کی تعلیم کا ثمرہ بعد والی نسلوں میں ظاہر ہوا، اور امامیہ طرز فکر پر دانشوروں کی تربیت ہونے کی وجہ سے انھوں نے درباری علماء کا مقابلہ کیا۔

اس کے علاوہ ان افراد کی ذمہ داری یہ تھی کہ مختلف طریقوں سے ہونے والے اعتراضات کا جواب اور خلفاء یا دیگر لوگوں کی طرف سے بنائے جانے والے فرقہ کی مخالف کریں۔

ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس مرحلہ میں حکومت وقت کو متزلزل کرنے اور منحرف رہبری کے مقابلہ میں کسی بھی ممکن کوشش سے پرہیز نہیں کیا اور یہ کام حاکم وقت کے خلاف بعض تحریکوں کی حمایت کی خصوصاً وہ تحریکیں جو انقلابی پہلو رکھتی تھیں، اور جن میں سے بعض پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت پر مسند نشین ہوکر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام کے بعد رونما ہوئی۔

تیسرا مرحلہ: یہ مرحلہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی کے آخری حصہ سے شروع ہوا اور حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے زمانہ تک جاری رہا۔

صالح جماعت کو دوسرے مرحلہ میں استحکام دینے اور اس کے لئے عقیدتی راستے کو تفصیلات پیش کرنے کے بعد ظاہری طور پر خلفاء کو معلوم ہو گیا تھا کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی رہبری کی قدرت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب وہ برسر اقتدار آجائیں گے اور اسلامی معاشرہ کو اس کے حقیقی مقام تک پہنچا دیں گے اور اس کا پتہ ائمہ علیہم السلام کے سلسلے میں ان کے ردعمل سے چلتا۔

ائمہ علیہم السلام کا خلفاء کے ساتھ سلوک بھی خود ان کے سلوک پر موقوف ہوتا تھا، اور جیسا سلوک خلفاء

کرتے تھے اسی لحاظ سے ائمہ علیہم السلام کا سلوک بھی بدل جاتا تھا۔

اور جہاں تک صالح گروہ کی بات ہے کہ جس کی پرورش انہوں نے کی تھی تو ائمہ نے اس گروہ کو ثبات اور استحکام بخشا تاکہ اسے انحطاط سے محفوظ اور خود کفیل بنایا جا سکے کیونکہ ائمہ علیہم السلام کو بخوبی اندازہ تھا کہ خلفاء کی مسلسل مخالفت کے بعد انہیں اپنے حامیوں کے درمیان نہیں رہنے دیا جائے گا اور جب عام لوگوں کو خلفاء کی غیر قانونی حکومت اہل بیت علیہم السلام کی منزلت کا علم ہو جائے گا تو پھر خلفاء ائمہ کو آزاد نہیں چھوڑیں گے۔

یہی وہ موقع ہے کہ جہاں فقہاء کی تربیت کرنا اور لوگوں کو ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دینا واضح ہو جاتا ہے تاکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس غیبت کی پیشن گوئی فرمائی ہے اور جس کی مدت کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اس میں فقہاء کرام معاشرہ کے مسائل کا حل پیش کریں۔

اس طریقہ سے ائمہ معصومین علیہم السلام نے ایک طولانی مدت منصوبہ کے ضمن میں حکومت اور اسلامی رہبری کے بڑھتے ہوئے ان انحراف کو روک دیا جو اسلامی امت کو حقیقی اسلام سے جدا کرنے اور مکمل طور پر شریعت اور رسالت الٰہی کے نابودی کا باعث ہوتا۔

جو چیز امت کے حقیقی اسلام سے دور ہونے میں مانع ہوتی تھی وہ یہ تھی کہ اسلام کا ایک دوسرا نمونہ ان کے سامنے پیش ہو چکا تھا جو اغراض و مقاصد اور اقدار کے لحاظ سے بہترین اور ہر طرح کے انحراف سے پاک و پاکیزہ تھا، اس حقیقی اسلام کا نمونہ بیدار مسلمانوں کے ذریعہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی رہبری کے تحت معاشرہ میں پیش ہوا، وہ اہل بیت علیہم السلام جن سے خداوند عالم نے ہر طرح کے رجس و گندگی کو دور رکھا اور ان کو ایسا پاک و پاکیزہ قرار دیا جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کے طریقہ کار کا اثر صرف ان حضرات کی امامت پر عقیدہ رکھنے والے شیعوں سے مخصوص نہیں رہا بلکہ پورے عالم اسلام میں اس کا اثر ہوا، ائمہ معصومین علیہم السلام نے [حقیقی] اسلام کو پھیلانے کے لئے ایک خاص انداز اپنایا، اور عالم اسلام کی رہبری کا اعلان کیا، اگرچہ اسلامی امت کے صرف گنے چنے لوگوں ہی نے اس دعوت پر لبیک کہا لیکن چونکہ یہ طریقہ کار صحیح نمونہ اور اجتماعی، سیاسی،

اقتصادی، اخلاقی اور عبادی مسائل میں واضح نقشہ لئے ہوئے تھا لہذا اس نے اس زمانہ کے پورے اسلامی معاشرہ میں اپنا اثر دکھایا اور ان کو زمانہ کے ساتھ ساتھ اسلام پر تجدید نظر کرنے پر مجبور کیا، اور امت نے اسلام کو اس نظریہ سے الگ ہٹ کر دیکھنا شروع کیا جسے حکومتی نظام نے لوگوں پر اپنی طاقت کے بل بوتے پر مسلط کر رکھا تھا۔(۱)

ہم چوتھے حصہ میں تفصیلی طور پر اسلام کی حفاظت اور اس کو نافذ کرنے کے سلسلہ میں ائمہ معصومین علیہم السلام کے منصوبوں کو بیان کریں گے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس صالح جماعت کی تشکیل کے لئے کیا کیا کارنامے انجام دئے ہیں ان کو بھی بیان کریں گے۔

---

۱۔اہل البیت، تنوع ادوار ووحدۃ ہدف، ص۷۹ تا ۸۰، تھوڑے تصرف کے ساتھ۔

# دوسری فصل

## حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ کے اہم واقعات

اگر ہم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی کے اس حصہ (آپ کے پدر گرامی امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اسلامی امت کی رہبری کے مرحلہ) کے خصوصیات معلوم کرنا چاہیں تو سب سے پہلے امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں اسلامی معاشرہ میں ہونے والے اہم واقعات اور حوادث کو ملاحظہ کرنا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ واقعات امام محمد باقر علیہ السلام جو اپنے پدر بزرگوار کے زمانہ میں امت کی رہبری کے لئے معین ہو چکے تھے آپ سے ان واقعات سے کیا تعلق رہا ہے اور آپ نے امام زین العابدین علیہ السلام کے بعد عملی طور پر امت کی رہبری کی ذمہ داری کس طرح سنبھالی ہے، لہذا ان تمام چیزوں پر غور و فکر کرنا ضروری ہے۔

اموی حکومت، (جو قبیلہ بنی مروان سے تعلق رکھتی ہے) عبدالملک بن مروان کے زمانہ سے مستحکم ہوئی ہے، کیونکہ وہ سب سے پہلا صاحب اقتدار حاکم تھا جس کے زمانہ میں ہونے والے بہت سے سیاسی واقعات اور حوادث کی داغ بیل اسی عبدالملک نے ڈالی ہے، اور ہم بھی ان ہی کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔

بعض مورخین کہتے ہیں: عبدالملک بن مروان حکومت تک پہنچنے سے پہلے اپنے کو بہت بڑا عابد اور متقی و پرہیزگار ظاہر کرتا تھا، اس نے حکومت تک پہنچنے کی بشارت اس وقت حاصل کی جب وہ بیٹھا ہوا قرآن کی تلاوت کرر ہا تھا، جیسے ہی اس نے خلافت اور حکومت کی خبر سنی تو اس نے قرآن کریم کو بند کیا اور اس کو بغل میں رکھتے ہوئے قرآن سے خطاب کیا: یہ آخری مرتبہ ہے، یا اس نے کہا: اب یہاں سے تیرے اور میرے

درمیان جدائی ہے۔ (۱)

عبدالملک بن مُروان میں بہت سے پست و ذلیل صفات پائے جاتے تھے جن میں سے چند ذلیل صفات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ سرکشی اور ستم گری: چنانچہ منصور اس کے بارے میں کہتے ہیں: عبدالملک بہت زیادہ ظالم و ستمگر تھا اور اپنے انجام دئے کاموں کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ غلط کیا ہے یا صحیح (۲) اور وہ بہت ہی خونخوار تھا، اس میں انصاف اور مہربانی کا نام و نشان تک نہ تھا، ابن زبیر کے قتل کے بعد خود اس نے ایک جگہ تقریر کرتے ہوئے کہا: اس کے بعد کوئی بھی مجھے تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے نہ کہے اور اگر کسی نے مجھے ایسا کہنے کی جرائت کی تو اس کی گردن اڑا دوں گا (۳) اور یہ کہ عبدالملک بن مروان وہ سب سے پہلا خلیفہ تھا جس نے سب کو اس بات کی تاکید کر رکھی تھی کہ کوئی بھی اس کے حضور میں گفتگو نہ کرے اور اس کو نصیحت نہ کرے۔ (۴)

۲۔ عہد شکن، اور خائن: عبدالملک بن مروان بہت زیادہ عہد شکن اور خیانت کرنے والا تھا، اس نے عمرو بن سعید اشدق کو امان دی اور اس سے وعدہ کیا کہ اپنے بعد خلافت اس کے حوالہ کر دے گا، لیکن اس نے مکاری دکھائی اور اس کو قتل کر دیا اور اس کا سر اس کے دوستوں کے پاس بھیج دیا (۵) یہاں تک کہ اس نے اپنے اور اس کے درمیان رشتہ داری کا بھی لحاظ نہ کیا۔

عبدالملک بن مروان، عمرو بن سعید اشدق سے ڈرتا تھا کیونکہ وہ اگر وہ زندہ رہتا تو بنی مروان کی حکومت کا تختہ پلٹ دیتا کیونکہ وہ تختہ پلٹنے کے لئے منصوبہ بندی کر چکا تھا لیکن عبدالملک نے پہل کر دی اور اس کو ہی

---

۱۔ تاریخ ابن کثیر، ج ۸، ص ۲۶۰۔

۲۔ النزاع والتخاصم، مقریزی، ص ۸۔

۳۔ تاریخ الخلفاء، سیوطی، ص ۲۱۹۔

۴۔ تاریخ الخلفاء، سیوطی، ص ۲۱۸۔

۵۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ۱۹۰، طبع اول، الاعلمی، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

قتل کر ڈالا لیکن خداوند عالم نے بھی عبدالملک سے بدلہ لیا کیونکہ اس نے مسلمانوں کے درمیان خوف و دہشت پھیلا رکھی تھی اور وہ ایسا ظالم وستمگر تھا کہ مسلمانوں کا خون بہانے میں کسی طرح کی حد کا قائل نہ تھا۔

**۳۔ سنگ دل اور جفا کار:** عبدالملک بن مروان بہت زیادہ سنگ دل تھا، محبت و مہربانی اس میں ذرا بھی نہیں تھی. یہاں تک کہ مسلمانوں کا ناحق خون بہانے میں حد سے زیادہ آگے نکل چکا تھا. چنانچہ اس نے ''ام الدرداء'' سے ہونے والی گفتگو میں اس چیز کا اقرار کیا ہے، ام الدرداء نے اس سے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ ان تمام عبادت اور زہد وتقویٰ کے بعد اب شراب پینے لگا ہے، عبدالملک نے کسی گناہ کے احساس کئے بغیر اس کے جواب میں کہا: ہاں، خدا کی قسم! البتہ میں نے بہت سے لوگوں کا خون بھی پیا ہے۔(۱)

اس نے اپنی خوف و دہشت کی حکومت کے زمانہ میں بہت سے مسلمان گھروں کو عزادار کیا ہے. اس نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے کے بعد شہر یثرب میں ایک تقریر کی جس میں اپنے دل میں چھپی ہوئی سنگدلی سے پردہ اٹھا دیا. اس نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: میں اس امت کے درد کا علاج تلوار کے علاوہ کسی چیز سے نہیں کروں گا، تاکہ تم سب لوگ میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنے لگو۔(۲)

**۴۔ بخل اور کنجوسی:** عبدالملک بن مروان اتنا بخیل اور کنجوس تھا کہ اس کا لقب ''رشح الحجارہ'' پڑ گیا تھا جس سے اس پتھر کی طرف اشارہ تھا جس میں نمی نہیں آتی (۳) امت اسلامی اس کی حکومت کے زمانہ میں فقر و فاقہ اور بہت زیادہ تنگ دستی میں مبتلا رہی ہے۔

**عبدالملک کی بدعتیں:** عبدالملک بن مروان، ابن زبیر کے پروپیگنڈہ کو شام تک پہنچنے سے خوف زدہ تھا. کیونکہ اسے اس چیز کا خوف تھا کہ اگر یہ تشہیرات شام تک پہنچ گئیں تو اہل شام اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے اور چونکہ ابن زبیر کی حکومت کا مرکز شہر مکہ تھا اس لئے عبدالملک نے شام والوں کو حج کے لئے جانے سے روک دیا تھا، اہل شام نے اس سے کہا: کیا تو ہمیں خداوند عالم کی طرف سے واجب کئے گئے حج سے

---

۱۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۵، ص ۲۱۹، عبدالملک بن مروان کی سوانح حیات، نمبر ۲۱۰۔

۲۔ تاریخ ابن کثیر، ج ۹، ص ۶۴۔

۳۔ تاریخ قضاعی، ص ۷۷۔

روکتا ہے؟ عبد الملک بن مروان نے جواب میں کہا: ابن شہاب زہری نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان تینوں مسجدوں کے علاوہ سفر (سفر حج) نہیں ہونا چاہئے: مسجد الحرام، مسجد مدینہ، اور مسجد بیت المقدس۔

چنانچہ اس نے یہ حدیث گڑھ کر لوگوں کو خانہ خدا کے حج سے روک دیا، اور ان کو بیت المقدس حج کے لئے بھیج دیا، اس نے صخرہ مسجد بیت المقدس کو بھی اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے آلہ کار کے عنوان سے استعمال کیا، اور اس سلسلہ میں یہ روایت گڑھی کہ جس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کو تشریف لے گئے تو انھوں نے اس پتھر پر پیر رکھا، اس طرح آپ نے اس پتھر کو خانہ کعبہ کی جگہ قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے اس پتھر پر ایک گنبد اور درگاہ بنائی اور اس پر دیباج کے پردے لگوائے، اور اس کے لئے حاجب معین کئے اور لوگوں کو حکم دیا کہ جس طرح خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اسی طرح اس پتھر کو بھی طواف کریں۔ (۱)

عبد الملک بن مروان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بنی امیہ کے گزشتہ حکّام کی بہت زیادہ سرزنش اور ملامت کی، یثرب میں ہونے والی تقریر میں اس نے اس طرح کہا: خدا کی قسم! میں نہ تو کوئی کمزور خلیفہ ہوں (کمزور خلیفہ سے اس کی مراد حضرت عثمان تھے) اور نہ سازش کرنے والا ہوں، (سازش کرنے والے خلیفہ سے اس کی مراد معاویہ تھا) اور نہ ہی سست اور کمزور رائے والا ہوں (اس سے مراد یزید تھا)

ابن ابی الحدید نے عبد الملک بن مروان کی اس گفتگو پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھا ہے: عبد الملک نے جن افراد کی اس طرح برائی اور بدگوئی کی ہے وہ اس کے پیشوا اور مقدم تھے، انھیں افراد کی بدولت عبد الملک اس مقام تک پہنچا تھا اور ان کی پیش قدمی اور ان کی بنیاد رکھی ہوئی چیزوں کی وجہ سے وہ اس حکومت اور ریاست تک پہنچا ہے، اور اگر متقدمین کی طور طریقہ اور مسلح فوج کا دنداں شکن جواب نیز ان کی قائم کردہ مستحکم حکومت نہ ہوتی تو عبد الملک بن مروان خلق خدا میں خلافت کے لحاظ سے سب سے زیادہ دور ہوتا اور ہلاکت سے بہت زیادہ نزدیک ہوتا، یہاں تک کہ کبھی اس کے دل میں اس شرافت کی تصور بھی ذہن میں آتا [تو وہ اس کا خیال خام ہوتا] (۲)

---

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۳۱۱۔ ۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۵، ۲۵۷۔

عبد الملک کے بعض ظلم وستم: عبد الملک بن مروان کا اپنی خلافت کے زمانہ میں سب سے بُرا کام یہ تھا کہ اس نے حجّاج بن یوسف ثقفی جیسے خونخوار اور بے رحم آدمی کو جس میں انسانیت کی بُو بھی نہیں پائی جاتی تھی اس مشہور ومعروف تاریخی خونریزی کا حکم دیا، جس کی وجہ سے اس نے خون کی ندی بہادی۔

عبد الملک بن مروان نے حجّاج بن یوسف ثقفی کو بہت زیادہ اختیارات دے دیئے یہاں تک کہ وہ عبد الملک کی مرضی کے مطابق تمام حکومتی مسائل میں مداخلت کرتا تھا. ایسے ایسے کارنامے جو کسی بھی عقل ومنطق کے مطابق صحیح نہ تھے، اور وہ صرف طاقت کے نشہ میں رہتا تھا، چنانچہ اس ظالم وجابر نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور لوگوں پر ظلم کی انتہا کردی، اس نے لوگوں کو ذلیل وخوار کردیا، اس نے اپنے ماتحت شہروں میں ایک ایسا سیاسی بحران برپا کردیا جو اس پہلے تاریخ میں نہیں ملتا۔

حجّاج بہت سے دانشوروں اور نیک مسلمانوں پر اعتراض کرتا تھا اور ان کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتا تھا، عمر بن عبد العزیز ان لوگوں میں تھا جو حجّاج کے کاموں پر معترض تھا، اور اس کے کاموں سے ناراض تھا، یہاں تک کہ نقل ہوا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے حجّاج کے بارے میں کہا: اگر ہر امت اپنے درمیان سے خبیث ترین انسانوں کا مقابلہ کرے تو ہم حجّاج کو پیش کردیں گے اور ہم مقابلہ جیت جائیں گے۔(۱)

عاصم کہتے ہیں: حجّاج بن یوسف نے کسی بھی حرام خدا کو نہیں چھوڑا بلکہ تمام حرام کاموں کا مرتکب ہوا۔(۲)

طاوس کہتے ہیں: مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو حجاج کو مومن کہتے ہیں۔(۳)

ابن عماد حنبلی، حجّاج کے بارے میں کہتے ہیں: سن ۹۵ ہجری میں خداوند عالم نے مسلمانوں اور اسلامی شہروں کو ایک بابرکت اور شریف رات میں حجّاج بن یوسف ثقفی کے موت کے ذریعہ خوش کردیا... حجّاج بن یوسف اپنے کو قتل وخونریزی سے نہیں روک سکتا تھا، لوگوں کا قتل کرنا اور ان کا خون بہانا اس کے لئے سب سے بڑی لذت تھی. اس کے علاوہ حجّاج نے بہت سے ظلم وستم بھی کئے ہیں۔(۴)

جس وقت حجّاج سفر حج کے لئے سرزمین حجاز کے لئے روانہ ہوا، عراق میں اس نے محمد نامی شخص کو اپنا جانشین

---

۱۔ نہایۃ الارب، جلد ۲۱، ص ۳۳۴۔
۲۔ تاریخ ابن کثیر، جلد ۹، ص ۱۳۲۔
۳۔ تہذیب التہذیب، جلد ۲، ص ۳۱۱۔
۴۔ شذرات الذہب، جلد ۱، ص ۱۰۶۔۱۰۷۔

مقرر کیا، اور لوگوں کے درمیان ایک تقریر کرتے ہوئے کہا: میں محمد کو تمہارے درمیان والی کی حیثیت سے چھوڑے جارہا ہوں، میں نے اس سے تاکید کی ہے کہ انصار کے بارے میں رسول خدا ﷺ کی تاکیدوں کے برخلاف عمل کرے، پیغمبر اکرم ﷺ کی تاکید یہ تھی کہ انصار کے نیک اور متدین افراد سے نیک کام مقبول ہے، اور ان کے گناہوں سے درگذر کی جائے گی، لیکن میں نے اس سے کہا ہے کہ تم میں سے نیک لوگوں کی نیکی قبول نہ کرے اور تمہارے گناہوں سے کسی بھی صورت میں درگذر نہ کرے۔(۱)

دمیری کہتے ہیں: حجّاج کبھی بھی اپنے کو قتل و خونریزی سے نہیں روک سکتا تھا، اس نے خود اپنے دل کی بات کہی ہے کہ میرے لئے اس دنیا میں لوگوں کو قتل کرنے اور ان کا خون بہانے اور وہ کام کرنے سے زیادہ لذت بخش چیز کوئی نہیں ہے جسے کوئی اور نہ کرسکے۔(۲)

اس نے لوگوں کا بے انتہا خون بہایا ہے، مورخین نے بیان کیا ہے کہ حجّاج نے جن لوگوں کو دردناک طریقہ سے قتل کیا ہے ان کی تعداد (جنگ میں قتل ہونے والوں کے علاوہ) ایک لاکھ بیس ہزار (۳) یا ایک قول کے مطابق ایک لاکھ تیس ہزار ہے۔(۴)

خود حجّاج نے کھلے طور پر لوگوں کے ناحق قتل و خونریزی کا اقرار کیا ہے. چنانچہ وہ خود کہتا ہے: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج دنیا میں کسی ایسے شخص کو نہیں پہچانتا جس کی جرائت خون بہانے میں مجھ سے زیادہ ہو۔(۵)

یہاں تک کہ خود عبد الملک جو خلیفہ تھا قتل و خونریزی میں حجّاج کی زیادہ روی سے پریشان تھا لیکن وہ اس کی بات پر توجہ نہیں دیتا تھا۔(٦)

---

۱۔ مروج الذہب، جلد ۳، ص ۸٦۔

۲۔ حیاۃ الحیوان، دمیری، جلد ۱، ص ۱٦۷۔

۳۔ تہذیب التہذیب، جلد ۲، ص ۲۱۱، تیسیر الوصول، جلد ۴، ص ۳۱، التنبیہ والاشراف، ص ۳۱۸، معجم البلدان، جلد ۵، ص ۳۴۹۔

۴۔ حیاۃ الحیوان، جلد ۱، ص ۱۷۰، تاریخ طبری۔

۵۔ طبقات ابن سعد، جلد ٦، ص ٦٦۔

٦۔ مروج الذہب، جلد ۳، ص ۴۷۔

حجّاج نے معاشرہ کے بہت سے قاریان قرآن اور عابد وزاہد لوگوں کو تہہ تیغ کر دیا کیونکہ انہوں نے ''ابن اشعث'' کے قیام کی تائید کی تھی، وہ سب حجّاج کے ہاتھوں دردناک طریقہ سے درجہ سے شہادت پر فائز ہوئے ان میں سے کوفہ کے مشہور ومعروف عالم وزاہد سعید بن جبیر تھے، چنانچہ جب سعید بن جبیر کی شہادت کی خبر حسن بصری تک پہنچی تو انھوں نے کہا: خدا کی قسم! سعید بن جبیر اس زمانہ میں قتل ہوئے کہ مشرق سے مغرب تک رہنے والے ہرانسان ان کے علم کے محتاج تھے۔(۱)

بہت سے مشہور ومعروف علماء اور دانشوروں نے حجّاج کے کفر والحاد کا حکم صادر کر رکھا تھا. جن میں سے سعید بن جبیر نخعی، مجاہد، عاصم بن ابی النجو داور شعبی وغیرہ۔(۲)

یہ حکم اس وجہ سے تھا کہ اس نے پیغمبر اکرم ﷺ کی توہین کی تھی اور عبدالملک بن مروان کو فضیلت کے لحاظ سے پیغمبر اکرم ﷺ سے افضل مانتا تھا. یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب اس نے لوگوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا: پروردگارا! کیا تیر رسول افضل ہے یا تیرا خلیفہ.( کیونکہ رسول سے اس کی مراد پیغمبر اکرم ﷺ اور خلیفہ سے مراد عبدالملک بن مروان تھا)۔(۳)

جو شخص پیغمبر اکرم ﷺ کی زیارت کے لئے جاتا تھا حجّاج اس کی مذمت کرتا تھا اور اس کا اس طرح مذاق اڑاتا تھا: خدا ان کو ہلاک کرے جو چند لکڑیوں اور بوسیدہ ہڈیوں کا طواف کرتے ہیں، کیوں وہ لوگ امیر المومنین عبدالملک کے محل کا طواف نہیں کرتے؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ رسول کا جانشین، رسول سے بہتر اور افضل ہوتا ہے.!(۴)

اس خبیث (حجّاج بن یوسف) کی حکومت کا زمانہ ظلم وجور اور جرائم سے بھرا ہوا تھا. وہ شیعوں کو بہت آزار و اذیت دیتا تھا اور ان کو قتل کر کے ان کے اہل خانہ کو عزادار اور غم زدہ بنا دیتا تھا، چنانچہ اس موقع پر عبدالملک

---

۱۔حیاۃ الحیوان، جلد۱، ص۱۷۱۔

۲۔تہذیب التہذیب، جلد۲، ص۲۱۱۔

۳۔النزاع والتخاصم، مقریزی، ص۲۷، رسائل، جاحظ، ص۲۹۷۔

۴۔شرح نہج، جلد۱۵، ص۲۴۲۔

بن مروان نے اس کو خط لکھا اور اس سے کہا: مجھے عبد المطلب کی اولاد کے قتل سے معاف رکھ، کیونکہ ان کا خون بہانے سے جنگ اور مقابلہ کا علاج نہیں ہے، چونکہ میں نے بنی حث کا حشر دیکھا ہے کہ جب انھوں نے حسین بن علی [علیہ السلام] کو قتل کر دیا تو ان کے خاندان سے حکومت جاتی رہی۔(۱)

لیکن پھر حجّاج علویوں اور شیعوں کو آزار واذیت دیتا رہتا تھا اور ان کے قتل وغارت سے باز نہیں آتا تھا، اس نے اتنا خطرناک سلوک کیا کہ لوگ اس بات کو زیادہ پسند کرتے تھے کہ ان کو شیعہ علی نہ کہہ کر کافر وزندیق کہا جائے۔(۲)

مورخین کہتے ہیں: حجّاج کے نزدیک ہونے کا سب بہترین راستہ یہ تھا کہ اس کے پاس جاکر امام امیر المومنین علیہ السلام کی برائی کی جائے. جیسا کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک روز معاشرہ کا ایک ذلیل وخوار شخص (جو اس کا نمک خوار تھا) اس کے پاس آیا اور حجّاج کے پاس جاکر بلند آواز میں کہا:

''اے امیر! میرے خاندان نے مجھ پر ستم کیا ہے اور میرا نام علی رکھ دیا ہے، اب میں فقیر ومسکین اور امیر کی مدد کا محتاج ہوں.'' جیسے ہی حجّاج نے یہ سنا تو بہت خوش ہوا اور اس سے کہنے لگا: تو نے ایک بہت بہترین نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی وجہ سے میں تجھ کو فلاں علاقہ کا حاکم قرار دیتا ہوں۔(۳)

بہر حال اس جلاّد کی حکومت کے زمانہ میں اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والوں کو تہہ تیغ کیا گیا اور ان کے سروں کو نوک نیزہ پر بلند کیا گیا، وہ شیعوں کو بہت زیادہ آزار واذیت دے کر قتل کرتا تھا، وہ شیعوں کو پتھروں کے نیچے سے بھی تلاش کر لیتا تھا اور بہت سے لوگوں کو قید خانہ میں ڈال دیتا تھا.حجّاج نے معاشرہ میں قتل و غارت کا ماحول پیدا کر دیا تھا یہاں تک کہ زیاد بن ابیہ اور اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کے زمانہ میں ایسا قتل وغارت نہیں ہوا ہے۔

چنانچہ اس ظالم وجابر حاکم کے زمانہ میں کوفہ میں بہت زیادہ مصائب ڈھائے گئے ہیں وہ کوفہ میں رہنے

---

۱۔العقد الفرید، جلد۳،ص۱۴۹۔

۲۔شرح نہج البلاغہ،ابن ابی الحدید،جلد۱۱،ص۴۳۔۴۴،تاریخ الشیعة ،ص۴۰۔

۳۔حیاة الامام الحسن بن علی،جلد۲،ص۳۳۶۔

والوں کو ذرا سے گمان یا معمولی سے الزام کی وجہ سے قتل کر ڈالتا تھا، حجّاج نے کوفہ میں ایک بہت خطرناک تقریر کی، جبکہ اس تقریر کے شروع میں نہ تو حمد خدا کی اور نہ ہی پیغمبر اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجا، چنانچہ اس تقریر کے جملے یہ ہیں:

اے اہل عراق! اے اہل تفرقہ اور نفاق! اے دین سے منکر ہونے والو اور بد اخلاق! جان لو کہ امیر المومنین (یعنی عبد الملک) جب وہ اپنی کمان کے لئے تیر تلاش کر رہا تھا تو اس نے مجھے پایا اور اس نے سمجھ لیا کہ میں اس کی کمان کے لئے بہت مضبوط اور نہ ٹوٹنے والا تیر ہوں، تو اس نے میرے ذریعہ تمہارا نشانہ لیا، اس نے تمہاری سرپرستی کے لئے مجھے کوڑا اور تلوار دی لیکن کوڑا میرے ہاتھ سے گر چکا ہے اور فقط تلوار باقی ہے۔ (۱)

اس کے بعد حجّاج نے اضافہ کیا: خدا کی قسم! میں تمہارے درمیان خیرہ آنکھیں، اور بڑی بڑی گردنیں اور پکے ہوئے سر دیکھ رہا ہوں کہ ان سب کو چننے کا وقت آ گیا ہے، جان لو کہ میں وہی ہوں جو سروں کو گردنوں سے الگ کر دیتا ہے، میں اسی وقت عماموں اور داڑھیوں کو خون آلود دیکھ رہا ہوں. (۲) اور پھر یہ شعر پڑھا:

أنا ابْنُ جَلا و طلّاعُ الثنايا      متى أضعِ العِمامةَ تعرفوني

میں وہ مشہور، دانا اور صاحب نظر ہوں کہ اگر میدان عمل میں آؤ تو مجھے پہچان لوگے۔

اس جلاد کے دوسرے جرائم: وہ (حجّاج بن یوسف) ایک بڑا لشکر لے کر ابن زبیر سے جنگ کے لئے مکہ گیا اور چھ مہینہ اور سترہ دن تک مسجد الحرام کو اپنے گھیرے میں لے لیا، اس نے حکم دیا کہ کعبہ مقدس پر منجیق سے سنگ باراں کردو، چنانچہ اس کے لشکر والوں نے ''ابوقبیس'' نامی پہاڑ سے مسجد الحرام اور خانہ کعبہ پر پتھر پھینکنا شروع کر دیا۔ (۳)

حجّاج بن یوسف ثقفی کے قید خانے ایسے تھے جن میں قیدی نہ سردی سے محفوظ تھے اور نہ گرمی سے. اس کے علاوہ وہ طرح طرح کی سزائیں دیتا تھا، چنانچہ مورخین لکھتے ہیں: حجّاج بن یوسف کے قید خانوں میں

---

۱۔ تاریخ یعقوبی، جلد ۳، ص ۶۸۔

۲۔ مروج الذہب، جلد ۳، ص ۶۸۔

۳۔ تہذیب تاریخ دمشق، ابن عساکر، جلد ۴، ص ۵۰، تاریخ خلفاء، سیوطی، ص ۸۴، تاریخ ابن کثیر، جلد ۹، ص ۶۳۔

پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں قید تھیں، جن میں ۱۶۰۰۰ رغیر شادی شدہ تھے جبکہ عورت مرد ایک ہی قید میں رہتے تھے، (۱) حجّاج بن یوسف کے قیدیوں میں ۳۳۰۰۰ قیدی ایسے تھے جن کا کوئی جرم، قرض اور کوئی گناہ نہیں تھا (۲) [یعنی سیاسی قیدی تھے] وہ جب قیدیوں کو دیکھنے جاتا تھا اور وہ لوگ نالہ وشیون کرتے تھے، تو وہ ان کے جواب میں کہتا تھا: ''اخسأوا فیھا و لا تکلمون'' (۳) مجھ سے دور ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو [یہ جملہ سورہ مومنون کی آیت نمبر ۱۰۸ کی طرف اشارہ ہے، جو اہل جہنم کے لئے کہا جائے گا] حجّاج نے اپنے اس جملہ سے قیدیوں کو دوزخیوں سے اور اپنے کو غرور و تکبر کی بنا پر خداوند عالم کی شبیہ قرار دیا۔ تمام مسلمان حجّاج کی موت کی خبر سے بہت خوش ہوئے، تمام لوگوں کی لعنت ہو اس پر اس کے مرنے کے دن سے روز قیامت تک۔

## امام باقر علیہ السلام اور عبد الملک بن مروان

عبد الملک نے حاکم یثرب کو حکم دیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو گرفتار کر کے حفاظت کے ساتھ میرے پاس پہنچادے، حاکم کوفہ نے عبد الملک کے اس حکم میں شک و تردد کا اظہار کیا، اس نے مصلحت اس میں دیکھی وہ کہ کسی طرح اس حکم کو واپس کرادے، چنانچہ اس نے عبد الملک کو خط لکھا:

''میں آپ کو جو یہ خط لکھ رہا ہوں اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں آپ کے حکم کا مخالف ہوں، لیکن میرا یہ احساس ہے کہ ہمدردی اور آپ کی بھلائی کے لئے کچھ عرض کروں، جس شخصیت کو آپ نے مجھ سے طلب کیا ہے اس سے زیادہ پاک و پاکیزہ اور متقی و پرہیز گار پوری دنیا میں نہیں ہے، کیونکہ جب وہ محراب عبادت میں جاتے ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو پرندے اور وحشی حیوانات بھی ان کی آواز کو سن ان کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں، ان کی قرائت قرآن، مزامیر آل داوٗد (۴) کے مشابہ ہے، یہ شخص سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ مہربان ہے، وہ عبادت خدا کے لحاظ سے بھی تمام لوگوں میں سب سے زیادہ کوشش

---

۱۔ حیاۃ الحیوان، دمیری، جلد ۱، ص ۱۷۰۔
۲۔ معجم البلدان، جلد ۵، ص ۳۴۹۔
۳۔ تہذیب التہذیب، جلد ۲، ص ۲۱۲۔
۴۔ مزامیر، ان دعاؤں اور مناجات کو کہا جاتا ہے جن کو حضرت داؤد علیہ السلام ترنم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، جن کے مجموعہ کو زبور کہا جاتا ہے۔ (مترجم)

کرنے والا ہے، میں مصلحت نہیں سمجھتا کہ امیر المومنین ایسے شخص کے بارے میں کوئی قدم اٹھائیں، کیونکہ خداوند عالم جب تک کسی قوم کے انجام کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے سرانجام کو خود نہ بدلنے کی کوشش کرے۔

جس وقت یہ خط عبدالملک کے پاس پہنچا تو وہ حضرت امام باقر علیہ السلام کی گرفتاری سے باز آگیا اور حاکم مدینہ کی باتوں کو صحیح مان لیا۔(۱)

## حضرت امام باقر علیہ السلام اور اسلامی سکّہ کا مسئلہ

حضرت امام باقر علیہ السلام نے عالم اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ کی کہ اسلامی ملکوں میں روم کے رائج سکّوں سے نجات دلائی، کیونکہ اس زمانہ میں روم میں سکّے بنائے جاتے تھے اور جن پر عیسائیوں کی مخصوص نشانی ہوتی تھی، امام علیہ السلام نے سکّوں پر اسلامی نشانی ثبت کرائی، اور روم کی حکومت کا سکّہ بند کرادیا۔

اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ایک روز عبدالملک بن مروان ایک نقش شدہ کاغذ کو دیکھ رہا تھا جس کو کسی مصری نے نقش کیا تھا، اس نے اس کاغذ کو ترجمہ کے لئے دیا تاکہ اس کا عربی میں ترجمہ کیا جائے، جس وقت اس نقش کا ترجمہ عربی زبان میں عبدالملک کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو وہ متوجہ ہوا کہ اس پر عیسائیوں کا نعرہ ''پدر، پسر اور روح القدس'' لکھا ہوا ہے۔

بہت ناراض ہوا اور حاکم مصر عبدالعزیز بن مروان کو ایک خط لکھا کہ ان نقشوں کو محو کردے اور جو خطاط کاغذ اور کپڑوں یا دوسری چیزوں پر نقش و نگار بناتے ہیں ان کو حکم دیا کہ ان پر نعرہ توحید لکھیں اور جن چیزوں پر لکھا جاسکتا ہے ان تمام پر آیہ شریفہ ﴿شهد الله انه لا إله الا الله﴾ نقش کریں. اس نے اپنے اسلامی ملک کے تمام گورنروں کو حکم دیا کہ عیسائیوں کے جتنے بھی کاغذوں پر نقش موجود ہیں ان کو منسوخ کردیں اور اس

۱۔ الدر النظیم، ص ۱۸۸، اور ضیاء العالمین، دوسرا حصہ، حضرت امام باقر علیہ السلام کی سوانح حیات۔

بعد جس کے پاس بھی کاغذ پر یہ نشان مل گیا تو اس کو سزا دی جائے گی۔
خطاط لوگ کاغذوں اور کپڑوں پر نقش توحید چھاپنے میں مشغول ہوگئے اور اس طرح کے کاغذ اور کپڑے پوری دنیا میں پھیل گئے، چنانچہ جب یہ شعار کاغذ اور کپڑوں پر نقش ہوکر روم پہنچے اور بادشاہ روم کو معلوم ہوا تو غیظ و غضب سے اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں اور اس نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا:
قدیم زمانہ سے مصر میں کاغذوں پر رومی علامتیں ہوتی تھیں لیکن تم نے ان سب کو باطل کردیا لہٰذا یا تو تم سے پہلے خلفاء غلط کام انجام دیتے رہے ہیں یا تم نے یہ کام غلط کیا ہے، اگر گزشتہ خلفاء کا یہ کام صحیح تھا تو تمہارا یہ کام غلط ہے، تمہیں ان دو کاموں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا، میں تمہارے لئے مناسب تحفہ بھیج رہا ہوں اور تم سے یہ چاہتا ہوں کہ تمام گراں بہا چیزوں پر جو نقش موجود تھے ان کو دوبارہ اسی حالت پر لوٹا دو، تاکہ میں تمہارا شکر گزار بنوں اور میرے تحفہ کو قبول کرنا۔
جس وقت یہ خط عبدالملک کے پاس پہنچا اور اس نے بادشاہ روم کا خط پڑھا تو بادشاہ روم کے قاصد سے کہا: بادشاہ روم کے خط کا جواب نہیں دیا جائے گا اور اس کے تحفہ کو بھی قبول نہ کیا. بادشاہ روم کا قاصد روم واپس پلٹ گیا اور بادشاہ روم کو عبدالملک کا جواب سنایا، بادشاہ روم نے دوگنا تحفے دے کر دوبارہ عبدالملک کو خط لکھا اور اپنی خواہش کی تکرار کی، جس وقت قاصد عبدالملک کے پاس آیا، عبدالملک نے دوبارہ اس کے تحفوں کو قبول نہ کیا اور اپنے کام میں مصمم ہوگیا، قاصد بادشاہ روم کے پاس واپس گیا اور اس سے کہا: عبدالملک نے تمہارے تحفوں کو قبول نہیں کیا ہے. بادشاہ روم نے پھر ایک خط عبدالملک کو لکھا اور اس مرتبہ خط میں اس کو تنبیہ کی، اور خط میں اس طرح تحریر کیا:
تم نے میرے خط اور تحفوں کو ذلیل سمجھا اور میری حاجت پوری نہیں کی، میرا یہ گمان تھا کہ تم نے تحفوں کو کم سمجھا جس کی وجہ سے میں نے دوگنا کردیا، لیکن تم نے پھر بھی قبول کرنے سے انکار کردیا میں تیسری مرتبہ تحفوں کو دوگنا کررہا ہوں. لیکن قسم حضرت مسیح کی کہ اگر تم نے نقش شدہ چیزوں کو ان کی پہلی حالت پر نہیں لوٹایا تو میں حکم دیدوں گا کہ جو سکے روم میں بنتے ہیں اور تمہارے یہاں بھی رائج ہیں ان کو بدل دیا جائے تو تم جانتے ہو کہ صرف میرے ہی ملک میں سکوں کی ڈھلائی ہوتی ہے اور سکوں پر وہی چیز نقش کی جاتی ہے

جس کا حکم میں دیتا ہوں، لہٰذا میں حکم صادر کر دوں گا کہ درہم و دینار پر ایسے جملے لکھے جائیں جو تمہارے پیغمبر کی شان کے خلاف ہوں، اور جب وہ سکّے تمہارے پاس جائیں گے اور ان کے نقش کو پڑھو گے تو پھر تم اپنی پیشانی پر عرق ندامت دیکھو گے، اور اس وقت یہ تمنا کرو گے کہ اے کاش میں نے بادشاہ روم کے تحفوں کو قبول کر لیا ہوتا اور اس کی بات کو مان لیا ہوتا اور کاغذوں کے نقشوں کو ان کی اصلی حالت پر پلٹا دیا ہوتا. لیکن اگر تم نے میری بات کو مان لیا تو گویا یہ میرے لئے ایک بہت بڑا تحفہ ہوگا، اور یہ بات ہم دونوں تک محدود رہے گی۔.

جس وقت عبدالملک نے بادشاہ روم کا خط پڑھا تو زمین اس پر تنگ ہوگئی اور بہت پریشان ہوگیا، چنانچہ اس نے کہا: میرا گمان ہے کہ میں عالم اسلام کا سب سے بُرا آدمی ہوں کیونکہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ستم کیا اور اس بات کا باعث بنا کہ یہ کافر آنخضرتؐ کی شان میں گستاخی کرے اور اگر بادشاہ روم نے یہ کام کر دیا تو روز قیامت اس کی لعنت و ملامت میری گردن پر رہے گی، کیونکہ بادشاہ روم نے اس مرتبہ بہت سخت چیلنج کیا ہے اور اگر اس طرح کے سکّے ڈھال دئے گئے تو پوری دنیا میں رائج ہو جائیں گے۔

عبدالملک نے عالم اسلام کے اہم شخصیات کو جمع کیا اور ان لوگوں کے سامنے اپنی مشکل رکھی، لیکن کوئی بھی قطعی راہ حل نہیں دے سکا اور کوئی بھی مشکل حل نہیں کر سکا، اس موقع ''روح بن زنباع'' نامی شخص نے اس سے کہا: اے عبدالملک! تو اس مشکل سے چھٹکارے کے بارے میں جانتا ہے لیکن اس کو دانستہ طور پر ترک کر رہا ہے، عبدالملک نے اس بات کا انکار کیا اور کہا: وائے ہو تجھ پر، مجھے اس مشکل کا راہ حل معلوم نہیں ہے، تو روح بن زنباع نے اس سے کہا: تجھے اہل بیت علیہم السلام کی موجودہ شخصیت حضرت امام باقر [علیہ السلام] سے مدد لینا چاہئے۔

عبدالملک نے اس کی بات کی تصدیق کی اور اقرار کیا اور اس کے نظریہ کو سراہا، لیکن اس نے کہا: میں نے ان کی طرف دھیان نہیں دیا، چنانچہ اس نے فوراً یثرب کے گورنر کو خط لکھا اور حکم دیا کہ حضرت امام باقر علیہ السلام کو نہایت ادب و احترام کے ساتھ میرے پاس بھیج دو اور ایک لاکھ درہم حضرت کی خدمت میں پیش کئے جائیں. جس وقت یہ خط حاکم یثرب کے پاس پہنچا تو اس نے اس ذمہ داری پر عمل کیا اور حضرت امام محمد

باقر علیہ السلام کو یثرب سے دمشق کے لئے روانہ کر دیا۔ چنانچہ جب امام علیہ السلام دمشق پہنچے تو عبد الملک بن مروان نے حضرت کا استقبال کیا اور آپ کا بہت احترام کیا اور آپ کی خدمت میں مشکل بیان کی، چنانچہ امام باقر علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

''لا یعظم هذا علیک فانه لیس بشیءٍ من جهتین: احداهما إن الله عزّ و جلّ لم یکن لیطلق ما تهدد به صاحب الروم فی رسول الله (صلی الله علیه وسلم) والاخری وجود الحیلة فیه''.

''اس مشکل کی وجہ سے خود کو پریشان نہ کر، کیونکہ یہ کوئی بہت بڑی مشکل نہیں ہے، دو وجہوں سے: پہلی وجہ یہ ہے کہ خداوند عالم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو کا حافظ ہے، وہ بادشاہ روم کو اس کام میں کامیابی نہیں دے گا، دوسرے یہ کہ اس مشکل کی راہ حل موجود ہے۔

عبد الملک بن مروان نے کہا: آپ کی نظر میں راہ حل کیا ہے؟

تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

قال (علیه السلام) تدعوفي هذه الساعة بصنّاع فیضربون بین یدیک سککاً الدراهم والدنانیر،وتجعل النقش صورة التوحید و ذکر رسول الله احدهما في وجه الدرهم، والآخر فی الوجه الثاني،و تجعل في مدار الدرهم والدینار ذکر البلد الذي یضرب فیه، والسنة التی یضرب فیها، وتعمد الی وزن ثلاثین درهماً عدداً من الاصناف الثلاثة الی العشرة منها وزن عشرة مثاقیل، وعشرة منها وزن ستة مثاقیل، وعشرة منها وزن خسمة مثاقیل، فتکون اوزانها جمیعاً واحداً وعشرین مثقالاً، فتجزئها من الثلاثین فیصیر العدة من الجیمع وزن سبعة مثاقیل، وتصب صنجات من قواریر لا تستحیل الی زیادة ولا نقصان، فتضرب الدراهم علی وزن عشرة، والدنانیر علی وزن سبعة مثاقیل، وتصب صنجات من قواریر لا تستحیل الی زیادة ولا نقصان، فتضرب الدارهم علی وزن عشرة، والدنانیر علی وزن سبعة مثاقیل...وأمره بضرب السکة علی هذا اللون فی جمیع مناطق العالم الاسلامي، وأن یکون التعامل بها،و تلغی السکة الاولیٰ،

ويعاقب بأشد العقوبة من يتعامل بها، وترجع الى المعامل الاسلامية لتصب ثانياً على الوجه الاسلامي.''

''ابھی تو صنعت گروں کو بلالے اور درہم و دینار کے سکّوں کو ڈھالیں' سکّوں کے ایک طرف توحید اور دوسری طرف رسول اکرم ﷺ کی رسالت کا ذکر ہو اور درہم و دینار کے کناروں پر اس شہر کا نام لکھا جائے جس میں یہ سکہ ڈھالے گئے ہیں اور ان کے ڈھالنے کا سال لکھا جائے، تیس سکّے تیس درہم کے وزن کے برابر، تین قسم کے سکّے، ایک درہم، پانچ درہم اور دس درہم، ہر ایک میں سے دس لو اور ان میں سے دس، دس مثقالی ہوں، اور ان میں سے دس، چھ مثقالی، اور دس، پانچ مثقالی ہوں جن کا تمام وزن اکیس مثقال ہو، اور جب تیس سکّوں کو کہ جو تینوں قسم کے ہوں تقسیم کریں تو ۷ کا عدد نکلتا ہے جو سات مثقالی درہم کے وزن اور دس مثقالی دینار کا وزن ہے، اور شیشوں سے سانچہ بنایا جائے تا کہ گرمی اور ڈھلائی سونے چاندی میں کمی نہ ہونے دے، لہٰذا درہم کو دس اور دینار کو سات مثقال کے وزن کا ڈھالا جائے....''

اور حضرت امام باقر علیہ السلام نے عبدالملک کو حکم دیا کہ اس طرح سکّوں کو ڈھالا جائے اور تمام اسلامی شہروں میں یہ سکّے رائج کئے جائے، اسی طرح امام علیہ السلام نے حکم دیا کہ روم کے گزشتہ سکّوں کو بے اعتبار کر دیا جائے اور اگر کوئی ان سے خرید و فروخت کرے تو اس کے لئے سخت سزا رکھی جائے۔ اور پرانے سکول کو نئی شکل میں ڈھلاتی کے لئے کارخانوں میں بھیج دیا جائے۔

عبدالملک نے امام علیہ السلام کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اس طرح سکّے ڈھلوائے اور خود کو اس مشکل سے نجات دی، جس وقت بادشاہ روم کو یہ خبر ملی تو پریشان اور حیران رہ گیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں پر غلبہ کا کوئی راستہ باقی نہیں ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے نقشہ کے مطابق ڈھلنے والے سکّے تمام اسلامی ملکوں میں ایسے رائج ہوئے کہ عباسیوں کے زمانہ تک یہ سکّے رائج تھے۔(۱)

البتہ ابن کثیر کا کہنا ہے: سکّوں کے سلسلہ میں یہ منصوبہ بندی امام زین العابدین علیہ السلام نے کی تھی (۲)

---

۱۔ حیاۃ الحیوان، دمیری، جلد ۱، ص ۹۱ تا ۹۲، المحاسن والاضداد، بیہقی، المطالعۃ العربیۃ، جلد ۱، ص ۳۱۔

۲۔ البدایۃ والنہایۃ، جلد ۹، ص ۶۸۔

لیکن کوئی مانع نہیں ہے کہ اس مسئلہ کا منصوبہ امام زین العابدین علیہ السلام نے پیش کیا ہو اور آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کو عملی جامہ پہنایا ہو۔

بہر حال عالم اسلام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا مرہون منت ہے کہ آپ نے عیسائیوں کی مخصوص نشانی کے سکّوں سے نجات دلائی۔

بہر حال عبدالملک بن مروان بیمار ہوا اور اسی بیماری میں اس کی موت ہوگئی. اس نے اپنے بعد کے لئے اپنے بیٹے ولید کو خلافت کے معین کیا، اس نے اپنے بیٹے ولید کو وصیت کی اور حجّاج کے بارے میں ایک اچھی سفارش کی. عبدالملک نے اپنے بیٹے ولید سے کہا: حجاج کو ہمیشہ مدّ نظر رکھنا اور اس کا احترام کرنا کیونکہ اسی نے تمہارے لئے اس تخت و تاج کو تیار کیا ہے، اے ولید تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ حجاج تیری تلوار ہے اور جس سے تو مقابلہ کرنا چاہتا ہے اس کے مقابلہ میں یہی تیری طاقت ہے، لہٰذا حجاج کے بارے میں کسی سے بدگوئی اور برائی کو نہ سننا، اور تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ تو حجاج کا زیادہ محتاج ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ تیرا محتاج ہو، اے میرے بیٹے! جب میری موت آجائے تو لوگوں سے اپنی بیعت لینا اور جو جیسا جواب دے اسے تو بھی اسی طرح جواب دینا (۱) یعنی اگر بیعت کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ تلوار سے کام لینا۔

عبدالملک بن مروان کی یہ وصیت اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ وہ ظلم و ستم اور برائیوں سے کس قدر دلچسپی رکھتا تھا یہاں تک کہ مرض الموت میں بھی حجاج جیسے جلاد کو نزدیک رکھنے کی وصیت کرتا ہے۔

حسن بصری سے عبدالملک بن مروان کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے جواب دیا: میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں کہ جس کے گناہوں میں سے ایک گناہ حجاج تھا۔ (۲)

## ولید بن عبدالملک

ولید بن عبدالملک سن ۸۶ ہجری میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد تخت خلافت پر قابض ہوگیا. اس میں کسی بھی طرح کی کوئی شرافت کی نشانی اور کوئی ایسی فضیلت نہیں تھی کہ اس کو خلافت کا مستحق مانا جاتا. بلکہ وہ صرف

---

۱۔ تاریخ الخلفاء، سیوطی، ص ۲۲۰۔
۲۔ تاریخ ابی الفداء، جلد ۱، ص ۲۰۹۔

ظالم و جابر اور جلاد شخص تھا(۱) یہاں تک کہ وہ صحیح طور پر بول بھی نہیں سکتا تھا، چنانچہ مسجد نبوی میں تقریر میں اس نے کہا: "یا اهلُ المدینة" ، (لام پر پیش کے ساتھ) جبکہ عربی قواعد کے مطابق لفظ''اہل'' کے لام کو زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، کیونکہ علم نحو کے مطابق منادائے مضاف منصوب ہوتا ہے، یعنی اس کو زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک روز تقریر کرتے ہوئے کہا: "یا لیتها کانت القاضیة" اور لفظ'' کانت'' کے'' ت'' پر پیش پڑھا عمر بن عبدالعزیز حاضر تھا اس نے کہا: ہمیں تجھ سے سکون مل جاتا تو بہتر تھا(۲) عبدالملک بن مروان اپنے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے ولید کی ان عربی غلطیوں کی وجہ سے ملامت کرتا تھا اور اس سے کہتا تھا: اگر کوئی صحیح عربی میں تقریر نہ کر سکے تو وہ عرب کا خلیفہ کیسے بن سکتا ہے. اور اسی وجہ سے اس نے علم نحو کے چند علماء کو جمع کیا اور ایک گھر میں ان کو ولید کے ساتھ بھیج دیا اور حکم دیا کہ چھ ماہ تک اس کو نحو کی تعلیم دی جائے. لیکن جب وہ چھ ماہ کے بعد اس گھر سے نکلا تو پہلے سے زیادہ جاہل تھا۔(۳)

عمر بن عبدالعزیز اپنی حکومت کے زمانہ میں ولید کے بارے میں اس طرح کہتا تھا اور اس کی ملامت کرتا تھا: بے شک ولید ان لوگوں میں سے ہے کہ زمین جن کی وجہ سے ظلم و جور سے بھر گئی ہے۔(۴) اسی طرح مورخین نے لکھا ہے: ولید بن عبدالملک بہت سے نکاح کرتا تھا اور بہت زیادہ طلاق دیتا تھا، کیونکہ کہا گیا ہے: کنیزوں کے علاوہ اس نے ۶۳ عورتوں سے عقد کیا تھا۔(۵)

ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں حجاج بن یوسف ثقفی جلاد نے مشہور و معروف تابعین میں سے سعید بن جبیر کو ظالمانہ انداز میں قتل کیا، چنانچہ سعید بن جبیر کا قتل ان خطرناک حوادث میں سے تھا جس سے عالم اسلام پر

---

۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۲۲۳۔

۲۔ تاریخ ابن الاثیر، جلد ۴، ص ۱۳۸۔

۳۔ تاریخ ابن الاثیر، جلد ۴، ص ۱۳۸۔

۴۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۲۲۳۔

۵۔ الاناقۃ فی مآثر الخلافۃ، جلد ۱، ص ۱۳۳۔

خوف و وحشت طاری ہوا۔

ولید بن عبد الملک کی خلافت کی مدت نو سال اور سات ماہ تھی، وہ ''دیر مروان'' نامی جگہ پر سن ۹۶ ہجری میں ۴۵ سال کی عمر میں مر گیا۔(۱)

ولید بن عبد الملک کے مرنے کے بعد اس کے بھائی سلیمان بن عبد الملک کی اپنے باپ کی وصیت کے مطابق جمادی الاخریٰ سن ۹۶ ہجری میں بیعت ہوئی. اور جب سلیمان بن عبد الملک نے حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تو آل حجاج کی مخالفت شروع کی اوران کو بہت زیادہ سزائیں دیں، اس نے عبد الملک بن مہلّب کو حکم دیا کہ ان کو سزا اور شکنجہ دے(۲) سلیمان بن عبد الملک نے حجاج کے تمام کارندوں کو معزول کردیا، اور اس نے حجاج کے قید خانوں سے ایک ہی دن میں اکیاسی ہزار لوگوں کو آزاد کردیا، اوران کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جائیں، اس نے تیس ہزار بے گناہ اور تیس ہزار عورتوں کو قید خانوں میں پایا(۳) البتہ یہ کام سلیمان بن عبد الملک کا لوگوں کی نسبت ایک اچھا کام تھا اور اس کا ایک لطف وکرم تھا۔

لیکن یہی شخص لوگوں سے ٹیکس وغیرہ لینے میں بہت سختی سے کام لیتا تھا اور بہت زیادہ ٹیکس وصول کرتا تھا، اس نے حاکم مصر اسامہ بن زید تنوخی کو خط لکھا: ان سے اتنا دودھ دُوہ لو تاکہ دودھ تمام ہو جائے اوران کا اتنا خون نکال لو کہ خون بند ہو جائے. چنانچہ اسامہ نے جتنا ٹیکس اور محصول حاصل کیا تھا سلیمان بن عبد الملک کے پاس لایا اور کہا: یہ ٹیکس حاصل کرنے کی وجہ سے لوگوں میں غربت کا احساس ہو رہا ہے، لہٰذا ان سے نرمی کا سلوک کیا جائے اوران کے ساتھ سخت رویہ نہ اپنایا جائے، ان کے ٹیکس میں چھوٹ دی جائے تاکہ ان کے شہر آباد ہو جائیں، اور اس سال کی کمی آئندہ سال پوری ہو سکے. یہ سن کر سلیمان اس کے اوپر چلایا اور کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے! ان کو اتنا دُوہ لے تاکہ دودھ تمام ہو جائے، اور جب ان کا دودھ تمام ہو جائے تو ان کا خون چوسنا شروع کردے۔(۴)

---

۱۔ تاریخ ابن الاثیر، جلد۴، ص۱۳۸۔
۲۔ تاریخ ابن الاثیر، جلد۴، ص۱۳۸۔
۳۔ تاریخ ابن عساکر: ج۵، ص۸۰۔
۴۔ الجھشیاری، ص۳۲۔

سلیمان بن عبدالملک کی اس گفتگو سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ وہ اپنی رعایا کی نسبت بالکل بھی نرمی اور ان سے محبت نہیں رکھتا تھا. اس نے اپنے اس کام سے اسلامی معاشرہ کے اقتصاد کو برباد کر رکھا تھا اور اسلامی شہروں میں فقر و غربت اپنے عروج پر تھی۔

وہ بہت زیادہ خود پسند تھا، یہاں تک کہ ایک روز قیمتی اور فاخر لباس پہنے ہوئے کہتا ہے: میں ایک جوان اور صاحب ہیبت، کریم اور صاحب بخشش بادشاہ ہوں، اس موقع پر اس کی ایک کنیز اس کے سامنے آئی، تو سلیمان نے اس سے خطاب کرتے ہوئے کہا: تو امیر المومنین کو کیسا پاتی ہے؟!!

اس کنیز نے جواب دیا: میں آپ کو اپنی جان اور نور چشم دیکھتی ہوں، اگر شاعر نے نہ کہا ہوتا...

سلیمان نے کہا: شاعر نے کیا کہا ہے؟

کنیز نے جواب دیا: شاعر نے کہا ہے:

أنتَ نعَم المتاعُ لو كنتَ تبقىٰ　　　غيـرَ أنْ لا بـقـاءَ لـلانسـانِ

ليـسَ فيما بَدا لَنا منک عيبٌ　　　عـابَـهُ الـنـاسُ غيرَ أنک فاني

''آپ ہر لحاظ سے اچھے اور شائستہ ہیں اگر اس دنیا میں باقی رہیں، لیکن کوئی بھی انسان اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے باقی نہیں رہے گا، ہمیں آپ کی شکل وصورت میں کوئی عیب نہیں دکھائی دیتا، اور کوئی غیر بھی آپ کے اندر کوئی عیب نہیں پا سکتا، مگر یہ کہ آپ اس دنیا سے جانے والے ہیں اور فنا ہونے والے ہیں''۔

سلیمان بن عبدالملک کے لئے یہ شعر گویا بجلی کی طرح موثر واقع ہوئے. اور موت کا تصور کر کے اس کا غرور اور نشہ ختم ہو گیا اس کے کچھ ہی دنوں بعد وہ ہلاک ہو گیا۔(۱)

سلیمان بن عبدالملک کی خلافت دو سال اور پانچ ماہ اور پانچ روز تھی. اس کا انتقال ۲۰ رصفر المظفر بروز جمعہ سن ۹۹ ہجری کو ہوا۔(۲)

---

۱۔ مروج الذہب، جلد ۳، ص ۱۱۳۔

۲۔ تاریخ ابن الاثیر، جلد ۴، ص ۱۵۱۔

## عمر بن عبد العزیز

سلیمان بن عبد الملک کے بعد خود اس کی وصیت کے مطابق اموی حکومت عمر بن عبد العزیز تک پہنچی، عمر بن عبد العزیز ۲۰ رصفر المظفر سن ۹۹ ہجری روز جمعہ تخت خلافت پر بیٹھ گیا (۱) لوگوں نے اس کی مختصر سی خلافت کی مدت میں نسبتاً چین وسکون کا سانس لیا ہے، عمر بن عبد العزیز نے بنی مروان کے ظلم وستم کو تھوڑا بہت تلافی کیا ہے، وہ ایک صاحب تجربہ اور پختہ انسان تھا جس نے گزشتہ خلفاء سے سبق حاصل کیا تھا. اس نے لوگوں سے سیاست کا ایسا برتاؤ کیا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

عمر بن عبد العزیز کی شخصیت اور اس کی حکومت کے کچھ خاص خصوصیات تھے جن کی وجہ سے وہ دوسرے اموری خلفاء سے ممتاز ہے، ہم یہاں پر ان خصوصیات کے خلاصہ بیان کرتے ہیں:

### ا۔ امام علی علیہ السلام پر سبّ وشتم سے ممانعت

اموی حکومت نے اپنی ابتداء ہی سے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام پر سبّ وشتم کی بنیاد رکھی اور ہمیشہ امام علی علیہ السلام کی عظمت گھٹانے کی کوشش کی. چنانچہ معاویہ اسی کام کو بنی امیہ کی حکومت وسلطنت کی بقاء کا باعث سمجھتا تھا (۲) کیونکہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام جن اصول اور اقدار کو نافذ کرنا چاہتے تھے وہ بنی امیہ کی سیاست کے مخالف تھے، اور ان اصول اور اقدار کا رائج ہونا اس بات کا باعث تھا کہ بنی امیہ کی سیاست کے خلاف لوگوں قیام کریں کیونکہ بنی امیہ کی سیاست ظلم وجور پر مبنی تھی، لہٰذا ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شخصیت اور اعتبار کو مجروح کریں۔

عمر بن عبد العزیز پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ اس کے آباء واجداد کی امام علی علیہ السلام کی نسبت یہ سیاست صحیح نہیں تھی. کیونکہ اسی گندی سیاست کی وجہ سے بنی امیہ کی حکومت کے لئے بہت سی پریشانیاں اور سختیاں پیش آئی تھیں. اور وہ لوگ اسی چیز کی وجہ سے بہت سی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے تھے، اسی وجہ سے عمر بن عبد

---

۱۔ نہایۃ الارب، جلد ۲۱، ص ۳۵۵۔

۲۔ تاریخ دمشق، جلد ۲، ص ۴۷، تاریخ الامم والملوک، جلد ۵، ص ۱۶۷ تا ۱۶۸۔

العزیز نے یہ طے کیا کہ اس غلطی کی تلافی کرے، لہٰذا اس نے تمام اسلامی علاقوں میں شدت کے ساتھ یہ حکم دیا کہ اب کوئی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام پر سبّ وشتم نہیں کرے گا، بلکہ سبّ وشتم کی جگہ خطبوں میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جائے گی:

﴿إِنَّ اللهَ يَأمُرُ بِالْعَدْلِ والإِحْسانِ وَإِيتاءِ ذي الْقُرْبىٰ﴾(۱)

''بے شک خداوند عالم عدل واحسان اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے''۔

خود عمر بن عبد العزیز نے اپنے اس کام کی دلیل اور حضرت علی علیہ السلام کی نسبت اپنے آباء واجداد کی طریقہ کو چھوڑنے کی دلیل یہ بیان کی ہے: جس وقت میرا باپ خطبہ دیتا تھا اور جب اس موقع پر پہنچتا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام پر سبّ وشتم کرے تو اس کی زبان میں لکنت پیدا ہو جاتی تھی، میں نے اپنے باپ سے کہا: آپ ہمیشہ بہت سلیس اور رواں خطبہ دیتے ہیں لیکن جب علی [علیہ السلام] کا ذکر آتا ہے تو آپ کی زبان میں لکنت پیدا ہو جاتی ہے، یہ سن کر اس نے جواب دیا: کیا تم اس مطلب کی طرف متوجہ ہوئے ہو؟ میں نے کہا: ہاں میں متوجہ ہوتا ہوں. میرے باپ نے کہا: اے بیٹا! یہ جتنے لوگ ہمارے ارد گرد جمع ہیں اگر ان کو علی بن ابی طالب [علیہ السلام] کے بارے میں وہ سب چیزیں معلوم ہو جائیں جو ہم جانتے ہیں تو یہ ہمارے پاس سے منتشر ہو جائیں گے اور اولاد علی کی طرف چلے جائیں گے۔

جس وقت عمر بن عبد العزیز نے خلافت کو اپنے ہاتھوں میں لیا تو اس نے حضرت علی علیہ السلام پر سبّ وشتم کرنے کی بدعت کو ختم کر دیا اور اس کو دنیا میں ذرا بھی رغبت نہیں تھی۔(۲)

عمر بن عبد العزیز کے اس طریقہ کار سے سب لوگ بہت زیادہ تعجب کرتے تھے اور اپنے آباء واجداد کے طریقہ کی مخالفت پر اس کی شجاعت کی داد دیتے تھے۔

## ۲۔علویوں کے ساتھ نیکی اور احسان

حکومت بنی امیہ نے اپنی ابتداء ہی سے ہمیشہ اہل بیت علیہم السلام کو ان کے حق محروم رکھنا اور ان علوی

---

۱۔سورہ نحل، آیت ۹۰۔

۲۔تاریخ ابن الاثیر، جلد ۴، ص ۱۵۴، حوادث سن ۹۹ھ۔

خاندان کو فقر و ناداری میں رکھنے کا فیصلہ کر رکھا تھا. یہاں تک علوی خاندان اور خاندان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فقر وغربت میں زندگی بسر کرتا رہا ہے، لیکن جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنا تو اس نے علویوں پر بہت زیادہ رحم وکرم اور بخشش کی. اس نے حاکم یثرب کو خط لکھا: دس ہزار دینار علویوں کے درمیان تقسیم کردو، حاکم مدینہ نے عمر بن عبد العزیز کے جواب میں لکھا: حضرت علی علیہ السلام کی اولاد قریش کے بہت سے قبیلوں میں پائی جاتی ہے، کن لوگوں میں یہ رقم تقسیم کی جائے؟ عمر بن عبد العزیز نے اس کو خط لکھا: جس وقت یہ میرا خط تمہارے پاس پہنچے تو وہ اولاد علی جو فاطمہ زہرا سے ہوں ان میں یہ رقم تقسیم کردے، بہت زمانہ سے ان کے حقوق ان تک نہیں پہنچے ہیں (۱). اور یہ حکومت اموی اور اہل بیت علیہم السلام کے درمیان پہلا صلہ رحم تھا۔

### ۳۔ فدک کا واپس کرنا

عمر بن عبد العزیز نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد سے غصب کیا ہوا فدک واپس لوٹا دیا. حالانکہ اس مدت میں بھی بہت سی زیاتیاں ہوئی اور فدک کو بہت سے نقصانات پہنچائے گئے ہیں، اور اس طولانی مدت میں آل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے فوائد سے محروم رہے ہیں، فدک کے واپسی کے سلسلہ میں تاریخ نے مختلف طرح سے بیان کیا ہے، منجملہ:

الف: جس وقت عمر بن عبد العزیز مدینہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لئے گیا اس نے یہ اعلان کرایا: جس کسی پر کوئی ظلم وستم ہوا ہے اور اپنی شکایت کے ساتھ حاضر ہو جائے اور اپنی شکایت خلیفہ کے سامنے پیش کرے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام عمر بن عبد العزیز کے پاس گئے، عمر بن عبد العزیز امام باقر علیہ السلام کے استقبال میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، اور آپ سے بغل گیر ہوا اور اپنی جگہ بٹھایا، اس وقت امام باقر علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

''إنما الدنیا سوق من الاسواق یبتاع فیھا الناس ما ینفعھم وما یضرھم، وکم قوم ابتاعوا

---

۱۔ الامام محمد الباقر علیہ السلام، جلد۲، ص ۴۷۔۴۸۔

ما ضرهم، فلم يصبحوا حتى أتاهم الموت فخرجوا من الدنيا ملومين لما لم يأخذوا ما ينفعهم في الاخرة، فقسم ما جمعوا لمن لم يحمدهم وصاروا الى من لايعذرهم، فنحن و الله حقيقون ان ننظر الى تلك الاعمال التى نتخوف عليهم منها، فنكف عنها، واتقِ الله، و اجعل في نفسك اثنتين، انظر الى ما تحب ان يكون معك اذا قدمت على ربك فقدمه بين يديك، وانظر الى ماتكره معك اذا قدمت على ربك فارمه وراءك، ولا ترغبن في سلعة بارت على من كان قبلك، فترجو ان يجوز عنك، و افتح الابواب، وسهل الحجاب وانصف المظلوم، ورد الظالم، ثلاثة من كن فيه استكمل الايمان بالله: من اذا رضي لم يدخله رضاه في باطل، ومن اذا غضب لم يخرجه غضبه من الحق، ومن اذا قدر لم يتناول ما ليس له ...''(۱)

''بے شک یہ دنیا ایک بازار ہے جس میں لوگ خرید وفروخت میں مشغول ہیں جو یا تو اس کے فائدہ میں ہے یا ان کے نقصان میں .لیکن بہت سے لوگ جو چیزیں خریدتے ہیں ان کے نقصان میں ہیں ہوتی ،لیکن جب مرنے کا وقت آتا ہے تو انھیں اس کے نقصان کا علم بھی نہیں ہوتا ، یہ لوگ دنیا سے اس حالت میں جاتے ہیں کہ اپنے ساتھ نہ لے جانے والی چیزوں اور آخرت میں کام آنے والی چیزوں کا ذخیرہ نہیں ہوتا جس پر وہ اپنی ملامت کرتے ہیں .لیکن جو چیزیں انھوں نے جمع کی تھی ان کو دوسروں کے درمیان تقسیم کردیں کہ وہ نعمت پر شکر گزار نہیں ہیں ،اور اپنے پرودگار کی بارگاہ میں خالی ہاتھ جاتے ہیں اور ان کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا .خدا کی قسم ! سزاوار ہے کہ ہم ان لوگوں پر نگاہ کریں اور ان کے اعمال کو دیکھیں ،تا کہ ہم بھی ایسی خریداری نہ کریں .لہٰذا پرہیز گاری کا راستہ اپنانا چاہئے اور خدا سے ڈرنا چاہئے اور تمہیں دو چیزوں کو [ ہمیشہ ] مدّ نظر رکھنا چاہئے :تم یہ دیکھو کہ کس چیز بارگاہ خداوندی میں لے جانا کو پسند کرتے ہو اور اس کو اپنے سے پہلے بھیج دو اور یہ دیکھو کہ جس روز تم خدا سے ملاقات کروگے کیا کیا چیزیں ناپسند تمہارے ساتھ ہیں ،لہٰذا ان کو چھوڑ دو اور ان کو اپنے ساتھ نہ لے جاؤ اور ایسی چیزوں میں رغبت نہ رکھو جو تمہارے بزرگوں سے تم تک

---

۱۔ المناقب ،جلد ۴ ،ص ۲۰۷ تا ۲۰۸۔

پہنچی ہیں اور انھوں نے تمہارے بزرگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا ہے، لہٰذا ان سے کوئی امید نہ رکھو، دروں کو کھول دو اور پردوں کو اٹھا دو، مظلوم کے ساتھ انصاف کرو اور ظلم و ظالم کو دور کر دو۔ [معلوم ہونا چاہئے کہ] جس شخص میں تین چیزیں پائی جائیں خدا پر اس کا ایمان مکمل ہے:

۱۔ انسان کی خوشی اس کو باطل کی طرف نہ لے جائے۔

۲۔ انسان کا غیظ و غضب اسے راہ حق سے دور نہ کرے۔

۳۔ جب انسان صاحب قدرت ہو جائے تو دوسروں پر ظلم و ستم نہ کرے''۔

جب عمر بن عبد العزیز نے امام باقر علیہ السلام کا کلام سنا تو اس نے قلم و کاغذ طلب کیا اور بسم اللہ کے بعد لکھا: اس طرح عمر بن عبد العزیز نے غصب شدہ فدک کو محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو واپس کر دیا۔

ب۔ جس وقت عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنا تو اس نے قریش اور دوسرے قبائل کے لوگوں کو اپنے پاس بلایا، ان سب کے سامنے کہا: تم سب لوگ جانتے ہو کہ فدک، رسول اکرم ﷺ کے قبضہ میں تھا، اور آنحضرت ﷺ نے مصلحت الٰہی کے تحت اس میں تصرف کیا، لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا، اور اپنے لحاظ سے اس میں تصرف کیا، اس کے بعد اسی طرح حضرت عمر نے بھی یہی کام انجام دیا لیکن عثمان نے اس کو مروان کو ہبہ کر دیا۔(۱) اور مدتوں بعد فدک میرے قبضہ میں آیا، لیکن یہ میرے مال نہیں ہے جو مجھ تک پہنچا ہے، میں تم لوگوں کو شاہد قرار دیتا ہوں کہ میں اس فدک کو پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے کی حالت میں واپس کر رہا ہوں۔(۲)

لیکن اس روایت میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے فدک کو علویوں کو واپس کیا ہو، بلکہ اس روایت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے فدک کو اسی حالت پر لوٹا دیا جس پر پیغمبر اکرم ﷺ عمل کرتے تھے، لیکن یہ بات واضح ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس باغ کو اپنی لخت جگر سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو ہبہ فرما چکے تھے، اور بی بی دو عالم، رسول اکرم ﷺ کے زمانہ

---

۱۔ اسی طرح اصل اور صحیح میں موجود ہے، پھر حضرت عثمان نے مروان کو ہبہ کر دیا۔

۲۔ تاریخ ابن کثیر، جلد ۴، ص ۱۶۴۔

میں دخل و تصرف کرتی تھیں لیکن حکومت وقت [خلیفہ اول] نے سیاسی مصلحت کی وجہ سے اسے غصب کرلیا تھا۔

ج۔ جس وقت عمر بن عبدالعزیز نے علویوں کو فدک واپس کرنے کا اعلان کیا تو بنی امیہ نے اس پر اعتراض کیا اور اس سے کہا: تو اس کام سے شیخین [حضرت ابوبکر اور حضرت عمر] پر گویا اعتراض کرر رہا ہے اور ان کی توہین کرر ہا ہے، اور ان کی طرف ظلم کی نسبت دے رہا ہے؟! چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے ان کے جواب میں کہا: میں اور تم دونوں اس بات کو صحیح مانتے ہیں کہ جناب فاطمہ زہرا [سلام اللہ علیہا] بنت رسول اکرم ﷺ نے فدک کی ملکیت کا دعویٰ کیا اور فدک ان کے قبضہ میں [بھی] تھا. اور یہ بھی جانتے ہیں کہ فاطمہ زہرا [سلام اللہ علیہا] کوئی ایسی خاتون نہیں تھیں کہ آنخضرت ﷺ کی طرف [معاذ اللہ] جھوٹ کی نسبت دیں، اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام، امّ ایمن اور امّ سلمہ نے اس بات کی گواہی بھی دی. میں خود بھی حضرت فاطمہ زہرا [سلام اللہ علیہا] کو اپنے دعویٰ میں صادق مانتا ہوں. یہاں تک کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں کسی گواہ کو بھی پیش نہ کرتیں. کیونکہ وہ سید نساء اہل الجنۃ ہیں. لہٰذا آج میں پیغمبر اکرم ﷺ سے تقرب حاصل کرنے کے لئے اس کو حضرت فاطمہ زہرا [سلام اللہ علیہا] کے وارثوں کو واپس کرتا ہوں، اور امیدوار ہوں کہ حضرت فاطمہ زہرا، حسن اور حسین [علیہم السلام] روز قیامت میری شفاعت کریں، اگر میں حضرت ابوبکر کی جگہ ہوتا اور جناب فاطمہؑ فدک کے دعویٰ کو میرے پاس لاتیں تو میں ان کے دعویٰ کی تصدیق کرتا. اور پھر اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو وہ فدک حوالہ کر دیا۔(۱)

## حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور عمر بن عبدالعزیز

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام عمر بن عبدالعزیز کے سامنے چند موقف آئے ہیں:

### ا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے عمر بن عبدالعزیز کے لئے خلافت کی پیشین گوئی کی تھی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ بننے سے پہلے اس کے لئے خلافت کی

ا۔ سفینۃ البحار، جلد ۲، ص ۳۷۲۔

پیشن گوئی فرمائی تھی اور اس تک بھی خبر پہنچائی تھی. چنانچہ جناب ابو بصیر کہتے ہیں: میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا. اچانک عمر بن عبد العزیز دو مصری لباس پہنے ہوئے اپنے غلام پر تکیہ کئے ہوئے مسجد میں وارد ہوا. امام محمد باقر علیہ السلام نے جب اسے دیکھا تو مجھ سے فرمایا: یہ جوان خلافت تک ضرور پہنچے گا، اور جب خلافت اس کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی تو وہ عدل و انصاف کا سلوک کرے گا، (۱) لیکن اس کی خلافت مورد تائید نہیں ہے کیونکہ جو معاشرہ پر حکومت کرنے کا زیادہ مستحق ہے وہ موجود ہے۔

## ۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا عمر بن عبد العزیز کی خلافت کی وقت نصیحتیں کرنا

جس وقت عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنا تو اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا بہت احترام و اکرام کیا. اس نے فنون بن عبد اللہ بن عتبۃ بن مسعود کو جو کوفہ کے مشہور و معروف عابد و زاہد تھے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپ کو دعوت دے کہ عمر بن عبد العزیز کی عزت افزائی کے لئے دمشق تشریف لے چلیں، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور دمشق کے لئے روانہ ہو گئے. اور جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام دمشق پہنچے تو عمر بن عبد العزیز نے بہت شاندار استقبال کیا اور آپ سے بغل گیر ہوا، اور آپ سے بہت سی گفتگو کی، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام چند روز تک عمر بن عبد العزیز کے مہمان رہے. جب امام علیہ السلام نے مدینہ واپس جانے کا ارادہ فرمایا تو عمر بن عبد العزیز سے خدا حافظی کے لئے اس کے دربار گئے، اور عمر بن عبد العزیز کے نگہبان سے کہا کہ اس خبر دیدے کہ باقر [علیہ السلام] خدا حافظی کے لئے آئے ہیں، وہ گیا اور اس نے عمر بن عبد العزیز کو باخبر کیا، اور پھر آ کر اس نے دالان میں آ کر آواز دی کہ ابو جعفر اندر آ جائیں، امام علیہ السلام اس خیال سے شاید کوئی دوسرا اس نام سے ملاقات کے لئے آیا ہو اور اس کو بلایا جا رہا ہوں، اندر تشریف نہیں لے گئے، نگہبان دوبارہ عمر بن عبد العزیز کے پاس گیا اور اس سے کہا: امام باقر [علیہ السلام] دربار میں موجود نہیں ہیں، عمر بن عبد العزیز نے نگہبان سے کہا: تو نے ان کو کس طرح آواز دی تھی؟ اس نے کہا: میں نے کہا تھا: ابو جعفر کہاں ہیں اندر

---

۱۔ بحار الانوار، جلد ۴۶، ص ۲۵۱۔

آ جائیں عمر بن عبد العزیز نے کہا: جاؤ اور اس طرح کہنا: محمد بن علی کہاں ہیں؟ چنانچہ اس مرتبہ نگہبان نے اسی طرح کہا، امام باقر علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اور عمر بن عبد العزیز کے کمرہ میں داخل ہو گئے، عمر بن عبد العزیز نے کافی دیر تک آپ سے گفتگو کی، اور امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: میں خدا حافظی کے لئے آیا ہوں عمر بن عبد العزیز نے امام علیہ السلام سے کہا: آپ مجھے کچھ نصیحتیں فرمائیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

"اوصیک بتقویٰ الله، و اتخذ الکبیر أباً، و الصغیر ولداً والرجل أخاً...".

"میں تجھے تقوی اور خوف خدا کی سفارش کرتا ہوں، اور تجھے بزرگوں کو اپنے باپ کی طرح، چھوٹوں کو اپنے بچوں کی طرح اور مردوں کو اپنے بھائیوں کی طرح سمجھنا چاہئے"۔

عمر بن عبد العزیز امام علیہ السلام کی نصیحتیں سن کر مبہوت رہ گیا اور بہت تعجب کے ساتھ کہا: خدا کی قسم! آپ نے اس ایک جملہ میں ہمارے لئے بہت سی حکمتیں بیان فرما دی ہیں کہ اگر ہم اس پر عمل کریں اور اسی حالت میں ہمیں موت آ جائے تو ہماری موت سعادت اور کامیابی کی موت ہوگی۔

اس کے بعد امام علیہ السلام وہاں سے نکلے اور جانے کا قصد کیا، اور جب امام علیہ السلام روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے تو عمر بن عبد العزیز کا خادم آیا اور اس نے عرض کی: عمر بن عبد العزیز آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں، امام علیہ السلام نے تھوڑا انتظار کیا یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور امام باقر علیہ السلام کے احترام میں تھوڑی دیر آپ کے پاس بیٹھا [اور پھر خدا حافظ کہہ کر چلا گیا]۔(۱)

## امام محمد باقر علیہ السلام کا عمر بن عبد العزیز کی تعریفیں کرنا

عمر بن عبد العزیز سے کچھ جاسوں نے کہا کہ امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام اہل بیت [علیہم السلام] کی آخری یادگار ہیں جنھوں نے پرچم حق و عدالت زمین پر بلند کر رکھا ہے. یہ سن کر عمر بن عبد العزیز نے سوچا کہ آپ کا امتحان لے. اسی وجہ سے امام علیہ السلام کو ایک خط لکھا اور اس خط کا جواب طلب کیا. امام علیہ السلام نے

---

۱۔ تاریخ دمشق، جلد ۵۴، ص ۲۷۰۔

موعظہ اور نصیحت سے بھرا خط اس کے جواب میں روانہ کیا۔ عمر بن عبد العزیز نے حکم دیا کہ امام باقر علیہ السلام کا پہلے خلیفہ یعنی سلیمان بن عبد الملک کے نام رکھا گیا خط نکالا جائے، اس خط کو نکالا گیا جس میں سلیمان بن عبد الملک کی تعریفیں بھی لکھی ہوئی تھیں، عمر بن عبد العزیز نے اس خط کو حاکم مدینہ کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ یہ خط امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرو اور پھر مجھے بھیجے ہوئے خط کو بھی آپ کی خدمت میں پیش کرنا اور جو کچھ امام علیہ السلام فرمائیں وہ تمام باتیں لکھ کر میرے لئے روانہ کرنا۔

حاکم مدینہ نے دونوں کو خطوط کو امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا، حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"إنَّ سليمان كان جباراً كتبت اليه ما يكتب الى الجبارين، و إن صاحبک أظهر امراً، و كتبت اليه ما شاكله".

"سلیمان بن عبد الملک ایک ظالم و جابر بادشاہ تھا میں نے مصلحت کے تحت اس کو یہ خط لکھا تھا اور اس کا انداز ایسا ہے جو جابروں اور ستمگروں کے لئے لکھا جاتا، لیکن اس وقت کا موجودہ خلیفہ اور تیرا صاحب عدل و انصاف کا اظہار کرتا ہے، لہٰذا اس کو ایسا خط لکھا ہے جو اس کے لحاظ سے مناسب ہے"۔

حاکم مدینہ نے ان تمام باتوں کو عمر بن عبد العزیز کے پاس لکھ کر بھیج دیا، اور جس وقت عمر بن عبد العزیز نے ان جملوں کو پڑھا تو امام علیہ السلام کی نسبت اپنے تعجب کو اس طرح بیان کیا: خداوند عالم نے کبھی بھی اس خاندان کو فضیلت سے خالی نہیں چھوڑا۔(۱)

لیکن عمر بن عبد العزیز پر تمام خوبیوں کے باوجود بعض اعتراضات باقی ہیں جن میں سے بعض کی اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ اس نے گزشتہ اموی خلفاء کی بیت المال سے عطا کی ہوئی زمینوں کو اپنے خاندان والوں کے لئے چھوڑے رکھا اور ان سے واپس نہیں لیا، جب کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کام کسی بھی وجہ سے شرعی حیثیت نہیں رکھتا۔

---

۱۔ تاریخ الیعقوبی، جلد ۲، ص ۴۸۔

۲۔مختلف اسلامی ملکوں کا سفر کرنے والوں پر عمر بن عبد العزیز کے کارندے ظلم و ستم کرتے تھے اور ان کے مال و دولت کو زبردستی لے لیتے تھے۔

یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز ایک روز منبر پر خطبہ دے رہا تھا کہ ایک شخص اٹھا اور اس نے قطع کلام کرتے ہوئے ان اشعار کو پڑھنا شروع کیا:

إنَّ الـذيـنَ بَـعثـتَ في أقطارِها ‌ ‌ ‌ نـبـذوا كتـابَـكَ واستُـحِـلَّ المحرمُ

طلسُ الثيابِ على منابرِ أرضِنا ‌ ‌ ‌ كـلٌ يـجـورُ وكـلُّـهـم يـتـظـلَّـمُ

واردتَ أنْ يـلـيَ الأمـانـةَ منهُمْ ‌ ‌ ‌ عـدلٌ وهيهـاتَ الأمينُ المسلمُ. (۱)

''جن لوگوں کو تو نے مختلف مقامات پر بھیجا ہے انھوں نے تیرے حکم کو چھوڑ دیا اور حرام کو حلال کر دیا، انھوں نے ہماری سرزمین کے منبروں پر ریشمی کپڑے پہنا دئے، لیکن ان سب نے کسی نہ کسی طریقہ سے ظلم و ستم کیا، اور وہ سب ظالم ہیں، تمام قوم ان کے ظلم و ستم سے نالاں ہے، تو ان کو امانت دار، عادل اور انصاف ور سمجھتا ہے لیکن کوئی ان میں امانت دار مسلمان نہیں ہے۔

۳۔عمر بن عبد العزیز بھی گزشتہ اموی حکام کی طرح مسلمانوں کے اونچے طبقہ کو بیت المال سے تحفہ و تحائف دیتا رہا اور اپنی خلافت کے زمانہ میں اس سنت کو نہیں بدلا. جبکہ یہ کام [بھی] اسلامی اصول کے منافی ہے، اسلامی قوانین نے مسلمانوں کے درمیان مساوات اور برابری کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان کسی بھی طریقہ کی اونچ نیچ کو قبول نہیں کرتا۔

۴۔عمر بن عبد العزیز نے اہل شام کے وظیفہ میں دس دینار کا اضافہ کیا لیکن یہ اضافہ عراق کے لوگوں کے لئے نہیں کیا (۲) جبکہ اس ناروا فرق کی کوئی دلیل نہیں تھی بلکہ یہ اسلامی اصولوں کے خلاف بھی ہے۔

آخر کار عمر بن عبد العزیز بیمار ہوا اور اس کی بیماری بہت سخت ہوگئی جس کی وجہ سے بہت تکلیف ہوتی تھی، کہتے ہیں کہ اس نے اپنے علاج سے منع کر دیا، چنانچہ اس سے کہا گیا: اے کاش آپ اپنا علاج کراتے تو

---

۱۔حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر، جلد ۱، ۳۵۰۔

۲۔تاریخ الیعقوبی، جلد ۲، ص ۴۸۔

اچھا ہوتا، اس نے جواب دیا: اگر میرا علاج یہ ہوتا کہ میں اپنا ہاتھ اپنے کان پر پھیر لوں تو میں اس کام کو بھی انجام نہ دیتا، کیونکہ میں ایک اچھی جگہ جا رہا ہوں میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں۔ (۱)

بعض تاریخی کتابوں میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ عمر بن عبد العزیز کو خود امویوں نے زہر دیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر اس کی خلافت جاری رہی تو پھر بنی امیہ سے خلافت ختم ہو جائے گی کیونکہ عمر بن عبد العزیز اپنے بعد کسی نا اہل کو خلیفہ نہیں بنائے گا، بلکہ وہ اپنے بعد کسی اہل شخص کو ہی خلافت سپرد کرے گا، اسی وجہ سے اس کو زہر دیدیا گیا (۲) آخر کار عمر بن عبد العزیز کا انتقال رجب المرجب سن ۱۰۱ ہجری کو ''دیر سمعان'' نامی جگہ میں ہو گیا۔ (۳)

## یزید بن عبد الملک

عمر بن عبد العزیز کے انتقال کے بعد یزید بن عبد الملک اپنے بھائی سلیمان بن عبد الملک کے حکم سے خلیفہ بن گیا، اس نے چالیس دن تک اپنی حکومتی سیاست عمر بن عبد العزیز کی طرح جاری رکھی لیکن یہ بات بنی امیہ کے لوگوں کے لئے سخت قرار پائی، چنانچہ انھوں نے چالیس بوڑھے لوگوں کو یزید بن عبد الملک کے پاس بھیجا کہ جنھوں نے یزید بن عبد الملک کے پاس جا کر گواہی دی اور قسم کھائی کہ خلفاء کا خدا کے نزدیک کوئی حساب و کتاب نہیں ہوتا اور نہ ہی ان پر عذاب ہوتا ہے اور وہ ہر کام کر سکتے ہیں کیونکہ وہ آزاد ہوتے ہیں. جس کے بعد یزید بن عبد الملک، عمر بن عبد العزیز کی روش سے دست بردار ہو گیا اور لوگوں کے درمیان طاقت کے زور پر حکومت کرنے لگا، اس نے عمر بن عبد العزیز کے معین کردہ تمام عہدہ داروں کو معزول کر دیا، اور سب عہدہ داروں کے لئے ایک دستور العمل بھیجا جس میں تحریر تھا: (۴)

اما بعد! بے شک عمر بن عبد العزیز نے دھوکہ کھایا ہے. لہٰذا اب اس کے زمانہ کو بھول جاؤ، لوگوں کو گزشتہ زمانہ

---

۱۔ تاریخ ابن الاثیر، جلد ۴، ص ۱۶۱۔
۲۔ الانافۃ فی مآثر الخلافۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۴۲۔
۳۔ تاریخ ابن الاثیر، جلد ۴، ص ۱۶۱۔
۴۔ تاریخ ابن الاثیر، جلد ۹، ص ۲۳۲۔

کی طرف پلٹا دو، چاہے وہ خوشحالی میں زندگی بسر کرتے ہوں اوران کی زراعت اچھی ہو یا خشک سالی اور قحطی کے زمانہ میں ہوں، چاہے انھیں اچھا لگے یا بُرا، زندہ رہیں یا مرجائیں...۔(۱)

اوراس طرح سے لوگوں پر ظلم وستم پہلے سے زیادہ ہونے لگا اور ظلم و جور کا دوبارہ رواج ہوگیا، اور مختلف شہروں میں سرکشی پھیل گئی۔

یزید بن عبدالملک ایک جاہل اور علم سے خالی انسان تھا اور اہل علم حضرات سے حسد کرتا تھا، اسی وجہ سے وہ علماء کو ذلیل کرتا تھا، چنانچہ اس نے حسن بصری کو جاہل بوڑھے کا نام دیا(۲) اسی طرح وہ لہو ولعب اور بے ہودہ کاموں میں شدت سے کام لیتا تھا، یہاں تک کہ ''حبابہ'' نامی کنیز کا فریفتہ ہوگیا اوراس کی عقل غائب ہوگئی، چنانچہ ایک روز مستی کے عالم میں کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں پرواز کرنا چاہتا ہوں، حبابہ نے کہا: امت کوکس کے حوالہ کرتے ہو؟ جواب دیا: امت تیرے حوالہ۔اسی طرح وہ جب اردن تفریح کے لئے گیا تو حبابہ کو اپنے ساتھ لے گیا، اور مزاق میں انگور کا خوشہ حبابہ کی طرف پھینکا اور وہ خوشہ اس کے منھ میں چلا گیا جس کی وجہ سے وہ بیمار ہوگئی اور مرگئی۔لیکن یزید بن عبدالملک نے تین دن تک اس کے دفن کی اجازت نہیں دی، وہ اس کو سونگھتا تھا اور چومتا تھا اوراس کی طرف دیکھتا تھا اور روتا تھا، یہاں تک کہ اس کے جسم سے بدبو نکلنے لگی، چند بزرگان قوم اس کے پاس آئے اوراس سے دفن کی اجازت مانگی بہت اصرار کے بعد اس نے دفن کی اجازت دی، لیکن وہ پھر بھی حزن وملال کرتا ہوں اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہوگیا۔(۳)

اس کے بے ہودگی اور شرمناک مستیاں تاریخ میں ذکر ہوئی ہیں جن کو ہم بیان نہیں کر سکتے، آخر کار سن ۱۰۵ ہجری میں اس کی موت واقع ہوگئی۔

## ہشام بن عبدالملک

جس روز یزید بن عبدالملک دنیا سے اٹھا اس کا بھائی ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا اور یہ واقعہ ۲۵ شوال کا ہے،

---

۱۔العقد الفرید، جلد۳، ص۱۸۰۔

۲۔الطبقات الکبری، جلد۵، ص۹۵۔

۳۔الکامل فی التاریخ، جلد۵، ص۱۲۱۔

ہشام بن عبدالملک بنی امیہ کا احول [ بھینگا، جس کو ایک کے دو نظر آئیں ] مشہور تھا. وہ شریف حسب ونسب اور بلند مقام والوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہر شریف انسان کا دشمن تھا۔

اس کی کنجوسی کا نمونہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کہتا تھا: درہم کو درہم پر رکھو تو مال ہو جاتا ہے (۱) چنانچہ اس نے اتنا مال جمع کیا کہ اس سے پہلے خلفاء میں سے کسی نے بھی اتنا مال جمع نہ کیا تھا۔ (۲)

اس نے خود اپنے بخل اور کنجوسی کا اقرار کیا ہے: میں نے کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا کسی کو مال دیتے وقت ہوا، بے شک خلافت مال کی محتاج ہوتی ہے جیسے بیمار دوا کا محتاج ہوتا ہے۔ (۳)

مورخین نے اس بات کو لکھا ہے کہ ایک روز ہشام بن عبدالملک اپنے پھلوں کے باغ میں گیا، چنانچہ اس کے اصحاب اور ساتھیوں نے پھل کھائے، لیکن اس کے بعد اس نے غلام کو حکم دیا کہ ان تمام درختوں کو کاٹ ڈالو اور ان کی جگہ زیتون کے درخت لگا دو تا کہ کوئی اس کو نہ کھا سکے۔ (۴)

یعقوبی، ہشام بن عبدالملک کی توصیف اس طرح بیان کرتے ہیں: وہ بہت کنجوس، سخت مزاج، ظالم اور بہت زیادہ سنگ دل تھا، اسی شخص نے زید بن علی کو قتل کیا ہے اور امام محمد باقر [علیہ السلام] اس کے زمانہ میں بہت سی پریشانیوں اور سختیوں میں مبتلا ہوئے ہیں، چنانچہ اس کے نامناسب سلوک کے چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں:

## امام محمد باقر علیہ السلام کی گرفتاری، آپ کو دمشق لے جانا اور وہاں آپ کو قید کرنا

طاغوتی مزاج حاکم ہشام بن عبدالملک نے حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ [ حضرت ] امام باقر [علیہ السلام] کو دمشق روانہ کر دے. مورخین نے اس سلسلہ میں دو روایتیں نقل کی ہیں:

---

۱۔ البخلاء، ص ۱۵۰۔

۲۔ اخبار الدول، جلد ۲، ص ۲۰۰۔

۳۔ انساب الاشراف، جلد ۸، ۳۹۹، م طبوعۃ دار الفکر، با تحقیق ۱۴۱۷ھ۔

۴۔ البخلاء، ص ۱۵۰۔

## پہلی روایت:

جس وقت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام دمشق پہنچے اور ہشام نے آپ کے آنے کی خبر سنی تو اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ اس کی باتیں تمام ہونے پر امام باقر [علیہ السلام] کے توہین والا سلوک کریں. امام باقر علیہ السلام ہشام کے پاس پہنچے اور ہشام کے پاس بیٹھنے والوں کو سلام کیا، لیکن خلیفہ کے عنوان سے ہشام کو سلام نہیں کیا، ہشام بہت ناراض ہوا اور امام باقر علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا:

''اے محمد بن علی! ہمیشہ تم میں سے ایک شخص مسلمانوں کی صفوں کے اتحاد کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے، تا کہ لوگوں کو اپنی طرف بلائے. اور خود کو سفاہت اور جہالت کی بنا پر امام مان لے...''۔

ہشام بن عبد الملک یہ کہہ کر خاموش ہو گیا، لیکن اس کے نمک خوار اور غلاموں نے امام علیہ السلام کی نسبت ناروا الفاظ کہنا شروع کئے، اس موقع پر امام علیہ السلام نے گفتگو کا یوں آغاز کیا:

**''أيها الناس! أين تذهبون؟ وأين يرادبكم؟ بنا هدى الله أولكم و بنا يختم آخركم، فان يكن لكم ملك معجّل، فان لنا ملكاً مؤجلاً، وليس بعد ملكنا ملك، لأنّا اهل العاقبة، والعاقبة للمتقين...''.(۱)**

''اے لوگو! تم کہاں جا رہے ہو؟! تمہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ تمہارے بزرگ ہمارے [ہی] خاندان کے ذریعہ ہدایت یافتہ ہوئے اور تمہارے بعد آنے والے لوگ بھی ہمارے ہی خاندان کے ذریعہ ہدایت ہوں گے، اگر تم لوگ حکومت تک پہنچ گئے ہو تو کل ہماری حکومت ہوگی جس کے بعد کوئی حکومت نہیں ہوگی. کیونکہ ہمارا انجام بخیر ہے، اور خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ انجام کار پرہیزگاروں کے لئے ہے۔''

اور جب امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کے دلوں کو حزن و ملال سے بھر دیا اور امام علیہ السلام کی منطقی گفتگو کا کوئی جواب نہ دے سکا تو آپ ہشام کے پاس سے واپس آ گئے۔

اس وقت جاہل شامیوں نے امام علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: یہ فرزند ابوتراب ہے، امام محمد باقرؑ

---

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۱، ۷۵۔

نے مناسب سمجھا کہ ان کو راہ مستقیم کی ہدایت فرمائیں، اور اہل بیت علیہم السلام کی حقیقت ان لوگوں کے سامنے واضح کردیں، اسی وجہ سے امام علیہ السلام نے شامیوں کے درمیان خطبہ ارشاد فرمایا، آپ نے حمد خداوندی اور رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

"إجتنبوا اهل الشقاق، وذرية النفاق، وحشو النار، و حصب جهنم عن البدر الزاهر، و البحر الزاخر، والشهاب الثاقب، وشهاب المؤمنين، والصراط المستقيم، من قبل انْ نطمس وجوهاً فنردّها على ادبارها أو يلعنوا كما لعن اصحاب السبت، و كان امر الله مفعولاً...".

"اے اہل تفرقہ اور نفاق کی نسل والو! اور اے جہنم کے ایندھن بننے والو! چمکتے ہوئے چاند، بہتے ہوئے دریا، روشن ستارے، مومنین کے لئے ستارہ ہدایت اور صراط مستقیم کی بُرائی اور بدگوئی سے باز آجاؤ قبل اس کے ہم چہروں کو محو کردیں جس کے نتیجہ میں تم کو پیچھے کی طرف لوٹا دیں، یا جس طرح "اصحاب السبت" (۱) پر لعنت کی ہے، تم پر بھی لعنت کریں کیونکہ حکم خدا ہمیشہ انجام پانے والا ہے...۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا:

"أبِصِنْوِ رسول الله ــ يعني الامام امير المؤمنين ــ تستهزئون؟ ام بيعسوب الدين تلمزون؟ واى سبيل بعده تسلكون؟! وأيّ حزن بعده تدفعون؟

هيهات برز ــ والله ــ بالسبق وفاز بالخصل واستولى على الغاية، وأحرز على الختار فانحسرت عنه الابصار، وخضعت دونه الرقاب، وفرع الذروة العليا، فكذب من رام من نفسه السعي، واعياه الطلب، فانّي لهم التناوش من مكان بعيد؟!"

---

۱۔ اصحاب السبت بنی اسرائیل کے اس گروہ کو کہا جاتا ہے جن کو حکم ہوا تھا کہ ہفتہ کے روز مچھلیوں کا شکار نہ کیا کریں، لیکن انھوں نے حکم خدا کی مخالفت کی اور آخر کار ان کو اس مخالفت کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی اور ان کو دردناک عذاب میں مبتلا کیا گیا، سورہ اعراف کی آیات نمبر ۱۶۲ تا ۱۶۶ میں ان کے بارے میں تفصیل بیان ہوئی ہے۔ [مترجم]

ثم قال: فأنّى يسد ثلمة أخي رسول الله اذ شفعوا، وشقيقه اذ نسبوا ونذّ يده اذ قتلوا، وذى قرني كنزها إذ فتحوا، ومصلّي القبلتين اذ تحرفوا، والمشهود له بالايمان اذ كفّروا والمدعي لنبذ عهد المشركين اذ نكلوا والخليفة على المهاد ليلة الحصار اذ جزعوا، والمستودع الاسرار ساعة الوداع...(۱)

کیا تم لوگ رسول خدا ﷺ کے عمزاد [یعنی امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام] کا مزاق اڑاتے ہو؟ کیا تم یعسوب دین کی برائی کرتے ہو؟ تم ایسی شخصیت کی توہین کرنے کے بعد کہاں جاؤ گے؟ اور خود سے کس کس غم واندوہ کو دور کرو گے؟

افسوس [کہ تمھیں کیا ہوگیا ہے!] خدا کی قسم! وہ ایمان میں سبقت کی وجہ سے ممتاز ہیں، اور اپنی نیک عادتوں کی وجہ سے سعادت مند ہیں اور سعادت کے آخری درجہ پر فائز ہیں، وہ مکاریوں پر کامیاب رہے، ان کی طرف نظریں خیرہ رہیں، اور بڑے بڑوں کی گردن ان کے سامنے جھکی رہی، اور کمال کی منزلوں کو طے کرنے میں سب سے آگے رہے، لہٰذا کسی کے ذہن میں یہ خیال بے ہودہ اور باطل ہے کہ ان کے دل میں جاہ ومقام تک پہنچنے کی تمنا تھی اور دوسرے اس مقام تک پہنچنے میں ناکام رہے، تو وہ کس طرح اتنے دور سے اس بلند مقام تک پہنچ سکتے تھے؟!

اور پھر فرمایا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ کے بھائی کی کمی کو پورا کیا جاسکے کہ جب مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے عقد اخوت باندھ رہے تھے اور وہ رسول اللہ کے بھائی قرار پائے اور جب مسلمان ایک دوسرے سے نسبی رشتہ جوڑ رہے تھے انھوں نے اپنے حقیقی بھائی پیغمبر اکرم ﷺ سے نسبت جوڑی اور جب پیغمبر اکرم ﷺ جنگ کے لئے جایا کرتے تھے، تو آپ ان کے ساتھی اور ہمدم رہتے تھے اور جب مسلمان فتح وکامیابی سے ہمکنار ہوتے تھے تو ذوالقرنین کی طرح ان کے خزانوں کے محافظ ہوا کرتے تھے اور جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو انھوں دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے ان کے ایمان کی شہادت خود پیغمبر اکرم ﷺ نے دی جبکہ دوسرے لوگ کافر تھے اور جب مشرکین نے اپنے عہد وپیمان کو توڑ ڈالا تو ان کے

---

۱۔ مناقب آل ابی طالب، جلد۴، ص۲۰۳ تا ۲۰۴۔

وہ مقابلہ ذمہ داری قبول کرنے سے لوگ کترا رہے تھے، لیکن آپ نے اس ذمہ داری کو قبول کیا، اور جب شب ہجرت پیغمبرؐ بے قرار تھے تو وہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت میں آپ کو اسرار الٰہی سے آگاہ کیا۔

اور جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی فضیلت شامیوں کے درمیان واضح فرمادی تو ہشام بن عبد الملک نے حکم دیا کہ آپ کو گرفتار کرلیا جائے اور قید خانہ میں قیدی بنا کر رکھا جائے۔

لیکن امام محمد باقر علیہ السلام کا قید خانہ میں بھی استقبال ہوا. کیونکہ قید خانہ میں تمام قیدی آپ کے پاس جمع ہوکر آپ کے علم و آداب سے فیضیاب ہوتے تھے، یہاں تک کہ داروغہٴ زندان کو اس بات کا خوف ہوا کہ قید خانہ میں فتنہ برپا نہ ہوئے، اسی وجہ سے وہ ہشام کے پاس گیا اور اسے اس بات سے باخبر کیا. اس موقع پر ہشام بن عبد الملک مجبور ہوگیا اور امام محمد باقر علیہ السلام کو قید خانہ سے رہا کرنے کے علاوہ اس کے لئے کوئی راہ چارہ نہ مل سکا، لہٰذا اس نے امام محمد باقر علیہ السلام کو آپ کو شہر مدینہ بھجوادیا۔(۱)

## دوسری روایت:

اس روایت کو لوط بن یحیٰی اسدی نے عمارۃ بن زید واقدی سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ہشام بن عبد الملک ایک سال حج کے لئے گیا، (۲) اس سال حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے فرزند ارجمند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بھی حج کے لئے لائے تھے، اس سفر میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک گروہ کے سامنے فرمایا: جس میں مسلمة بن عبد الملک بھی تھا[ جو ہشام کا بھائی تھا]:

''الحمد لله الذي بعث محمداً بالحق نبياً، واكرمنا به، صفوة الله على خلقه، و خيرتة من عباده، فالسعيد من تبعنا، و الشقيُّ من عادانا و خالفنا...''.

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے حق کے ساتھ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا اور ہمیں ان کی

---

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۱، ص ۷۵۔

۲۔ یعقوبی تحریر کرتے ہیں کہ ہشام نے سن ۱۰۶ ہجری میں حج کیا۔

وجہ سے صاحب کرامت بنایا، پس ہم بندوں اور بہترین بندوں میں سے خداوند عالم نے ہمارا انتخاب کیا، [پس معلوم ہونا چاہئے کہ] جو شخص ہماری پیروی کرے وہ سعادت مند ہے اور جو شخص ہم سے دشمنی رکھے اور ہماری مخالفت کرے تو شقی اور بد بخت ہے...''۔

مسلمہ بن عبد الملک ہشام کے پاس گیا اور امام صادق علیہ السلام سے سنی ہوئی ساری باتیں بیان کر دیں. ہشام نے یہ تمام باتیں اپنے ذہن نشین کر لیں اور جب تک سر زمین حجاز میں رہا تو ان دو اماموں سے کوئی بات نہ کی، لیکن جب دمشق پہنچا تو حاکم یثرب کو خط لکھا کہ امام باقر اور امام صادق علیہما السلام کو میرے پاس بھیج دے. چنانچہ جب یہ دو امام دمشق پہنچے، تو ہشام بن عبد الملک نے ان کو تین دن تک ملنے سے روکے رکھا اور قصر سے باہر ہی روک دیا گیا، وہ اپنی اس حرکت سے ان دو اماموں کی توہین کرنا چاہتا تھا تا کہ ان کی منزلت کو گھٹا سکے، آخر کار اس نے چوتھے روز ان دو اماموں کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دی، اور ان سے ملاقات کی، چنانچہ اس محفل میں بنی امیہ اور دیگر درباری موجود تھے، اس محفل میں ہشام کے خادموں نے ایک جگہ معین کی جس پر بنی امیہ کے بوڑھے تیروں سے نشانہ مار رہے تھے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب ہم اس [ہشام] کے دربار میں پہنچے، پدر بزرگوار میرے آگے اور میں پیچھے تھا۔''

ہشام نے کہا: اے محمد! [یعنی امام باقر علیہ السلام کو خطاب کیا] اپنے قوم وقبیلہ کے لوگوں کے ساتھ تیر اندازی کرو۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میرے پدر بزرگوار نے فرمایا: ''میں اب تیر اندازی کے لئے بوڑھا ہو چکا ہوں، کاش تم مجھے اس کام سے معاف رکھتے''۔

ہشام نے چلا کر کہا: حق یہ ہے کہ آپ نے ہمیں اپنے دین سے عزت بخشی، اور پیغمبر محمد [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے حق کی قسم میں اس کام سے معاف نہیں کر سکتا۔

اس طاغوت نے یہ گمان کیا تھا کہ امام علیہ السلام صحیح طور پر تیر اندازی نہیں کر سکتے، لہٰذا اس کے ذریعہ اہل

شام کے نزدیک ان کی منزلت میں کمی واقع ہوگی. لہٰذا اس نے بنی امیہ کے ایک بوڑھے کو اشارہ کیا تاکہ امام باقر [علیہ السلام] کو اپنی کمان دیدے، چنانچہ اس نے اپنے کمان اور تیر امام باقر علیہ السلام کے حوالہ کیا، آپ نے تیر کو چلہ کمان میں جوڑا اور ہدف پر مارا جو براہ راست ہدف کے بیچ جا کر لگا، اس کے بعد امام علیہ السلام نے دوسرا تیر چلایا، وہ بھی پہلے تیر کی پشت پر لگا اور اس کے دو حصہ ہو گئے اور یہ تیر پہلے والے تیر کی جگہ پیوست ہو گیا، امام علیہ السلام اسی طرح تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ مسلسل نو تیر چلائے اور سبھی اسی ایک مخصوص جگہ پر جا کر لگے. یہ وہ کام تھا جو دنیا کا بڑے سے بڑا تیر باز بھی انجام نہیں دے سکتا تھا، ہشام غصہ کی وجہ سے پریشان ہو گیا، اور اپنا منہ بند نہ رکھ سکا، اس نے بلند آواز میں کہا: اے ابا جعفر! آپ عرب وعجم کے سب سے بڑے تیر انداز ہیں، جبکہ آپ کا خیال ہے کہ آپ اس کام کے لئے بوڑھے ہو چکے ہیں؟!! اور جب اس نے اس مجمع میں حضرت امام باقر علیہ السلام کی مدح وتعریف کر ڈالی تو پشیمان ہو گیا، تھوڑی دیر تک سر نیچے جھکائے رکھا، امام باقر علیہ السلام اس کے سامنے کھڑے رہے، جب امام باقر علیہ السلام کافی دیر تک کھڑے رہے، تو آپ کے چہرے پر غصہ اور غضب کے آثار ظاہر ہونے لگے، اور آپ جب بھی غضبناک ہوتے تھے تو آسمان کی طرف نظر فرمانے لگتے تھے۔

جس وقت ہشام نے امام علیہ السلام کے غضب کو دیکھا فوراً اٹھا اور آپ کو گلے لگا لیا اور اپنے داہنی طرف بٹھایا، اور پھر امام باقر علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا: اے محمد! قریش ہمیشہ عرب وعجم کے سردار رہیں گے جب تک آپ جیسے افراد قریش میں موجود ہیں، کیا کہنا!! آپ نے یہ تیر اندازی کس سے سیکھی ہے؟ اور کس عمر میں یہ تیر اندازی سیکھی ہے؟ کیا جعفر [صادق] بھی آپ کی طرح تیر چلانا جانتے ہیں؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"إنّا لنحنُ نتوارثُ الکمالَ".

"ہمارا خاندان صفات کمال کو وارث میں پاتا ہے"۔

وہ طاغوت [ہشام بن عبد الملک] غصہ سے بھر گیا اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور غصہ کی وجہ سے جوش وخروش میں آنے لگا، تھوڑی دیر تک سر نیچے جھکائے رکھا اور پھر کہا: کیا ہم سب عبد مناف کی اولاد سے نہیں ہیں؟ کیا

ہمارا اور آپ کا نسب ایک نہیں ہے؟

امام علیہ السلام نے اس باطل گمان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

"نحن کذلک، و لکنَّ اللہ اختصنا من مکنون سرہ، وخالص علمہ بما لم یخص بہ احداً غیرنا".

"ہاں، ہم ایسے ہی ہیں اور ایک نسب سے ہیں، لیکن خداوند عالم نے اپنے مخفی اسرار اور خالص علم سے ہمارے لئے کچھ چیزیں مخصوص کی ہیں جو ہمارے علاوہ کسی غیر میں نہیں پائی جاتیں"۔

ہشام نے کہا: کیا خداوند عالم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو عبد مناف کے شجرہ سے تمام لوگوں کی طرف چاہے وہ سفید نام ہوں یا سیاہ فام اور سرخ نام معبوث نہیں کیا ہے؟ پس جب پیغمبر اسلام ﷺ تمام لوگوں پر بطور مساوی مبعوث ہوئے ہیں تو جس چیز کو کسی نے ارث میں نہیں پایا آپ نے کہاں سے ارث میں پایا؟ چنانچہ خداوند عالم کا فرمان ہے:

﴿وَلِلّٰہِ مِیرَاثُ السَّماواتِ وَالْأَرْضِ﴾(۱)

"اور اللہ ہی کے لئے زمین و آسمان کی ملکیت ہے"۔

پس آپ نے علم کو کہاں سے ارث میں پایا ہے، جبکہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کوئی نبی بھی نہیں آیا ہے اور آپ بھی نبی نہیں ہے؟!

امام باقر علیہ السلام نے اس کی باتوں کو مستحکم دلیل سے ردّ کیا اور فرمایا: "من قولہ تعالیٰ لنبیہ" ﴿لاتُحَرِّکْ بِہِ لِسانَکَ لِتَعْجَلَ بِہِ﴾(۲)]فالذی لم یحرک بہ لسانہ لغیرنا امرہ اللہ تعالیٰ ان یخصنا بہ من دون غیرنا، فلذلک کان یناجي اخاہ علیاً من دون اصحابہ، وانزل اللہ بہ قرآناً في قولہ: ﴿وتعیھا أُذن واعیة﴾(۳) فقال رسول اللہ: (ص) سألت اللہ ان یجعلھا اذنک یا عليّ! فلذلک قال عليٌّ: علمنی رسول اللہ الف باب من العلم

---

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۸۰۔ ۲۔ سورہ قیامت، آیت ۱۶۔

۳۔ سورہ حاقہ، آیت ۱۲۔

یفتح من کل باب الف باب، خصّه به النبی من مکنون سره، کما خص الله نبیه، وعلّمه مالم یخصّ به احداً من قومه، حتی صار الینا فتوارثناه من دون أهلنا''۔

''خداوند عالم کا وہ قول ہے جس میں اللہ نے اپنے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خطاب ہے: ''دیکھئے آپ قرآن کی تلاوت میں عجلت کے ساتھ زبان کو حرکت نہ دیں'' اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب کے درمیان صرف حضرت علی علیہ السلام سے نجوا فرماتے اور راز کی باتیں کرتے تھے، اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ایسا نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی: ''اور محفوظ رکھنے والے کان سن لیں'' اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خداوند عالم سے یہ دعا کی کہ وہ کان آپ کے کان قرار دے، یا علی! اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم کئے، اور میں نے ہر باب سے ہزار باب کھولے ہیں، چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ راز نہاں صرف اور صرف امیر المومنین علیہ السلام کو تعلیم دیا، جیسا کہ خداوند عالم نے یہ اسرار صرف اپنے پیغمبر کو عطا کئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو ایسا علم عطا کیا جو کسی بھی مسلمان کو عطا نہ کیا، اور یہ علم و کمالات ہم (اہل بیتؑ) تک میراث میں پہنچے ہیں اور قریش کے دیگر رشتہ داروں تک نہیں پہنچے ہیں۔''

ہشام بن عبد الملک اس جواب سے آگ بگولہ ہو چکا تھا امام علیہ السلام پر غضبناک نگاہ کرتے ہوئے امام علیہ السلام سے اس طرح کہا: علی [علیہ السلام] ہمیشہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ میں علم غیب جانتا ہوں، جبکہ خداوند عالم نے اپنے علم غیب سے کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ لہٰذا علی کس طرح یہ دعویٰ کرتے تھے؟!

امام باقر علیہ السلام نے ہشام کے جواب میں فرمایا:

''إنَّ الله انزل علی نبیه کتاباً بین دفتیه فیه ما کان وما یکون الی یوم القیامة فی قوله تعالیٰ: ﴿وَنَزَّلْنا عَلَیْکَ الْکِتابَ تِبْیاناً لِکُلِّ شَیْءٍ﴾(۱) وفی قوله تعالیٰ: ﴿وَکُلَّ شَیْءٍ أحْصَیْناهُ في إمامٍ مُبِینٍ﴾(۲) و فی قوله تعالیٰ: ﴿مَا فَرَّطْنا في الْکِتابِ مِنْ شَیْءٍ﴾(۳)

۱۔ سورہ نحل، آیت ۸۹۔ ۲۔ سورہ یٰس، آیت ۱۲۔

۳۔ سورہ انعام، آیت ۳۸۔

وفي قوله تعالىٰ: ﴿وَما مِنْ غائِبَةٍ في السَّماءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا في كِتابٍ مُبينٍ﴾ (۱) وأوحى الله الى نبيّه ان لا يبقى في عيبة سره، ومكنون علمه شيئاً الا يناجي به عليّاً، فأمره أن يؤلّف القرآن من بعده، ويتولى غسله وتحنيطه من دون قومه، وقال لاصحابه: حرام على اصحابي وقومي ان ينظروا الى عورتي غير اخي علي، فانه مني،وانا منه، له مالي، وعليه ما عليّ، وهوقاضي ديني، ومنجز موعدي، ثم قال لاصحابه: علي بن ابى طالب يقاتل علي تاويل القرآن كما قاتلت علي تنزيله، ولم يكن عند أحدٍ تاويل القرآن بكماله وعامّه الا عند عليٍّ، ولذلک قال رسول الله: ''أقضاكم عليٌّ'' أي هو قاضيكم، وقال عمر بن خطاب: لو لا علي لهلک عمر، يشهد عمر و يجحده غيره!''.

''خداوند عالم نے اپنے رسول پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو دو دفتیوں کے درمیان واقع ہے، اور روز قیامت تک ہونے والے واقعات اس میں بیان ہوئے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جس میں ہر شۓ کی وضاحت موجود ہے''. نیز خداوند عالم نے فرمایا: ''اور ہم نے ہر شۓ کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے''. اور خداوند عالم نے فرمایا: ''ہم نے کتاب میں کسی شۓ کے بیان میں کوئی کمی نہیں کی ہے''. نیز خداوند عالم نے فرمایا: ''اور آسمان وزمین میں کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جس کا ذکر کتاب مبین میں نہ ہو''.

خداوند عالم نے اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی نازل کی کہ اپنا کوئی علم اور راز ایسا باقی نہ چھوڑیں جو علی کے کان میں نہ پہنچا دیں، لہٰذا پیغمبر اکرم ﷺ نے علی بن ابی طالب کو حکم دیا کہ ان کی وفات کے بعد قرآن کو جمع کریں، اور صرف آپ (نہ کوئی پیغمبر اکرم ﷺ کا قوم وقبیلہ والا رشتہ دار) نے ہی پیغمبر اکرم ﷺ کو غسل وکفن دیا، اور آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: میرے اَصحاب اور میری قوم کے لئے سوائے میرے بھائی علی علیہ السلام میرے پوشیدہ جسم پر نگاہ کرنا حرام ہے، کیونکہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں. جو ان کے لئے ہے وہ میرے لئے ہے اور جو میرے لئے ہے وہ ان کے لئے ہے، وہی میرے قرض کو

۱۔ سورہ نمل، آیت ۷۵.

ادا کرنے والے ہیں، اور میرے وعدہ کو پورا کرنے والے ہیں، اس کے بعد آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: علی بن ابی طالب قرآن کی تاویل پر جنگ کریں گے جیسا کہ قرآن کے نزول پر جنگ کی ہے، کوئی بھی قرآن کریم کی تاویل کو کامل اور تمام نہیں جانتا ہے سوائے علی بن ابی طالب [علیہ السلام] کے اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: تم میں سب سے بڑے قاضی علی ہیں، یعنی وہ تمہارے درمیان قاضی ہیں، اور عمر بن خطاب نے کہا: اگر علی نہ ہوتے تو بے شک عمر ہلاک ہو جاتا، عجیب بات ہے کہ عمر نے علی بن ابی طالب کی فضیلت کا اقرار کیا ہے لیکن دوسرے لوگ ان کی فضیلت کا انکار کر رہے ہیں۔

ہشام نے سر جھکا لیا اور امام باقر علیہ السلام کی باتوں کا جواب نہ دے سکا، ناچار ہو کر اس نے امام باقر علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا: مجھ سے کوئی حاجت طلب کیجئے!

امام باقر علیہ السلام نے ہشام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''خلّفت أهلي وعيالي مستوحشين لخروجي''.

''میں جس وقت اپنے گھر سے نکلا ہوں تو میرے اہل وعیال میرے سفر سے خوف زدہ تھے''۔

ہشام نے کہا: خداوند عالم ان کے خوف و وحشت کو آپ کی واپسی سے دور فرمائے گا، چنانچہ آپ شام میں نہ رہیں اور آج ہی اپنے شہر مدینہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔(۱)

قارئین کرام! یہ روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شہر دمشق میں گرفتاری اور آپ کو قید کرنے کی طرف اشارہ نہیں کر رہی ہے. لیکن اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جس موقع پر امام محمد باقر علیہ السلام مدینہ سے نکلے تھے وہ حالات اچھے نہیں تھے، یہاں تک کہ آپ کے اہل وعیال آپ کے سفر سے وحشت زدہ تھے۔

## امام محمد باقر علیہ السلام اور عیسائی پادری

امام محمد باقر علیہ السلام شام کے سفر میں ایک عیسائی پادری سے ملے، آپ کے اور اس کے درمیان ایک

---

۱۔ دلائل الامامۃ، ص۱۰۴ تا ۱۰۶۔

مناظرہ ہوا جس میں اس عیسائی عالم نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے اپنے عجز و ناتوانی کا اقرار کیا۔

ابو بصیر کہتے ہیں: مجھ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''جس سفر میں بنی امیہ کے ایک خلیفہ کے سے ملنے کے لئے شام گیا تو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک ساتھ جمع ہو کر کہیں جا رہے ہیں، میں نے ان سے کہا: تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہم ایک ایسے دانشور اور عالم کے پاس جا رہے ہیں جس کو اس سے پہلے نہیں دیکھا ہے، وہ ہمارے دلوں کی بات بھی بتاتا ہے. حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میں بھی ان کے ساتھ چل دیا، یہاں تک کہ وہ بڑے کمرے میں جمع ہو گئے جہاں بہت سے لوگ جمع تھے، کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک بہت بوڑھا آدمی دو لوگوں کا سہارا لئے ہوئے آیا. وہ اتنا بوڑھا تھا کہ اس کی پلکیں آنکھوں پر پڑی ہوئی تھیں، اور ان کو کسی چیز سے باندھے ہوئے تھا. چنانچہ جب مجمع میں سکوت طاری ہوا تو عیسائی پادری نے مجھ پر ایک نگاہ کی اور کہا:

کیا تم ہم میں سے ہو یا امت مرحومہ میں سے؟

میں نے کہا: امت مرحومہ میں سے ہوں.

پادری نے کہا: علماء میں سے ہو یا جاہلوں میں سے؟

میں نے کہا: جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔

پادری نے کہا: کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں جاؤ گے اور وہاں کھاؤ گے اور پیؤ گے لیکن وہاں پیشاب پاخانہ نہیں ہوگا؟!!

میں نے کہا: ہاں، ایسا ہی ہے۔

پادری نے کہا: اس بات کی دلیل کیا ہے؟

میں نے کہا: شکم مادر میں وہ بچہ جو اپنے ماں کے پیٹ سے کھاتا ہے اور اپنی ماں کی پی ہوئی چیزوں سے پیتا ہے، لیکن وہ پیشاب پاخانہ نہیں کرتا۔

پادری نے کہا: تم نے تو کہا تھا کہ میں علماء میں سے نہیں ہو؟!

میں نے کہا: میں نے کہا تھا کہ جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔

پادری نے کہا: کیا اس وقت کے بارے میں جانتے ہو جس کا شمار نہ دن میں ہوتا ہے اور نہ رات میں؟

میں نے کہا: وہ طلوع خورشید کا وقت ہے جس کو ہم نہ دن میں شمار کرتے ہیں اور نہ رات میں، اور اس وقت بیمار کی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔

یہ سن کر وہ عیسائی عالم حیران و پریشان ہوا اور ایک بار پھر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا: کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ میں امت کے علماء میں سے نہیں ہوں؟!

میں نے کہا: میں نے صرف یہ کہا کہ جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔

پادری نے کہا: خدا کی قسم! اب میں تم سے ایسا مسئلہ پوچھوں گا کہ جس کے جواب سے لاچار ہو جاؤ۔

میں نے کہا: جو سوال کرنا چاہو سوال کرو۔

پادری نے کہا: مجھے ان دو بھائیوں کے بارے میں بتاؤ جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ ہی انتقال ہوا، لیکن ایک کی عمر ایک سو پچاس سال اور دوسرے کی عمر صرف پچاس سال تھی۔

”فقلت :ذاک عزیر وعزرة، ولدا فی یوم واحد، ولما بلغا مبلغ الرجال مر عزیر علی حماره بقریة وهی خاویة علی عروشها، فقال: أنّي يحيي الله هذه بعد موتها، وكان الله قد اصطفاه وهداه، فلما قال ذلک غضب الله علیه واماتة مائة عام ثم بعثه، فقیل له: کم لبثت؟ قال :یوماً او بعض یوم. وعاش الآخر مائة وخمسین عاماً، وقبضه الله واخاه في یوم واحد“

میں نے کہا: یہ دو بھائی ”عزیر“ اور ”عزرۃ“ تھے، وہ ایک دن پیدا ہوئے، لیکن جب وہ جوان ہو گئے، تو جناب عزیر ایک روز اپنے گدھے پر سوار ایک ویران شدہ دیہات سے گزر رہے تھے، ”عزیر“ نے اپنے سے یہ بات کہی: کس طرح خداوند عالم اس ویران شدہ دیہات کے لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، جناب عزیر خدا کے نبی تھے اور خداوند عالم نے ان کی ہدایت فرمائی تھی، لیکن جیسے ہی ان کے ذہن میں یہ بات آئی تو خداوند عالم ان سے ناراض ہوا اور ان کو سو سال کے لئے موت کی آغوش میں سلا دیا، اور سو سال کے بعد ان کو زندہ کیا، اور پھر ان سے کہا: تم کتنا سوئے؟ انھوں نے کہا: ایک دن، یا اس سے بھی کم! لیکن دوسرے

بھائی نے ایک سو پچاس سال عمر پائی، اور خداوند عالم نے ان کو اور ان کے بھائی کو ایک ہی دن موت دی۔"
یہ سن کر وہ عیسائی پادری اپنے ساتھیوں سے بآواز بلند کہا: خدا کی قسم اب میں تم سے کوئی گفتگو نہیں کروں گا، یہاں تک کہ بارہ ماہ مجھے نہیں دیکھ پاؤ گے۔(۱)
عیسائی پادری نے گمان کیا تھا کہ یہ لوگ امام محمد باقر [علیہ السلام] کو دانستہ لے کر آئے ہیں تا کہ اس کو ذلیل و رسوا کریں. امام محمد باقر علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھ کر چلے آئے، جس کے بعد پورے شہر میں امام محمد باقر علیہ السلام کے علم اور فضائل کے چرچے ہونے لگے۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کے قتل کی سازش

بہر حال اپنے وقت کے فرعون ہشام بن عبد الملک نے حکم دیا کہ امام محمد باقر علیہ السلام دمشق سے مدینہ واپس چلے جائیں. چونکہ وہ اس بات سے خوف زدہ تھا کہ اگر امام محمد باقر علیہ السلام دمشق میں رہے تو لوگ ان کے عقیدت مند اور دلدادہ ہو جائیں گے اور لوگوں میں بنی امیہ کے خلاف جذبہ پیدا ہو جائے گا. لیکن وہ اپنے ذہن میں بہت خطرناک منصوبہ لئے ہوئے تھا، اس نے دمشق سے مدینہ تک کے راستوں میں موجود تمام بازاروں اور دکانوں کو امام علیہ السلام کے قافلہ پر بند کرنے کا حکم دیدیا تھا تا کہ کوئی بھی چیز آپ کو راستہ میں دستیاب نہ ہو سکے، ہشام بن عبد الملک اس کام سے یہ چاہتا تھا کہ اس طرح امام علیہ السلام بھوک اور پیاس کی وجہ سے راستہ میں ہی دم توڑ دیں، اور ہشام پر امام کے قتل کا الزام بھی نہ آ سکے۔
امام علیہ السلام کا قافلہ روانہ ہوا، اہل قافلہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے نڈھال ہو چکے تھے اور جب راستہ میں ایک شہر میں پہنچے تو اس شہر کے لوگوں نے اپنی دکانوں کو امام علیہ السلام کے لئے بند کر رکھا تھا، جس وقت امام علیہ السلام نے یہ حالات دیکھے تو اس شہر کی ایک پہاڑی پر جا کر باآواز بلند کہا:
"یا اهل المدینة الظالم اهلها انا بقیة الله، یقول الله تعالیٰ: ﴿بقیت الله خیر لکم إن کنتم مومنین، وما أنا علیکم بحفیظ﴾ (۲)

---

۱۔ الدر النظیم، ص ۱۹۰، دلائل الامامۃ، ص ۱۰۶۔
۲۔ سورۂ ھود، آیت ۸۶۔

''اے ایسے شہر کے رہنے والو! جس کے رہنے والے ظالم وستمگر ہیں، میں بقیۃ اللہ ہوں، خداوند عالم نے فرمایا: اگر تم مومن ہو تو بقیۃ اللہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور میں تمہارا حافظ ونگہبان نہیں ہوں''۔

ابھی امام باقر علیہ السلام کا کلام ختم نہ ہونے پایا تھا کہ اس شہر کا ایک بوڑھا اپنے گھر سے نکلا اور شہر والوں کے سامنے یہ اعلان کیا:

''میری قوم! خدا کی قسم یہ وہی کلام ہے جس کے ذریعہ جناب شعیب [علیہ السلام] نے اپنی قوم کی دعوت کی تھی، خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے اس عظیم شخصیت کا احترام نہ کیا اور اپنی دکانوں کو نہیں کھولا تو خداوند عالم [حضرت شعیب کی قوم کی طرح] تم پر عذاب نازل کردے گا، یہ میری بات مان لو اور میری اطاعت کرو، اگر چاہو تو اس کے بعد میری اطاعت نہ کرنا، اور ہر دوسرے کام میں مجھے جھٹلا دینا، لیکن جان لو کہ میں تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔''

شہر والے خوف زدہ ہوگئے، اور اس بزرگ قوم کی بات کو مان لیا جوان کو نصیحت کر رہا تھا، انھوں نے اپنی دکانیں کھول لیں، اور امام باقر علیہ السلام نے اپنے لئے ضروری سامان خرید لیا۔(۱)

اور اس طرح زمانہ کے فرعون ہشام بن عبد الملک کی سازش ناکام ہوگئی اور جو تدبیر امام علیہ السلام کی نابودی کے لئے اپنائی تھی وہ بے کار ہوگئی، چنانچہ اس سازش کی ناکامی کی خبر ہشام تک پہنچی، لیکن ہشام بن عبد الملک نے اس دشمنی اور ذلت پر اکتفاء نہ کی، وہ ہمیشہ امام باقر علیہ السلام کے خلاف سازش کرتا رہا، یہاں تک کہ اس نے امام باقر علیہ السلام کے شہید کرنے کے لئے زہر بھیجا، جس کی تفصیل ہم آئندہ بحث میں بیان کریں گے۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ کے اہم خصوصیات

۱۔ سن ۹۵ تا ۹۷ ہجری کے زمانہ میں جو کہ امام باقر علیہ السلام کی امامت کا ابتدائی زمانہ تھا، وقت کا اموی حاکم ولید بن عبد الملک تھا، اس نے ایسا طریقہ کار اپنایا تھا جس سے حجاج بن یوسف ثقفی اور دیگر بنی امیہ کی

---

۱۔ المناقب، جلد ج ۴، ص ۱۹۰، بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۷۵، اور دیکھئے: حیات امام محمد باقر علیہ السلام، ج ۲، ص ۴۰ تا ۶۶۔

حکومتی عہدہ داروں کی خطرناک سیاست سے ناراض لوگوں کی ناراضگی کو کم کیا جاسکے۔(۱)

۲۔اس زمانہ میں خاندان اموی مروانی میں اندرونی حالات کی وجہ سے اختلاف ہوگیا تھا اور ولید بن عبد الملک اوراس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کے درمیان ان کے باپ عبدالملک بن مراون نے اس کو ولید کی جانشینی کے لئے منتخب کرایا تھا، لیکن ان دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا، کیونکہ ولید بن عبدالملک کی مرضی یہ تھے کہ اپنے بھائی سلیمان کو جانشینی نہ دے کر اپنے بیٹے عبدالعزیز کو خلافت دینا تھی، اس نے لوگوں سے اپنے بیٹے عبدالعزیز کی بیعت کے لئے ارادہ کیا لیکن اس کے بھائی سلیمان نے اس کی مخالفت کی اور اسلامی ملکوں کے والیوں نے اس سلسلہ میں مثبت جواب نہ دیا، صرف حجاج بن یوسف ثقفی اور قتیبۃ بن مسلم اور بعض دوسرے خاص درباریوں نے اس کے بیٹے ولید کے بیٹے عبدالعزیز کی بیعت کی. ولید چاہتا تھا کہ اپنے بھائی سلیمان کے پاس جائے اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر اس کو ولی عہدی سے روک دے، لیکن اس کام سے پہلے ہی اس کی موت ہوگئی۔(۲)

۳۔ جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ بنا تو اس نے اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں یہ طے کیا کہ عام لوگوں کو قریب کرے اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کرے، اسی وجہ سے اس نے اپنے بھائی ولید کے معین کئے ہوئے والیوں کو معزول کردیا(۳) اور اس نے کوشش کی کہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدامنی کی اصلاح کرے، لہٰذا اس نے قیدیوں کو آزاد کیا اور اسیروں کو ان کے اہل خانہ تک واپس بھیج دیا۔(۴)

۴۔اس زمانہ میں حکومت کو اندرونی اور بیرونی خطرات کا سامنا تھا(۵) اس لئے والیوں اور حاکموں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو پریشان کرنے یا ان پر نظر رکھنے جیسے اسلوب نہیں اپنائے کیونکہ اس صورت میں انہیں عوامی تحریک کا خوف تھا. اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کو قدرے فرصت مل گئی تاکہ

---

۱۔ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۳۔

۲۔ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۱۲۔

۳۔ الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۱۱۔

۴۔ المنتظم، ج ۷، ص ۱۳۔

۵۔ الکامل فی التاریخ، ج ۵ ص ۱۳، اوراس کے بعد۔

آپ امامت کی ذمہ داری کی بناء پر امت اسلام کی اصلاح اور ہدایت کریں کیونکہ اس زمانہ میں حاکم وقت سے ظاہری طور پر سیاسی مقابلہ نہیں تھا۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں انحرافات کے جلوے

اہل بیت علیہم السلام کو امامت اور رہبری کے منصب سے دور رکھنے کی وجہ سے لوگوں کی زندگی کے ہر پہلو میں انحرافات بڑھتے جا رہے تھے اور معاشرہ کی ہر شخصیت پر منفی اثرات ظاہر ہو رہے تھے چاہے وہ فکری اور عقیدتی لحاظ سے ہو یا رفتار اور کردار کے لحاظ سے ہوں، لہٰذا یہ انحرافات امت اور حکومت دونوں میں پائے جاتے تھے اور یہ انحرافات فکر و نظر، اصول، قواعد، اقدار، سنتیں، تعلقات اور عملی اقدامات پر چھائے ہوئے تھے۔

اس طرح یہ انحرافات ایک طرف تو انسان کے دل و دماغ میں جڑیں جمائے ہوئے تھے اور دوسری طرف معاشرہ میں اپنا رسوخ بنائے ہوئے تھے، چنانچہ ایسے حالات میں اسلام کی حالت ایک میت جیسی ہو چکی تھی کہ اسلام کا انسان کی زندگی حقائق سے کوسوں دور ہو چکی تھی بلکہ شریعت اسلام کے حقیقی اہداف (جو انسان کی زندگی میں الٰہی طور وطریقہ کو نافذ کرنا ہے) کے بالکل خلاف عمل انجام دیا جا رہا تھا، اسی وجہ سے لوگوں کی زندگی کے اکثر پہلو سے اسلام ختم ہو چکا تھا۔

### ۱۔ فکر و عقیدہ میں انحراف

عالم اسلام میں یکے بعد دیگری آنے والی بادشاہی حکومتوں میں انحراف بڑھتا چلا گیا، اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ انحراف فکر و عقیدہ میں پایا گیا. معاشرہ پر حکومت کرنے والے عہدہ داروں نے نہ صرف یہ کہ اس انحراف پر توجہ نہیں دی بلکہ مزید انحراف پیدا کرنے کی کوشش کی کیونکہ لوگوں میں اس طرح کے منحرف نظریات ان کی حکومت کے لئے بہتر تھے اور مسلمانوں میں دلی اور بنیادی فکر کہ معاشرہ کی حالت کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی بن ابی طائب علیہ السلام کے زمانہ کی حالت پر پلٹانے کی فکر روک دیا گیا تھا۔

بنی امیہ کی حکومتوں میں فکری اور اعتقادی انحراف میں مزید اضافہ ہوا. چاہے وہ تعداد کے لحاظ سے ہو یا کیفیت کے لحاظ سے. بنی امیہ کے زمانہ میں ان منحرف عقائد کے ماننے والے اور پیروی کرنے والے ایسے

نظام میں تبدیل ہو چکے تھے کہ جو اسلامی اصول اور عقائد کے مخالف تھا، ان باتوں نے بہت سی بدعتیں ایجاد کیں جو تمام کی تمام قرآنی آیات اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بالکل مخالف تھیں، اس زمانہ میں بعض نظریات جیسے جبر و تفویض اور ارجاء وغیرہ معاشرہ میں پھیلنے لگے، اسی طرح خداوند عالم کو صاحب جسم اور مخلوقات کے مشابہ ماننے کے عقیدہ میں اضافہ ہوا نیز اسلامی عقائد میں شک وشبہہ کا باب کھل گیا. اس زمانہ میں خداوند عالم کی ماہیت [اور حقیقت] نیز ذات اقدس الٰہی کے سلسلہ میں بہت گفتگو اور بحثیں ہونے لگیں، اسی طرح غلوّ کی بہت سی قسمیں پیدا ہو گئیں، یہاں تک کہ بعض لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ خداوند عالم کی ذات کسی خاص گروہ یا خاص شخص میں حلول کئے ہوئے ہے، یا بعض لوگ تناسخ کے قائل ہو گئے، اور بعض گروہ نے کفر والحاد کی راہ اختیار کر لی، اور مرنے کے بعد روز قیامت کا انکار کیا جانے لگا، ثواب و عذاب کو غیر اہم قرار دیا جانے لگا، ان سب کے علاوہ اس زمانہ میں بہت سے احادیث اور روایات گڑھے جانے لگے، اور بنی امیہ کی حکومت کی مدد سے جعلی احادیث لوگوں کے درمیان رائج کی گئیں اور اسی زمانہ میں اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جعلی اور جھوٹے فضائل لوگوں کے درمیان نشر کئے گئے، اور اسی زمانہ میں تمام اصحاب رسول، یا جن لوگوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے ان سب کے عادل ہونے کا نظریہ پیدا ہوا [یعنی یہ عقیدہ کہ تمام اصحاب عادل تھے اور ان سے کوئی گناہ یا خطا سرزد نہیں ہوئی]، جبکہ دوسری طرف اسی زمانہ میں سب لوگوں پر پابندی لگا دی گئی کہ اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان نہ کئے جائیں۔

حکام وقت نے ان انحراف کے نشر و اشاعت کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کیا ہے خصوصاً جعلی احادیث کو رائج کرنے کے حوالہ سے، حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہ الصلاۃ والسلام [۱] نے فرمایا:

---

۱۔ امام رضا علیہ السلام کا اسم گرامی کتنے اچھے موقع سے آیا ہے کہ آج آپ کی ولادت باسعادت کا دن ہے، دل چاہتا تھا کہ آج کے روز آپ کے روضہ مقدس کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہو جاتا، اور اس مبارک روز میں آپ کے گنبد طلائی اور ضریح مقدس کی زیارت ہوتی، کس قدر خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو آج امام علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنے محبوب امام کے مہمان ہیں، خداوند عالم توفیق دے کہ کسی ایسے ہی روز آپ کی نورانی بارگاہ میں مشرف ہوا جائے، تا کہ اپنے امام کی یوم ولادت پر ان کی خدمت میں جا کر مبارکباد پیش ←

"إنَّ مخالفينا وضعوا أخباراً في فضائلنا وجعلوها على ثلاثة اقسام: احدها: الغلو، و ثانيها: التقصير في امرنا. و ثالثها: التصريح مثالب اعدائنا".(۱)

"ہمارے مخالفوں نے ہمارے فضائل کے سلسلہ میں بہت سی روایتیں گڑھی ہیں، اوران کوتین حصوں میں تقسیم کیا ہے، ان روایات کا ایک دستہ غلو پر مشتمل ہے، اور دوسرے دستہ میں ایسے مطالب بیان ہوئے ہیں جن کے ذریعہ ہماری قدر ومنزلت کم کی جاتی ہے، اور تیسرا دستہ وہ روایات ہیں جن میں ہمارے دشمنوں کو برُا بھلا کہا گیا ہے اوران کے عیوب کوآشکار اور برملا کیا گیا ہے۔"

اسی زمانہ میں علماء اور دانشوروں کے درمیان دینی مسائل میں اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دینا رائج ہوا، احکام اسلامی میں قیاس، قرآن کی تفسیر بالرائے جیسے غلط نظریات پیدا ہوئے، اسی طرح تصوف اور دنیاوی زندگی سے دوری اختیار کرنا اور دین وسیاست میں جدائی کا مسئلہ بھی اس زمانہ میں بہت زیادہ رائج ہوا۔

حکومتی نظام بہت سے لوگوں کوصرف عقلی مسائل میں بحث وجدل کرنے کی ترغیب دلاتا تھا جس سے امت اسلامی کے لئے کوئی فائدہ بھی نہیں تھا، اسی طرح ذات خداوندی، یا ملائکہ اور قرآن کے قدیم یا حادث ہونے کے بارے میں حکومت وقت بحث ومناظرہ کی ترغیب کیا کرتی تھی جس کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔

چنانچہ ان سب انحرافات میں رنگے جانے اور گمراہ فرقہ پیدا کرنے کے سلسلہ میں حکومت بنی امیہ نے اہم کردار ادا کیا ہے، مخصوصاً بعض فرقے (جیسے کیسانیہ) اہل بیت علیہم السلام کی طرف نسبت بھی رکھتے تھے،

---

← کی جائے، افسوس! کہ حالات نے اتنی اجازت نہ دی کہ اس مہربان امام کی خدمت میں جا کر نزدیک سے سلام وتہنیت پیش کی جاتی، لیکن زمانہ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ میرے دل کوامام علیہ السلام کی خدمت میں جانے سے روک سکے، میں اسی وقت اپنے خدا ورسولؐ اور آخری حجت خدا امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کوشاہد قرار دیتا ہوں کہ میں امام رضا علیہ السلام کے ادنی غلاموں میں شریک ہونے کے دعویٰ کے ساتھ اپنے آقا کی خدمت میں دل کی گہرائیوں سے خلوص کے ساتھ سلام عرض کرتا ہوں: "السلام علیک یا علي بن موسیٰ الرضا! یا امام الرؤف! یا وجیہاً عند اللہ اشفع لنا عند اللہ." میری جان آپ پر قربان! آقا میری والدہ محترمہ کی بیماری کے لئے خداوندعالم کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ وہ شفایاب ہوجائیں، اور تمام برادران کی مشکل آسان ہو، اوران کی تمام دینی ودنیاوی حاجتیں پوری ہوں، آمین یارب العالمین. [مترجم]

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۳۰۴۔

تا کہ اس طریقہ سے اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والوں کی صفوں میں تفرقہ اور اختلاف اپیدا کر سکیں، کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ صرف اہل بیت [علیہم السلام] کے ماننے والے ہی منحرف سیاست سے مقابلہ کرنے والے ہیں۔

## ا۔ سیاسی انحراف

اموی حکّام نے اپنے گزشتہ حاکموں کی سیاست کو جاری رکھا کہ خلافت پیغمبر کو موروثی بادشاہت میں تبدیل کرنا ان کی سیاست تھی، جس حکومت میں اولاد اپنے باپ کی وارث ہوتی تھی، اور اس حکومت کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے علم وتقویٰ جیسے معیار کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی، وہ لوگ حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد حکومت کے اہم عہدوں کو اپنی اولاد، رشتہ داروں اور جو لوگ ان کی زیادہ تر چاپلوسی کا اظہار کرتے تھے، ان کو دیا کرتے تھے، ایسی حکومت مکمل طور پر ظالم اور ستمگر ہوتی تھی، اس میں کسی طرح مشورہ نہیں ہوتا تھا، اور اگر کسی سے مشورہ بھی کیا جاتا تھا تو وہ بھی فاسق اور منحرف لوگوں سے جو خود انھیں کے رشتہ دار ہوتے تھے، وہ لوگ چونکہ جانتے تھے کہ خلافت کی لیاقت اور صلاحیت نہیں رکھتے، لہٰذا اپنے آباء واجداد کی طرح خوف ووحشت، گرفتاری، شکنجہ کو اپنی حکومت کے استحکام کا وسیلہ سمجھتے تھے، مثال کے طور پر جس وقت ولید بن عبد الملک نے یہ دیکھا کہ مکّہ و مدینہ کے والی ''عمر بن عبد العزیز'' کی حکومت کو دیگر والیوں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر اپنی پناہ گاہ سمجھتے تھے اور عمر بن عبد العزیز کی حکومت میں جا کر پناہ لیتے تھے، ولید نے عمر بن عبد العزیز کو مکہ اور مدینہ کی حکومت سے معزول کر دیا (۱) تا کہ جو لوگ اس کی مخالفت میں سر اٹھاتے ہیں، ان کو پسپا کر دیا جائے اور صحیح راستے ان پر بند کر دئے جائیں۔

سلیمان بن عبد الملک کے نزدیک بھی بہت سے مشہور و معروف فاسقِ، منحرف اور بدکردار لوگ جمع تھے، جیسا کہ ایک اعرابی نے سلیمان بن عبد الملک سے امان لے کر اس کے حوالی موالیوں کے بارے میں کہا ہے:

''اے امیر المومنین! تمہارے پاس ایسے لوگ جمع ہیں جنھوں نے اپنے نفس کے لئے سب سے بُرا انتخاب

---

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج۴، ص ۵۷۷۔

کیا ہے، جنھوں نے اپنے دین کو دنیا کے ہاتھوں بیچ دیا ہے، اور تمہاری رضایت کو غضب پروردگار کے بدلے خرید لیا ہے، وہ خداوند عالم کے احکام کو نافذ کرنے میں تم سے ڈرتے ہیں، لیکن تمہارے حکم کو نافذ کرنے میں خدا سے نہیں ڈرتے، وہ آخرت کی مخالفت کرتے ہیں لیکن دنیا سے دوستی کئے بیٹھے ہیں، للہذا جس چیز پر خداوند عالم نے تم کو امین بنایا ہے ان پر اعتماد نہ کرو، کیونکہ یہ لوگ حقوق کی پائمالی، امت کی رسوائی اور لوگوں سے بدسلوکی کے علاوہ تمہارے لئے کوئی کام نہیں کرتے، اور تم پر ان کے جرم اور ظلم کی ذمہ داری ہے، لیکن وہ لوگ تمہاری طرف سے کچھ بھی کرلیں ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے. للہذا اپنی آخرت خراب کرکے ان کی دنیا کو آباد نہ کر۔" (۱)

عبدالملک بن مروان کے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان نے اپنے باپ کے طریقہ کو اپنایا، انھوں نے اپنے باپ کی اس وصیت پر عمل کیا کہ اگر کوئی تمہاری بیعت نہ کرے تو اس کو قتل کر ڈالو، جیسا کہ عبدالملک کی وصیت تھی: لوگوں کو بیعت کی دعوت دو، اور جس نے بھی اپنے سر (انکار میں) کو اس طرح ہلایا تم بھی تلوار کے ذریعہ ایسا ہی سلوک کرو۔ (۲)

بہت سے فقہاء اور علماء نے خوف یا لالچ کی وجہ سے اموی حکّام کے کاموں کو صحیح قرار دیا، انھوں نے اپنے اس کام سے حکّام اموی کی حکومت تک پہنچنے یا اپنے بعد دوسرے پر حکومت منتقل کرنے میں ایجاد کردہ بدعتوں کی تائید کی جیسے دو یا اس سے زیادہ ولیعہد معین کرنا، جیسا کہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بعد کے لئے عمر بن عبدالعزیز اور اس کے بعد یزید بن عبدالملک کو حکومت کے لئے معین کیا، اور بہت سے نام نہاد علماء نے اس چیز کی تائید کی، یہاں تک کہ یہ بدعت حکومت منتقل کرنے کے لئے ایک تھیوری کے عنوان سے جاری رہے۔ (۳)

البتہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے عمر بن عبدالعزیز کی حکومت کے زمانہ میں سیاست اموی میں کچھ اصلاحات

---

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۱۷۸۔

۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۹، ص ۱۶۱۔

۳۔ الاحکام السلطانیۃ، ص ۱۳، تالیف: الماوردی۔

ہوئی ہیں، اس نے بعض اصلاحات کی بنا پر اپنے مخالفوں کو بھی نسبتاً آزادی دی، اور اس نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام پر سب وشتم اور لعنت جیسی بُری بدعت کا خاتمہ کیا، اور اس نے اہل بیت علیہم السلام کے غصب شدہ حقوق کو ان تک لوٹایا، اور اپنے گزشتہ آباء واجدا کی خطاؤں کا اقرار کیا، جس کی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کی تعریف بھی کی ہے۔(۱)

لیکن عمر بن عبدالعزیز کی حکومت زیادہ دن نہ چل سکی اور اس کے مرنے سے حالات پہلے کی طرح ہوگئے۔

عمر بن عبدالعزیز کے مرنے کے بعد کے زمانہ کا امتیاز یہ تھا کہ اس زمانہ میں حکام بہت جلدی جلدی بدلے گئے ہیں کیونکہ اس کے بعد والے خلفاء کی حکومت زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی، سلیمان بن عبدالملک نے تین سال، عمر بن عبدالعزیز نے تین سال یا اس سے بھی کم اور یزید بن عبدالملک نے چار سال حکومت کی ہے، اور جب کوئی نیا حاکم آتا ہے تو اس کے لئے سب سے بڑی پریشانی پہلے والیوں کی تبدیلی کرنا ہوتا ہے، اسی وجہ سے خاندان اموی میں اندرونی حالات کے پیش نظر بہت سے اختلافات ہوئے ہیں، جس طرح اسلامی معاشرہ میں اندرونی فتنے بنی امیہ کے ان خلفاء کے زمانہ میں بہت زیادہ ہوئے ہیں، یہاں تک کہ قتیبہ بن مسلم نے سلیمان بن عبدالملک کا تختہ پلٹنے کے لئے قدم اٹھایا اور اس نے خراسان میں خودمختاری کا اعلان کردیا۔(۲)

اسی طرح سن ۱۰۱ہجری میں یزید بن مہلّب نے یزید بن عبدالملک کو خلافت سے برطرف کردیا اور اس نے بغاوت کرڈالی، جس کے مقابلہ میں یزید بن عبدالملک نے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے قتل کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجا۔

یزید بن عبدالملک نے بھی اپنے ان حوالی موالیوں کے ذریعہ جو اس کی چاپلوسی کرتے تھے، اور اس کے انحرافات کی تاویل کرتے تھے، ان کے ذریعہ اس کا محاصرہ کیا، چنانچہ انھوں نے یہ فتویٰ دیا کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں خلفاء کا کوئی حساب وکتاب نہیں ہوتا وہ چاہے کرے؟!!۔(۳)

---

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج۵،ص۶۲۔ ۲۔ تاریخ ابن خلدون، ج۵،ص۱۵۱۔

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۹،ص۲۳۲۔

اس طرح سے امت اسلامی ہر طرف سے خطرات کا شکار تھی، یہاں تک کہ سن ۱۰۴ ہجری میں "قبیلہ خزز" جو مسلمانوں کا پڑوسی تھا، مسلمانوں سے جنگ میں کامیاب ہوگیا، اور بعض سرحدی علاقوں میں گھس آیا، اسی طرح ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں اہل بیت علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں اور حکومت کے دوسرے مخالفوں کو بہت زیادہ آزار واذیت دی جانے لگی، یہاں تک کہ ہشام بن عبد الملک نے یہ جرائت کی کہ امام محمد باقر علیہ السلام کو قید کرلیا، یا آپ کے قتل کی سازش کی (۱) اسی طرح اس نے امام محمد باقر علیہ السلام کے بعض چاہنے والوں کے قتل کا حکم جاری کرایا، لیکن امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کو قتل ہونے سے بچالیا۔(۲)

اس زمانہ میں حکومت کے بہت سے مخالفوں نے حکومت امیہ کے خاتمے کے لئے تحریک چلائی، اسی زمانہ میں بنی عباس نے بنی امیہ سے مقابلہ کے لئے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا، ان لوگوں نے پائے تخت سے دور دراز کے علاقوں (جیسے خراسان) میں مبلغین بھیجے، اسی زمانہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند "زید" نے بھی بنی امیہ کے خلاف موقع پاکر لوگوں کو جمع کیا. یہ وہ وقت تھا کہ جب حکومت بنی امیہ معاشرہ پر سخت نظر رکھے ہوئی تھی یہاں تک کہ لوگوں کے سانس کو بھی گنا جاتا تھا تاکہ کوئی سیاسی انحرافات کے مقابلہ میں سر نہ اٹھانے پائے، یا حکومت کے مقابلہ اپنی مخالفت کا اظہار نہ کرسکے۔

## ۳۔ اخلاقی انحراف

بنی امیہ ہمیشہ سے جنگوں اور دوسرے ملکوں پر حملہ کے سلسلے میں لوگوں کے نظریہ کو منحرف کرتے تھے. وہ لوگ اپنی انسانی اور مالی طاقت کو جنگوں میں استعمال کرتے تھے، تاکہ مسلمانوں کو معاشرہ کے بُرے حالات، اور سیاسی کاموں میں غور وفکر یا حکومتی نظام کو بدلنے کے لئے تحریک اور انقلاب کے بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہ ملے، ان لوگوں کا جنگ سے مقصد اسلامی اقدار اور تعلیمات دینی کی نشر واشاعت نہیں ہوتا تھا (جیسا کہ بعض لوگوں نے خیال کیا ہے) کیونکہ وہ لوگ اپنی اندرونی اور خارجہ پالیسیوں میں اسلامی اقدار اور

---

۱۔ مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۲۰۶۔

۲۔ بحار الانوار، ج۴۶، ص۲۸۳۔

تعلیمات دینی کی مخالفت کرتے تھے، انھوں نے اسلامی مقدسات کو پامال کر رکھا تھا اور انحرافی فکر کو رائج کرنے میں مشغول تھے۔

وسیع پیمانہ پر فتوحات اور جنگ کی وجہ سے اسلامی معاشرہ پر بہت بُرے آثار نمایاں تھے، ان جنگوں کی وجہ سے اسلامی معاشرہ پریشانیوں اور سختیوں کا شکار تھا. گھروں میں سر پرست نہ ہونے کی وجہ سے ویرانی تھی، ان جنگوں کی وجہ سے کنیزیں اور غلام اسلامی مملکتوں میں بہت زیادہ پائے جاتے تھے، جس کی وجہ سے مالداروں میں ایک بہت بڑا انحراف پیدا ہوا اور وہ لوگ کنیزیں، گلوکار لونڈی اور منحرف غلاموں کی خریداری میں مشغول ہو گئے، اور اس طرح انحراف بنی امیہ کے دربار سے باہر نکل کرامت کے درمیان رائج ہو گیا، کیونکہ لوگ ہمیشہ حکّام کی پیروی کرتے ہیں، اور اگر حکّام میں اگر فسق و فجور پایا جاتا ہے تو لوگوں میں بھی وہ سب کچھ آجاتا ہے، اسی وجہ سے اس زمانہ کے لوگ ہمیشہ لہو ولعب، بے انتہا شہوت پرستی، اور خواہشات نفسانی کے غلام بن چکے تھے، یہاں تک کہ تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ بالخصوص ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں عورتوں کے بارے میں غزلیں کہنا بہت زیادہ رائج ہو گیا تھا۔(۱)

خلفاء بنی امیہ کے دوسرے خلفاء بھی اس قاعدہ سے الگ نہیں ہے، چنانچہ تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کا پورا ہم وغم عورتوں کے بارے میں ہوتا تھا، اور یہ بات معاشرہ میں واضح تھی، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی دوست سے ملتا تھا تو اس سے سب سے پہلا سوال یہ کرتا تھا کہ تم نے کتنی شادیاں کی ہیں اور کتنی کنیزیں رکھے ہوئے ہو؟!(۲)

اسی طرح تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ ابو حازم اعرج نے سلیمان بن عبدالملک کے سوال (کہ کیوں ہم موت کو پسند نہیں کرتے؟) کے جواب میں اس وقت کے معاشرہ کے اجتماعی اور اخلاقی حالات کی وضاحت کی ہے: تم اس وجہ سے موت سے ڈرتے ہو کیونکہ تم نے اپنی دنیا تو آباد کر رکھی ہے، لیکن اپنی آخرت خراب کر رکھی ہے. یہی وجہ ہے کہ ایک آباد جگہ سے ویرانہ میں جانے سے ڈرتے ہو۔(۳)

---

۱۔ الاغانی، ج۶، ص۲۱۹۔ ۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۹، ص۱۶۵۔

۳۔ مروج الذہب، ج۳، ص۱۷۷۔

سلیمان بن عبدالعزیز گلوکارہ کنیزوں کے درمیان مقابلہ بازی رکھتا ہے اور مقابلہ جیتنے والی کنیزوں کو بہترین انعامات سے نوازتا تھا۔(۱)

اسی طرح اس زمانے میں خواجہ سراؤں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا(۲) اور یزید بن عبدالملک بہت زیادہ شراب پیتا تھا اور لہو ولعب میں مشغول رہتا تھا(۳) اس نے اپنی خلافت کے زمانہ میں شراب پینے سے توبہ کی، لیکن ایک ہفتہ بعد پھر شروع کردی، کیونکہ اس کو ''حبابہ'' نامی کنیز نے شراب پینے کی ترغیب دلائی۔(۴)

یزید بن عبدالملک ہمیشہ کہتا تھا: جب سے یہ خلافت کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوئی ہے، میں بالکل بھی خوش نہیں ہوں، یہاں تک کہ میں ایک روز ''سلامہ'' اور ''حبّابہ'' (دو کنیزوں کے نام) کو خریدلوں۔اور پھر کسی شخص کو بھیجا تا کہ ان دونوں کنیزوں کو خرید لائے۔(۵)

لہٰذا جب لہو ولعب اور بے ہودگی حکومتی عہدہ داروں کا سب سے بڑا اہم وغم ہو تو معاشرہ میں انحرافات اپنے اوج پر ہوں گے۔

البتہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ امت، حکّام اور والیوں کے انحراف کی وجہ سے منحرف ہوجائے، کیونکہ عوام الناس تو اسی راستہ پر چلتے ہیں جس راستہ پر اپنے حکام اور دیگر عہدہ دراوں کو چلتے دیکھتے ہیں، چنانچہ اس انحراف کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کی اکثریت اس انحراف کے دلدل میں پھنس پر شریعت اسلام کے معین کردہ اغراض ومقاصد سے کوسوں دور ہوگئی، لہٰذا ان کی نظر میں اسلامی معاشرہ اور شریعت اسلام کو در پیش خطرہ کی کوئی فکر نہیں تھی۔

## اقتصادی مسائل میں انحراف

اس زمانہ میں معاشرہ کے حکام عمومی مال اور جائداد میں ہر طرح کا دخل وتصرف کرتے تھے گویا یہ ان کی ذاتی

---

۱۔الاغانی، ج۱،ص۳۱۷۔
۲۔مذکور حوالہ، ج۴،ص۲۷۲۔
۳۔مروج الذہب، ج۳،ص۱۹۶۔
۴۔الاغانی، ج۱۵،ص۲۹۵۔
۵۔الاغانی، ج۸،ص۳۴۶۔

ملکیت ہے. وہ اپنی مرضی کے مطابق ان اموال کو استعمال کرتے تھے اور مسلمانوں کے بیت المال کا ایک بڑا حصہ کنیزوں اور گلوکارہ عورتوں کی خرید پر خرچ ہوتا تھا جس سے حکام وقت کی لذتیں، شہوتیں اور نفسانی خواہش پوری ہوتی تھیں، اسی طرح بیت المال کے ذریعہ لوگوں کے نظریات کو خریدا جاتا تھا، اور ان کو اپنی مرضی کے مطابق چلایا جاتا تھا، بیت المال ان لوگوں پر زیادہ خرچ کیا جاتا تھا جو حکام کی مدح سرائی یا ان کی حکومت کے استحکام کے لئے کوئی کام کرتے تھے، مورخین نے بیان کیا ہے کہ نابغہ شیبانی نے یزید بن عبد الملک کی شان میں کوئی قصیدہ پڑھا چنانچہ یزید بن عبدالملک نے حکم دیا کہ اس کو انعام دیا جائے چنانچہ اس کو بہترین لباس فاخرہ پہنایا گیا اور سو اونٹ اس کو دئے گئے۔(۱)

اسی طرح شاعروں نے مال و دولت حاصل کرنے کی غرض سے خلفاء بنی امیہ کے مدح سرائی میں ایک دوسرے پر سبقت لینا شروع کردی، اسی طرح گلوکارہ عورتیں مال و دولت اور انعامات حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتی تھیں۔

بنی امیہ کے حکام میں سب سے زیادہ آسائش و آرام، ناز و نعمت اور زرق و برق زندگی پائی جاتی تھی، وہ لوگ لہو ولعب اور شہوات کی خاطر بیت المال کو لٹاتے رہتے تھے، وہ لوگ مسلمانوں کے عمومی بیت المال کو اپنے نزدیک رہنے والوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرتے رہتے تھے جبکہ دوسرے مسلمان فقر و فاقہ اور غربت کی زندگی بسر کرتے تھے۔

انھوں نے معاشرہ کے مقابلہ میں احساس ذمہ داری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اور عام لوگوں کے دردناک مسائل کو اہمیت نہیں دی نیز صاحبان حیثیت لوگوں کو غریب اور کمزور لوگوں پر انفاق نہ کرنے کی رغبت دلانے کی وجہ سے معاشرہ میں طبقاتی نظام کو بڑھاوا دیا۔

ان سب چیزوں کے علاوہ معاشرہ کے غریب طبقہ میں ایک دوسری مالی مشکل یہ تھی کہ حکومت وقت لوگوں سے کئی گنا ٹیکس لیا کرتی تھی، حکام بنی امیہ بالخصوص ہشام بن عبدالملک نے کہ جس نے مسلمانوں کے بیت المال کو جمع کیا اور اپنے مدح خواں شاعروں پر لٹا دیا، اس نے صنعت گروں اور دیگر کام کرنے والوں کے

---

۱۔ الاغانی، ج ۷، ص ۱۰۹۔

لئے نئے ٹیکس کا اضافہ کیا۔(۱)

خود سلیمان بن عبد الملک نے اس بات کا اقرار کیا، بنی امیہ کے حکام نے ہمیشہ عیش وعشرت اور بے ہودہ کاموں اور عیاشیوں میں بے انتہا رقم لٹائی ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے: ہم بہترین اور لذیذ کھانا کھاتے ہیں، بہت نرم اور فاخر لباس پہنتے ہیں اور بہترین سواریوں پر سوار ہوتے ہیں؛ اور دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کو میں نے حاصل نہ کیا ہو سوائے ایک لذت کے، اور وہ یہ ہے کہ میرا ایسا کوئی دوست نہیں کہ جس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھ کر اپنا دل درد دل بیان کروں، اور اس بات پر مطمئن رہوں کہ وہ میری باتوں کو کسی سے بیان نہیں کرے گا۔(۲)

اس طرح عوام الناس بالخصوص اموی خاندان کے پیرو مزید شہوت پرستی اور خواہشات نفسانی کے پیچھے دوڑنے لگے اور جس سے جس طرح ہوسکتا تھا مال و دولت جمع کرنے میں مشغول ہوگیا۔

---

۱۔ مذکورہ حوالہ، ج۱، ص۳۳۹۔

۲۔ مروج الذہب، ج۳، ص۶۷۔

# تیسری فصل

## معاشرہ کی اصلاح کے لئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا کردار

اگر چہ حکّام اور اداری و سیاسی نظام قرآن کریم اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مبنی اصول سے دور تھا لیکن عوام الناس کے سامنے یہ ظاہر کیا جاتا تھا کہ ہم دین اسلام کے اصول اور احکام کے پابند ہیں، اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حکومت اور امت کی اصلاح، حکام اور حکومتی عہدہ داروں اور اسی طرح امت کو دین و عقائد میں استحکام کی طرف پلٹانے، اور اسلام اور اقداری مفاہیم کو حاکم قرار دینے میں بہترین کردار ادا کیا۔

معاشرہ کی اصلاح کے لئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا طریقہ کار زمانہ کے حالات اور شرائط کے لحاظ سے فرق کرتا تھا، آپ نے اپنے زمانہ کے حکام کے طریقہ کار میں تبدیلی آنے اور اسی طرح اسلامی امت کے بدلتے حالات کے پیش نظر اپنی حکمت عملی کو بھی بدل دیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پر اسلامی شہروں میں رہنے والے اسلامی علماء اور انشوروں نے خاص توجہ دی کہ جو شخص بھی مدینہ میں حاضر ہوتا تھا وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے ان کے پاس حاضر ہوتا تھا، اور ان کے فضائل اور علم سے فیضیاب ہوتا تھا، عظیم اسلامی فقہاء جیسے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور ابو حنیفہ جیسے بڑے بڑے علماء حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کرتے تھے۔

## آپ کا بہ یک وقت دو طریقہ کار اصلاحی کردار

پہلا طریقہ کار: مختلف لوگوں کے درمیان اور عام لوگوں میں دینی خصوصیات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے فعالیت اور کارکردگی، کیونکہ امت اسلام کے درمیان دوسرے دین سے تعلق رکھنے والے افراد موجود تھے، البتہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی یہ کارکردگی بنی امیہ کے حکّام اور حکومتی عہدہ داروں کو راہ مستقیم پر لوٹانے اور ان کو انحرافات سے روکنے کے علاوہ تھی۔

دوسرا طریقہ کار: ایک صالح جمعیت اور صالح جماعت کی تشکیل تا کہ معاشرہ میں اہل بیت علیہم السلام کی روشنی بخش تعلیمات کے ذریعہ جو خود قرآن کریم اور سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل شدہ ہے، عوام الناس کی ہر پہلو سے اصلاح کی جائے اور حکومت کے حالات بہتر بنانے اور اس کی اصلاح کے لئے ایک جامع قدم اٹھایا جا سکے۔

## حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی اصلاحی تحریک کے محور

### اول: فکر وعقیدہ کی اصلاح

گزشتہ حکام کے طور وطریقہ کی بنا پر پیدا ہونے والا ایک بحران یہ تھا کہ فکر ونظر میں ملاوٹ، اندھی تقلید اور فکر واندیشہ میں ظاہر بینی سے کام لیا جا رہا تھا، یہاں تک کہ اسلام حقیقی کے مفاہیم میں بہت سی غلط کارکردگی اور حقیقتوں کو برعکس پیش کرنے کی وجہ سے بہت سے مسلمانوں پر اسلام کے بنیادی نظریات اور ان کی حقیقت واضح نہیں تھی، اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو غلط، جھوٹے اور جعلی عقائد سے نکال کر حقیقی عقائد کو پہچاننے کے لئے ان کی فکر ونظر کی اصلاح کریں، آپ نے فکر وعمل اور اسلامی عقائد کے استحکام کے لئے عام افکار کو سمت دی، اور خداوند عالم جس صراط مستقیم کو انسان سے چاہتا ہے اس کی طرف ہدایت کی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے لوگوں کے فکر وعقیدہ کی اصلاح کے لئے مختلف کوششیں کی ہیں جن میں سے ہم اہم چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

## ۱۔منحرف اور غلط عقائد وافکار کو رد کرنا

انحرافی عقائد کے رائج کرنے والوں نے معاشرہ میں اپنے فاسد عقائد وافکار کے حامی بھی پیدا کر لئے تھے،بعض لوگ ان کے عقائد کو قبول کرتے ہوئے ان کو معاشرہ میں رائج بھی کیا کرتے تھے ان کا یہ کام یا تو جہالت کی وجہ سے ہوتا تھا یا لالچ اور یا اسلام کی نابودی کے لئے کی جانے والی سازش کی وجہ سے، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں اہل غلوّ (جولوگ ائمہ علیہم السلام کے بارے میں غلو سے کام لیتے تھے ) کی تحریک میں ''مغیرہ بن سعید عجلی'' کی رہبری میں بہت زیادہ ترقی دیکھنے میں آئی ہے۔

علی بن محمد نوفلی روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مغیرہ بن سعید حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اورعرض کی کہ لوگوں سے کہو کہ میں علم غیب جانتا ہوں اور عراق کی سرزمین آپ کو بخشتا ہوں، امام محمد باقر علیہ السلام نے شدت کے ساتھ اس کو اپنے سے دور کیا اور اس سے سخت باتیں کہیں، یہاں تک کہ وہ آپ سے منہ پیر کر وہاں سے چل دیا.اس کے بعد ابو ہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ امام باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے بھی انھیں باتوں کو امام علیہ السلام سے بیان کیا.اس موقع پر امام علیہ السلام بہت ناراض ہوئے اور شدت سے اس کو مارا، قریب تھا کہ وہ ہلاک ہوجاتا.جس وقت ابو ہاشم صحت یاب ہوا، تو کوفہ پہنچ گیا، وہ شعبدہ باز بھی تھا، چنانچہ اس نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا، اوران کو گمراہ کیا، چنانچہ بہت سے لوگ ان کے پیرو اور تابع ہوگئے۔(۱)

اس طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مختلف طریقہ سے مغیرہ بن سعید پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے اور لوگوں کواس سے دور رکھتے تھے، آپ ہمیشہ اس پر لعن وطعن فرماتے تھے اور عام لوگوں کے سامنے فرماتے تھے:

''لعن اللہ المغیرۃ بن سیعد کان یکذب علینا''.(۲)

''خدا لعنت کرے مغیرہ بن سعید پر کہ وہ ہماری طرف جھوٹ کی نسبت دیتا تھا''۔

---

۱۔شرح نہج البلاغہ، ج۸،ص۱۲۱۔

۲۔بحار الانوار، ج۲۵،ص۲۹۷۔

اسی طرح آپ دوسرے اہل غلو پر بھی لعنت فرمایا کرتے تھے جن میں ''بنان تبّان'' کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے، چنانچہ آپ اس پر یوں لعنت کیا کرتے تھے:

''لعن اللّٰہ بنان التبّان، وان بناناً لعنه الله كان يكذب على ابي''.(۱)

''خدا لعنت کرے بنان تبّان پر، بے شک بنان ملعون نے ہمارے پدر بزرگوار پر جھوٹی تہمت لگائی''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سبھی مسلمانوں کو مخصوصاً اہل بیت علیہم السلام کے ناصروں کو غلو سے آمیختہ نظریات کو اپنانے سے روکتے تھے، اوران کو ہمیشہ صحیح اور پاک عقائد کی طرف راہنمائی فرماتے تھے. جیسا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''لا تضعوا علياً دون ما وضعه الله، ولا ترفعوه فوق ما رفعه الله ''.(۲)

''[حضرت] علی علیہ السلام کو خداوند عالم کے عطا کردہ درجہ سے نیچے نہ لاؤ اور نہ ہی خداوند عالم کے درجہ سے اونچا کرو''۔

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے ناصر اور مددگاروں سے اس طرح خطاب فرماتے ہیں:

''يا معشر الشيعة! شيعة آل محمدٍ كونوا النمرقة الوسطى: يرجع اليكم الغالي، ويلحق بكم التالي''.(۳)

''اے گروہ شیعہ! اے آل محمد کے ماننے والو! ہمیشہ درمیانی گروہ بنو، تا کہ غلو کرنے والے تمہاری طرف پلٹیں اور پیچھے رہ جانے والے تم تک پہنچ جائیں''۔

اسی طرح امام علیہ السلام ہمیشہ لوگوں کو فرقہ مرجئہ کی پیروی سے روکتے تھے اوراس پر لعنت فرماتے تھے:

''اللهم العن المرجئة، فانّهم اعداؤنا في الدنيا والآخرة''.(۴)

''خدا لعنت کرے گروہ مرجئہ پر کہ وہ دنیا و آخرت میں وہ ہمارے دشمن ہیں''۔

---

۱۔ حوالہ مذکور ج ۲۵، ص ۲۹۷۔
۲۔ بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۲۸۳۔
۳۔ بحار الانوار، ج ۶۷، ص ۱۰۱۔
۴۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۹۱۔

نیز امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ لوگوں کو فرقہ مفوضہ اور مجبرہ سے دور رہنے کی ہدایت فرماتے تھے، جو کہ جبر و تفویض کے قائل تھے، چنانچہ امام علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا:

''إيّاک ان تقول بالتفويض! فان الله عزّ و جلّ لم يفوّض الامر الى خلقه وهناً وضعفاً و لا اجبرهم على معاصيه ظلماً''.(۱)

''تفویض کے نظریہ سے دور رہنا، کیونکہ خداوند عالم نے ہرگز اپنے کاموں کو مخلوق کے حوالہ نہیں کیا ہے، کیونکہ اس سے خدا کی سستی اور ضعف لازم آتا ہے، [اور یہ دونوں چیزیں خداوند عالم کی ذات کے لئے محال ہیں] اسی طرح خداوند عالم اپنے بندوں کو گناہ اور معصیت پر مجبور نہیں کرتا، کیونکہ اس کا لازمہ ظلم ہوتا ہے [جب کہ خداوند عالم ہر طرح کے ظلم وستم سے پاک و پاکیزہ ہے]

حضرت امام باقر علیہ السلام ان منحرف افکار ونظریات کی تردید واضح طور پر فرماتے ہوئے توحید کے سلسلہ میں صحیح افکار وعقائد پیش کرتے رہتے تھے، تاکہ امت کے درمیان صحیح عقائد موجود رہیں۔

امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں جس چیز پر تاکید کی ہے وہ توحید کی بنیاد ہے۔

امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں جن مطالب کو بیان کیا اور ان پر بہت زیادہ تاکید کی وہ خداوند عالم کی توحید، اس سے تشبیہ وتجسیم کی نفی کرنا، چنانچہ آپ کا فرمان ہے:

''يا ذا الذي كان قبل كل شيء، ثم خلق كل شيء، ثم يبقى ويفنى كل شيء، ويا ذا الذي ليس في السموات العلى ولا في الارض السفلى، ولا فوقهنّ، ولا بينهنّ ولا تحتهنّ اله يعبد غيره''(۲)

''اے وہ کہ جو ہر سے پہلے تھا اور اس کے بعد سب چیزوں کو پیدا کیا، اور پھر [ایک روز] سب چیزوں کو نابود کردے گا، اور و باقی رہے گا، اے وہ کہ جس کے علاوہ نہ بلند وبالا آسمان میں اور نہ نچلی زمین میں اور نہ آسمانوں سے اوپر اور نہ زمین وآسمان کے درمیان اور نہ زمینوں کے نیچے کوئی خدا کہ جس کی کوئی عبادت کرے''۔

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۵، ص ۲۹۸۔ ۲۔ بحار الانوار، ج ۳، ص ۲۸۵۔

امام باقر علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ کیا خداوند عالم موجود ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

''نعم ، تخرجه من الحدّين :حد الابطال، وحد التشبيه''(۱)

''ہاں، لیکن خداوند عالم کو دو چیزوں سے پاک و پاکیزہ قرار دو: ایک ابطال اور دوسرے تشبیہ''۔

اسی طرح حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''إنّ ربی تبارک وتعالی کان لم یزل حیاً بلا کیف، ولم یکن له کان، ولا کان لکونه کیف، ولا کان له این، ولا کان فی شیء، ولا ابتدع له مکاناً''.(۲)

''بے شک خداوند تبارک وتعالیٰ ازل سے ہے، اور ہمیشہ حیات رکھتا ہے اور اس کی حیات کسی کیفیت سے مقید نہیں، [ کیونکہ کیفیت ؛ حادث اور مخلوق ہیں، اور چونکہ خداوند عالم مرکب نہیں ہے لہٰذا اس میں کیفیت بھی نہیں پائی جاتی ] میرا پروردگار اس حالت میں تھا کہ جس کا ہونا ''کون و کیف '' کے مقولہ سے خالی ہے، اس کے لئے کوئی مکان نہیں ہے، اور مقولہ ''اینَ'' [ یعنی کہاں ] کا بھی تصور اس کے لئے نہیں پایا جاتا، وہ کسی چیز میں نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی چیز اس میں [ حلول ] کئے ہوئے ہے، اور اس نے اپنے لئے کوئی مکان پیدا نہیں کیا ہے''۔

اس طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام خداوند عالم کی خالص عبادت کرنے اور ایسی چیزوں سے پرہیز کرنے پر تاکید فرماتے تھے جن میں خداوند عالم کے لئے شرک پایا جاتا ہو، جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

''لو ان عبداً عمل عملاً یطلب به وجه الله عزّ و جلّ والدار الآخرة، فادخل فیه رضیٰ أحد من الناس کان مشر کاً''.(۳)

''اگر کوئی بندہ کسی کام کو انجام دے جس سے صرف دنیا و آخرت میں خداوند عالم کی رضا کا طالب ہو، [تو اس نے خدا کی سچی عبادت کی ] لیکن اگر اس میں کسی شخص کی رضایت کو شامل کرے [اور ریاکاری سے کام لے ] تو بے شک ایسا شخص مشرک ہو گیا ہے''۔

---

۱۔ بحار الانوار، ج۳، ص۲۶۵۔
۲۔ بحار الانوار، ج۳، ص۳۲۶۔
۳۔ بحار الانوار، ج۶۹، ص۲۹۷۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے خداوند عالم پر مکمل توجہ کرنے اور دنیاوی زرق و برق اور غیر خدا سے دوری کی دعوت دی ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

"لایکون العبد عابداً للہ حق عبادته، حتی ینقطع عن الخلق کله الیه".(۱)

"بندہ اس تک خداوند عالم کی ایسی عبادت نہیں کرسکتا جیسا اس کی عبادت اور پرستش کا حق ہے، جب تک کہ انسان تمام مخلوق سے قطع تعلق نہ کرے اور خداوند عالم سے پوری طرح توجہ اور لو لگائے رہے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام لوگوں کو خداوند عالم کی ذات کے بارے میں زیادہ گفتگو کرنے سے منع فرماتے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ انسان چونکہ محدود ہے اور ایک لامحدود چیز کو سمجھنے اور اس پر احاطہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا. لہٰذا اس لامحدود ذات کے بارے میں بحث و گفتگو کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا، اور وہ کسی منزل پر نہیں پہنچ سکتا، بلکہ اس کو مقصد سے دور کرسکتا ہے، اسی وجہ سے خداوند عالم کی ذات کے بارے میں بحث اور غور وفکر کرنا کہ خدا کی ذات کی حقیقت کیا ہے؟ بیہودہ اور بے فائدہ ہے. اس وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے سب لوگوں کو اس کام سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

"إنَّ الناس لایزال لهم المنطق، حتی یتکلموا فی الله، فاذا سمعتم ذلک فقولوا: لا اله الا الله الواحد الذي لیس کمثله شيءٍ".(۲)

"بے شک لوگ مختلف مسائل کی بحث میں آزاد ہیں یہاں تک کہ خداوند عالم کی ذات کے بارے میں بحث ہونے لگے، لہٰذا اگر کوئی شخص خداوند عالم کی ذات کے بارے میں بحث و گفتگو کر رہا ہے تو اس سے کہو: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، وہ اللہ جو واحد ہے اور کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے"۔

جن مسائل پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ لوگوں کو منحرف مذاہب اور گمراہ فکر ونظر سے روکتے تھے. اور امام علیہ السلام نے اہل شبہات اور اہل ہوا و ہوس نیز بدعت کرنے والوں کے بدانجام سے ڈرایا ہے، امام باقر علیہ السلام نے مسلمانوں کو منحرف لوگوں

---

۱۔ بحار الانوار ج ۶۷، ص ۲۱۱۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۳، ص ۲۶۴۔

کے اعتقادی اور فکری نظریات سے متاثر ہونے کی بُری عاقبت سے خوف زدہ کیا ہے اور لوگوں کے سامنے واضح طور پر بیان کیا ہے، امام علیہ السلام منحرف عقائد اور افکار کی طرف مائل ہونے سے بہت زیادہ ممانعت فرماتے تھے، اور آپ ایسے افکار سے نزدیک ہونے نہیں دیتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے آیۂ شریفہ ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمالًا ☆ الَّذينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ في الْحَياةِ الدُّنْيا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً﴾ (۱) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''هم النصاری والقسيسون والرهبان واهل الشبهات والاهواء من اهل القبلة والحرورية واهل البدع''.(۲)

''اس آیت سے مراد نصاریٰ، پاپ، راہب اور مسلمانوں میں سے اہل شبہہ اور اہل ہوا و ہوس والے، حروریہ اور اہل بدعت ہیں''۔

## ۲۔ منحرف مذاہب اور انحراف کے سمبلوں سے بحث ومناظرہ

بحث ومناظرہ، معاشرہ کی اصلاح کے لئے بہت اچھا طریقہ ہے. چونکہ با مقصد مناظرہ اور صحیح گفتگو انحرافی عقائد وافکار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے ہیں۔

اسی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے بہت سے مخالف رہنماؤں سے مقابلہ کیا، کیونکہ اہم شخصیات اپنے ماننے والوں پر بہت زیادہ موثر ہوتے ہیں، اگر ان کی ہدایت کی کردی جائے اور وہ انحراف سے ہاتھ کھینچ لیں تو پھر ان کے ماننے والوں کی کثیر تعداد کی بھی اصلاح ہوجاتی ہے. اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بہت سی اہم شخصیوں سے مناظرات کئے ہیں، اب ہم یہاں پر ان مناظرات میں سے چند مناظروں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

---

۱۔ سورہ کہف، آیت ۱۰۳، ۱۰۴، ترجمہ: ''پیغمبر کیا ہم آپ کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دیں جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں. یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں''۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۲، ص ۲۹۸۔

## عیسائی علماء سے امام محمد باقر علیہ السلام کا مناظرہ

جب ہشام بن عبد الملک نے امام محمد باقر علیہ السلام کو مدینہ سے شام کی طرف بلایا، اس موقع پر امام علیہ السلام شام میں سکونت کے دوران اہل شام کی مجالس میں رونق افروز ہوئے، ایک روز آپ چند لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ آپ سے سوالات کر رہے تھے، دیکھا کہ عیسائی ایک پہاڑ کی طرف جا رہے ہیں، امام محمد باقر علیہ السلام نے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا تو لوگوں نے جواب دیا: یہ لوگ اپنے عالم کے پاس جا رہے ہیں جو سال میں ایک دن وہاں آتا ہے اور آج وہی دن ہے، یہ لوگ اس سے مختلف سوالات کرتے ہیں اور وہ آئندہ سال تک ہونے والے واقعات کی خبر دیتا ہے، اس عیسائی عالم نے بہت اصحاب حواریوں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب) کو دیکھا ہے. یہ سن کر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اٹھو! کہ ہم بھی وہاں چلتے ہیں، اور امام علیہ السلام اس مخصوص جگہ پہنچے جہاں عیسائی جمع ہو رہے تھے، جیسے ہی وہ عیسائی عالم آیا اور اس نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا تو ان سے کہا: میں تم سے کچھ سوال کروں یا تم مجھ سے سوال کرو گے؟ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تم مجھ سے سوال کرو، چنانچہ اس عیسائی عالم نے قیامت، اہل جہنم، جناب عزیر اور عزرہ کے بارے میں بہت سے سوالات کئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس عیسائی عالم کے تمام سوالوں کا جوابات دئے۔

عیسائی عالم نے کہا: اے عیسائیو! میں نے اپنی عمر اس سے بڑا دانشور اور عالم شخص نہیں دیکھا، اور جب تک یہ شخص شام میں موجود ہے تو تم مجھ سے سوال نہ کرنا، اور مجھے اپنی جگہ واپس کر دو، چنانچہ لوگوں نے اس کو اس کے غار میں پہنچا دیا، اور وہ سب عیسائی امام باقر علیہ السلام کے ساتھ واپس آ گئے۔

ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ وہ عیسائی عالم اور اس کے تمام اصحاب، امام محمد باقر علیہ السلام کے ہاتھوں مسلمان ہو گئے۔(۱)

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۱۳ تا ۳۱۵۔

## ہشام بن عبد الملک سے امام محمد باقر علیہ السلام کا مناظرہ

ہشام بن عبد الملک نے اہل بیت علیہم السلام کے مقام و منزلت سے متعلق مختلف مسائل میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مناظرے کئے، چنانچہ اس نے اہل بیت علیہم السلام کے علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہونے، اور حضرت علی علیہ السلام کے علم غیب کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوالات کئے، امام محمد باقر علیہ السلام تمام مختلف سوالوں کا جوابات دئے، اور قرآن مجید اور سنت شریف سے اہل بیت علیہم السلام کے مرتبہ و منزلت کے بارے میں دلائل پیش کئے اور اس سے مناظرہ کیا، یہاں تک کہ ہشام بن عبد الملک، امام علیہ السلام کی کسی ایک بات کا جواب نہ دے سکا، ہشام بن عبد الملک نے دوسرے مقامات پر بھی امام علیہ السلام سے مناظرات کئے ہیں، ہشام نے بعض مناظرات میں امام محمد باقر علیہ السلام میں عرض کی: خدا کو حاضر و ناظر جان کر مجھ سے عہد کرو کہ جب تک میں زندہ ہوں ان مناظروں میں میری شکست کو بیان نہ کریں. حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "فاعطاه أبي من ذلک ما أرضاه". (۱) "میرے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کی درخواست مان لی"۔

ہم نے دونوں کو مناظروں کو گزشتہ بحث میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، بہتر ہے کہ ان کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں۔(۲)

## حسن بصری سے امام محمد باقر علیہ السلام کا مناظرہ

حسن بصری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ سے کتاب خدا کے بارے میں چند سوالات کروں۔

امام علیہ السلام نے مختصر سی گفتگو کے بعد حسن بصری سے فرمایا:

"بلغنی عنک أمر فما ادري أ کذاک انت؟ أم یکذب علیک؟".

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۰۸ تا ۳۱۶۔

۲۔ دیکھئے: باب سوم، فصل دوم، امام باقر علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات۔

''تمہارے بارے میں مجھے خبر ملی معلوم نہیں کہ آیا وہ صحیح یا تمہارے اوپر الزام ہے''؟

حسن بصری نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

''زعموا انک تقول: إن اللہ خلق العباد ففوّض الیھم امورھم''.

''جن لوگوں نے مجھے یہ خبر دی ہے ان کا گمان ہے کہ تو نے کہا کہ خداوند عالم نے بندوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کے تمام کاموں اور اختیار کو ان کے سپرد کر دیا ہے''۔

حسن بصری نے تھوڑی دیر سکوت اختیار کیا تب امام علیہ السلام نے عقیدہ تفویض کے باطل ہونے پر واضح روشنی ڈالی اور اسے اس باطل عقیدہ سے ڈرایا، چنانچہ امام باقر علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

''و ایاک ان تقول بالتفویض، فان اللہ عزوجل لم یفوض الامر الی خلقه، وهناً منه وضعفاً، ولا اجبرهم علی معاصیه ظلماً''.(۱)

''تفویض کے نظریہ سے دور رہو، کیونکہ خداوند عالم نے ہرگز اپنے کاموں کو مخلوق کے حوالہ نہیں کیا ہے، کیونکہ اس سے خدا کی سستی اور ضعف لازم آتا ہے، [اور یہ دونوں باتیں خداوند عالم کی ذات کے لئے محال ہیں] اسی طرح خداوند عالم اپنے بندوں کو گناہ اور معصیت پر مجبور نہیں کرتا، کیونکہ اس کا لازمہ ظلم ہوتا ہے [اور خداوند عالم ہر طرح کے ظلم وستم سے پاک وپاکیزہ ہے]

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے محمد بن منکدر (اس وقت کے مشہور ومعروف زاہد) اور نافع بن ازرق (خوارج کا ایک سردار) اور عبداللہ بن معمّر لیثی اور قتادۃ بن دعامۂ بصری سے بھی مناظرات کئے ہیں (۲) اور اسی طرح آپ کے اس کے علاوہ دوسرے مناظرات اور احتجاجات بھی ہیں جن کو اس مختصر کتاب میں بیان نہیں کیا جا سکتا کہ دیگر ناموں کا ذکر کریں۔

---

۱۔ الاحتجاج، ج۲، ص۱۸۴۔

۲۔ اعیان الشیعہ، ج۱، ص۶۵۳۔

## ۳۔ درباری فقہاء کی مذمت

قتادۃ بن دعامۂ بصری حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے امام محمد باقر علیہ السلام کا امتحان لینے کے لئے چالیس سوال تیار کرر کھے تھے، امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سے سوال کیا: کیا تم اہل بصرہ کے فقیہ ہو؟ قتادہ نے عرض کیا: ہاں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

"ویحک یا قتادة ان اللہ عز وجل خلق خلقاً، فجعلھم حججاً علی خلقه، فھم اوتادٌ في أرضه، وقوام بامره، نجباء فی علمه، اصطفاھم قبل خلقه".(۱)

"وائے ہو تجھ پراے قتادہ! خداوند عالم نے ایک گروہ کو خلق کیا، اوراس کو دوسری مخلوقات پر حجت قرار دیا، وہ روئے زمین پر رہبر ہیں جو خدا کے امر کو قائم کرتے ہیں، وہ علم خدا سے ممتاز ہوتے ہیں اور خداوند عالم نے ان کو خلقت سے پہلے مخلوقات کے درمیان سے منتخب کرلیا ہے"۔

قتادہ نے بہت دیر تک سکوت اختیار کیا، اس کے بعد کہا: خداوند عالم آپ کو خیر عنایت کرے، خدا کی قسم! میں بہت سے فقہاء کے پاس بیٹھا ہوں، یہاں تک کہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان صحابی جناب ابن عباس کی خدمت میں رہا ہوں، لیکن کسی کے پاس میرا دل اتنا مضطرب و پریشان نہیں رہا جس قدر آپ کے پاس بیٹھ کر میرا دل ہوں۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوحنیفہ کی ان کے عقیدہ قیاس کی وجہ سے مذمت کی، چنانچہ استاد محمد ابوزہرہ نے اس سلسلہ میں اور ابوحنیفہ کی مذمت کے بارے میں کہا ہے: امام محمد باقر علیہ السلام کے مناظروں کے طریقوں کو دیکھ کر تمام دانشوروں پر آپ کی علمی برتری واضح ہوجاتی ہے، آپ اپنے زمانہ کے دانشوروں کے نظریات پر اس طرح تنقید اور ان کی تردید کیا کرتے تھے کہ وہ جیسے سردار ہوں اور اپنے ماتحتوں کو حکم رہے ہوں اور ان کو راہ مستقیم کی ہدایت کرتے ہوں، اور وہ لوگ بھی آپ کی ریاست کو قبول

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۵۷۔

کرتے ہوئے آپ کی اطاعت اور پیروی کرتے ہوں۔(۱)

## ۴۔صاف وشفاف سرچشمہ سے فکر حاصل کرنے کی دعوت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے لوگوں کو منحرف عقائد اور نظریات کے جال میں پھنسنے سے روکا ہے،اسی طرح آپ ان لوگوں کو بدعت پیدا کرنے اور بدعتوں کی پیروی کرنے سے روکتے تھے،اور اس کو شرک کا ایک مصداق قرار دیتے تھے،چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"أدنی الشرک ان یبتدع الرجل رأیاً فیُحَبّ علیه ویبغَض".(۲)

"شرک کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ لوگ [دین میں] کوئی بدعت کریں،اور اپنی قائم کردہ بدعت کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کریں"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی ذاتی رائے کے مطابق فتویٰ دینے سے منع فرمایا،چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

"من افتی الناس بغیر علمٍ ولا هویً من الله لعنته ملائکة الرحمة و ملائکة العذاب، ولحقه وزر من عمل بفتیاه".(۳)

"جو شخص خدا کے عطا کردہ علم کے بغیر اور رضائے الٰہی کو مدنظر رکھے بغیر لوگوں کو فتویٰ دے،تو ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب اس پر لعنت کرتے ہیں،اور جو شخص اس کے فتویٰ پر عمل کرے اس کا گناہ اسی فتویٰ دینے والی کی گردن پر ہے"۔

اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ لوگوں کو صاف وشفاف سرچشمہ ہدایت اہل بیت معصومین علیہم السلام سے فکر وعقائد حاصل کرنے کی تاکید فرماتے تھے جو ہر طرح کے انحراف اور کج روی سے پاک و پاکیزہ ہیں،چنانچہ امام علیہ السلام نے سلمہ بن کہیل اور حکم بن عتیبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

---

۱۔تاریخ المذاہب الاسلامیۃ،ص۶۸۹۔

۲۔المحاسن،ص۲۰۷۔

۳۔المحاسن،ص۲۰۵۔

''شرّقاً و غرّباً فلا تجدان علماً صحیحاً الا شیئاً خرج من عندنا''.(۱)

''اگر مشرق سے مغرب تک تلاش کرو گے تو تمہیں ہمارے علم کے علاوہ کوئی صحیح علم نہیں ملے گا''۔

اسی امام علیہ السلام اہل جدل کی صحبت سے منع فرماتے تھے، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''لا تجالسوا اصحاب الخصومات، فانهم یخوضون فی آیات الله''.(۲)

''اہل جدل کے یہاں رفت وآمد نہ کرو، کیونکہ وہ قرآنی آیات میں غلط اور صحیح کی بحث کرنے لگتے ہیں''۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فضائل اہل بیت علیہم السلام اور ان حضرات کے مقامات کے ذکر کی ترغیب دلاتے تھے، کیونکہ خود یہ کام حق وفضیلت کے پھیلانے کا ایک راستہ ہے، سعد اسکاف سے مروی ہے کہ اس نے کہا: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: اے میرے مولا وآقا! میں جلسے کرتا ہوں اور ان میں لوگوں کے سامنے تقریریں کرتا ہوں، جن میں واقعات اور گفتگو کے درمیان لوگوں کے سامنے آپ کے حقوق اور آپ کے فضائل بیان کرتا ہوں. اس موقع پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''وددت أنّ علیٰ کل ثلاثین ذراعاً قاصّاً مثلک''.(۳)

''اے کاش! ہر تیس ذراع پر تمہاری طرح ایک سخنور ہوتا''۔

## ۵۔علوم اہل بیت علیہم السلام کی نشر واشاعت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے علم کے دروازوں کو امت اسلام کی ہر فرد کے لئے کھول رکھا تھا یہاں تک کہ دنیا بھر کے اسلامی ممالک اور مختلف شہروں سے لوگ آپ کے علم سے فیضیاب ہونے کے لئے اس مرکز میں جمع ہوتے تھے، اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد مختلف نظریات کے تحت امام محمد باقر علیہ السلام کے علم کے دریائے بیکراں سے بہرہ مند ہوتی تھی، جن میں سے عطاء بن ابی رباح، عمرو بن دینار، زہری، ربیعۃ الرّائی، ابن جریج، اوزاعی، بسّام صیرفی، (۴) ابوحنیفہ اور دیگر لوگوں کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔(۵)

---

۱۔اصول کافی، ج۱،ص ۳۹۹۔
۲۔کشف الغمۃ، ج۲،ص۱۲۰۔
۳۔رجال الکشی،ص ۲۱۵۔
۴۔سیر اعلام النبلاء، ج۴،ص ۴۰۱۔
۵۔تاریخ المذاہب الاسلامیۃ،ص ۳۶۱۔

اس سلسلہ میں عبد اللہ بن عطاء کہتے ہیں: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے علاوہ کسی کے سامنے دانشوروں کو کوتاہ علم نہیں دیکھا، [یعنی بڑے بڑے علماء بھی آپ کے سامنے ایک چھوٹے طالب علم کی حیثیت رکھتے تھے] چنانچہ میں نے ''حکم'' کو امام علیہ السلام کے سامنے ایسے دیکھا جیسے وہ طالب علم ہو۔(۱)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی احادیث ہمیشہ متصل سند کے ساتھ اپنے آباء واجداد کے ذریعہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہوتی تھیں، اگر چہ آپ کبھی کبھی احادیث کو مرسل بیان فرماتے تھے اور سند کو ذکر نہیں کرتے تھے، اور جب آپ سے اس بات کی دلیل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''إذا حدّثت بالحديث فلم اسنده، فسندي فيه ابي زين العابدين عن ابيه الحسين الشهيد عن ابيه علي ابن ابي طالب عن رسول اللهؐ! عن جبرئيل عن الله عزوجل.''(۲)

''جب میں کسی حدیث کو ذکر کروں اور اس کی سند کا ذکر نہ کروں تو سمجھ لو کہ میں اس حدیث کو اپنے پدر بزرگوار سے، انھوں نے اپنے پدر بزرگوار امام حسین شہید سے، انھوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب سے انھوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انھوں نے جناب جبرئیل سے اور جناب جبرئیل نے خداوند عالم کی طرف سے بیان کیا ہے''۔

## دوم: نمونہ فقہی مرکز کی تاسیس (۳)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام نے فقہ اسلامی کی نشر واشاعت کے لئے بہت زیادہ کوششیں کی ہیں. اس زمانہ میں کہ جب اسلامی معاشرہ سیاسی اضطراب اور پریشانیوں میں گھرا ہوا تھا اور حکومت وقت بھی دینی مسائل کو کوئی اہمیت نہیں دے رہی تھی، حالات اس قدر بگڑ چکے تھے کہ امت اسلامی اپنے دین کے مسائل سے بہت کم آگاہی رکھتی تھی، ان دونوں حضرات نے معاشرہ میں فقہ اسلامی

---

۱۔ مختصر تاریخ دمشق، ج۲۳، ص۷۹۔

۲۔ اعلام الوریٰ، ص۲۹۴۔

۳۔ دیکھئے: حیاۃ الامام محمد الباقر، باقر شریف القرشی ج۱، ص۲۱۵ تا ۲۲۶۔

کی نشر واشاعت کے لئے اہم کردار ادا کیا ہے. ڈاکٹر علی حسن کہتے ہیں: ہمیں تاریخ کی تحقیق کے بعد بہت سی ایسی مثالیں ملی ہیں جو اس چیز (دینی مسائل میں بے اتوجہی، کیونکہ جو اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اکثر لوگوں کا حال یہی تھا) کے بارے میں دلالت کرتی ہیں، دینی مسائل میں بے اہمیتی سے مراد یہ ہے کہ اس وقت کے لوگ دینی مسئلے کے بارے میں کافی معلومات نہیں رکھتے تھے، وہ کسی بھی دینی مسائل میں قطع و یقین نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ اپنی عبادتوں میں متزلزل عقائد رکھتے تھے، اس حقیقت کا نمونہ ایک ایسی روایت ہے جس میں بیان ہوا ہے: ابن عباس نے شہر بصرہ میں آخر ماہ رمضان میں ایک خطبہ دیا جس میں بیان کیا: اے لوگو! اپنے روزہ کا صدقہ نکال دو، لیکن اہل بصرہ سمجھ نہ پائے کہ ان کا مقصد کیا ہے، چنانچہ ابن عباس نے کہا: کیا یہاں پر شہر مدینہ کا رہنے والا کوئی شخص موجود ہے؟ اٹھو! اور اس مسئلہ کو اپنے بھائیوں کو سکھاؤ، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو تم پر واجب کیا ہے تم نہیں جانتے''۔(۱)

اسلامی شہروں میں رہنے والے لوگ بھی دین کے بارے میں کافی معلومات نہیں رکھتے تھے، شام کے علاقوں میں بہت سے لوگوں کو واجب نمازوں کی تعداد معلوم نہیں تھی، چنانچہ وہ لوگ بعض صحابہ کے پاس جاتے تھے اور واجب نمازوں کی تعداد کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔(۲)

معاشرہ میں فقہ واحکام اور شریعت الٰہی کی نشر واشاعت کے سلسلہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نمایاں کردار کو عالم اسلام کی بہت بڑی خدمت سمجھا جاتا ہے۔

صحابہ اور تابعین کی اولاد اور مذاہب اسلامی کے رہبران جیسے ابوحنیفہ اور مالک وغیرہ نے ان دونوں اماموں کے علم سے فیضیاب ہونے کے لئے بہت زیادہ کوششیں کی ہیں، اسی طرح بہت سے فقہاء جیسے زرارہ بن اعین، محمد بن مسلم اور ابان بن تغلب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زیر نظر اس مرکز علم سے فارغ التحصیل ہوکر عالم اسلام کی خدمت میں مشغول ہوئے ہیں. ان حضرات نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے احادیث کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور ان حضرات کی یہ کتابیں مسلمانوں کے درمیان فتووں کا

---

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، مولفہ: ابن حزم، ج ۲، ص ۱۳۱۔

۲۔ سنن النسائی، ج ۱، ص ۴۲۔

مآ خذ قرار پائی ہیں، اس طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے دوبارہ اسلام میں تروتازگی پیدا کی ہے، اور اس شریعت الٰہی کی ثروت کو نابودی اور بھلادئے جانے سے محفوظ کیا ہے۔

قارئین کرام! ہم یہاں پر اس نکتہ کا ذکر کردینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام کے شیعہ ہی وہ پہلے افراد تھے جو فقہ کے مسائل اور ابواب کی جمع آوری کی طرف مائل ہوئے۔ مصطفیٰ عبدالرزاق کہتے ہیں: یہ مطلب کہ شیعوں نے فقہ کو جمع کرنے کا کام دوسرں سے پہلے شروع کیا ہے ایک معقول مطلب ہے، کیونکہ وہ لوگ اپنے ائمہ کے بارے میں عصمت یا عصمت کے مشابہ چیز کے قائل تھے، جس کے پیش نظر ان کے لئے ضروری تھا کہ اپنے ائمہ کے بیان کردہ احکام اور فتاووں کو جمع کرتے۔(۱)

اور اس طرح شیعیان اہل بیت علیہم السلام نے معرفت اسلامی کے بلند قلعے تعمیر کرنے اور اس اہم معنوی ثروت کو محفوظ کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا، ہم یہاں پر فقہ اہل بیت علیہم السلام جو خود پیغمبر اکرم ﷺ سے حاصل ہوئی ہے، پر ایک نگاہ ڈالیں:

## مکتب اہل بیت علیہم السلام کے امتیازات

### ۱۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے براہ راست رابطہ:

فقہ اہل بیت علیہم السلام کی مہم ترین خصوصیت یہ تھی اس فقہ کے بنیادیں براہ راست پیغمبر اسلام ﷺ سے متصل تھیں، کیونکہ ان بنیادیں کے اتصال کا راستہ خود ائمہ اہل بیت علیہم السلام تھے جن سے خداوند عالم نے ہر قسم کی بُرائی اور پلیدی کو دور رکھا، اور ان کو مکمل طور پر پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے، جن حضرات کو متواتر روایات کی بنا پر خود پیغمبر اکرم ﷺ نے کشتی نجات اور بندگان خدا کے لئے باعث امن وامان قرار دیا اور قرآن کریم کے ہم پلہ قرار دیا۔

جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

”لو إننا حدثنا برأينا ضللنا كما ضل من قبلنا، ولكنا حدثنا ببيّنة من ربّنا بيّنها لنبيه

---

۱۔ تمہید لتاریخ الفلسفۃ الاسلامیۃ، ص۲۰۲۔

فبيّنها لنا". (۱)

"اگر ہم حدیث کو اپنی رائے اور عقل کے مطابق دیکھیں تو گمراہ ہو جائیں، جیسا کہ گزشتہ لوگوں نے یہ کام کیا اور وہ گمراہ ہو گئے، لیکن ہم حدیث کو اس دلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جس کو ہمارے پروردگار نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہمارے لئے بیان کیا ہے"۔

## ۲۔ لچک

فقہ اہل بیت علیہم السلام ہمیشہ لوگوں کی روز مرّہ زندگی اور لوگوں کے ساتھ ساتھ تھی اور اس میں ان تمام ترقیات کے باوجود مطابقت پائی جاتی تھی، اس فقہ نے کبھی بھی کوئی قاعدہ انسانی فطرت کے خلاف پیش نہ کیا، اور ہمیشہ زندگی کی تمام تر ضرورتوں کے باوجود لوگوں کے ساتھ تھی، الحمد للہ اس فقہ میں کوئی ایسا سخت مسئلہ نہیں ہے جو عسر و حرج یا نقصان کا باعث ہو، بلکہ یہ فقہ ہمیشہ عام لوگوں کی مصلحت اور احکام تشریعی خداوندی کے تعادل کے لئے تھی، جس وجہ سے تمام قانون داں حضرات انگشت بدنداں ہو گئے اور سب نے اس بات کا اقرار کیا کہ اس فقہ کے قوانین نہایت اطمینان بخش قوانین ہیں جو قانون ساز میں گہرائی، حقائق اور تنوع لئے ہوئے ہے۔

## ۳۔ باب اجتہاد کا کھلا ہونا:

فقہ اہل بیت علیہم السلام کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس فقہ میں "باب اجتہاد" کھلا ہے، اور یہ بات فقہ اہل بیت علیہم السلام کے زندہ رہنے اور انسانی زندگی کے ہر پہلو میں قانون سازی کے امکان پر دلالت کرتی ہے، اس فقہ میں ہر زمانہ کے لحاظ سے یہاں تک کہ ہمارے آج کے زمانہ بھی جدید ٹکنالوجی کے مقابلہ میں اس کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں ہیں، آج جبکہ بہت سے نئے مسائل پیدا ہو چکے ہیں اور جدید سے جدید ٹکنالوجی آ گئی ہے لیکن یہ فقہ تمام مسائل میں جواب پیش کرتی ہے، اس وقت بھی "الازہر یونیورسٹی" میں بڑے بڑے علماء اور دانشور اس نتیجہ پر پہنچ کر باب اجتہاد کے کھلے رہنے اور شیعہ اثنا عشری کے پیروی کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

---

۱۔ اعلام الوریٰ، ص ۲۷۰۔

سید رشید رضا کہتے ہیں: ''ہم باب اجتہاد کے بند ہونے میں کوئی مصلحت نہیں دیکھتے، بلکہ اس کی بہت زیادہ ضرورت کا احساس کرتے ہیں اور ان تمام نقصانات کی وجہ فقہ اسلامی میں عقل سے کام نہ لینا، علم کے راستہ کو بند کر دینا اور فقہ کو سمجھنے میں غور و فکر نہ کرنا ہے. مسلمانوں نے باب اجتہاد کو بند کر کے تمام علوم کو ناکارہ کر کے ترک کر دیا ہے اور آج ہماری حالت یہی ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں''۔(۱)

### ۴۔ حکم عقل کی طرف رجوع:

تمام اسلامی مذاہب کی فقہ کے درمیان شیعہ اثنا عشری فقہ کا یہ امتیاز ہے جس میں احکام شرعی حاصل کرنے کے لئے چار راستوں میں ایک راستہ عقل کو شمار کیا گیا ہے، چنانچہ شیعہ فرقہ نے عقل کو بہت مقدس مانا ہے اور اس کو خداوند عالم کی طرف باطنی رسول قرار دیا ہے۔ یہ فرقہ متعدد روایتوں کے مطابق عقل کو ان چیزوں میں سے مانتے ہیں جن کے ذریعہ خداوند عالم کی عبادت ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ جنت کو حاصل کیا جا سکتا ہے. البتہ عقل کی طرف اسی صورت میں رجوع کرنا جائز ہے کہ کسی مسئلہ میں کوئی خاص یا عام آیت یا حدیث بیان نہ ہوئی ہو، لیکن اگر خاص یا عام آیت و روایت بیان ہوئی ہے تو پھر اسی کو مقدم کیا جائے گا. اسی طرح علم اصول میں عقل کا اہم کردار ہے چونکہ اجتہاد مکمل طور پر اسی [علم اصول] سے وابستہ ہے۔

## سوم: سیاسی اصلاحات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس وقت کی بہ نسبت کھلی سیاسی فضا سے قابل اعتماد سماجی بنیاد بنائی اور اس کی توسیع فرمائی اسے اہل بیت علیہم السلام کے صحیح و سالم سیاسی نظریات اور افکار کے مطابق قرار دیا چنانچہ اس سلسلہ میں امام علیہ السلام نے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے، اسی طرح آپ نے مناسب موقع و محل کے لئے عوامی رضا کارانہ لشکر تشکیل دیا، اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی بھی علوی انقلاب نہیں ہوا، کیونکہ اس زمانہ میں فوجی انقلاب کے لئے فوجی تعداد یا اسلحہ جات کے لحاظ سے مکمل حالات موجود نہیں تھے۔

---

۱۔ الوحدۃ الاسلامیۃ، ص ۹۹۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے نہایت احتیاط اور دور اندیشی کے ساتھ سیاسی بنیادی افکار امت اسلام تک پہنچائے ، امام علیہ السلام بعض اوقات بعض حکّام وقت کے خلاف واضح سیاسی رویہ اختیار فرماتے تھے تا کہ ان کو راہ مستقیم اور صحیح راستہ کی طرف پلٹا دیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا اصلاحی کردار درج ذیل چیزوں میں جلوہ گر ہوتا ہے:

## ا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انسان اور معاشرہ کو فکری، جذباتی اور عملی انحراف سے بچاتا ہے اور یہ دونوں واجب ثابت شدہ اسلامی اقتدار کو عمل کے مرحلے تک پہنچاتے ہیں کہ جس میں آراء اور نصوص شعور و جذبات ، اعمال وحرکات وسکنات اور تعلقات میں ظاہر ہوتی ہیں تا کہ امت اور حکومت زندگی میں ذمہ داری پر عمل کے مرحلے تک پہنچ جائے اور ذمہ داری سے مراد اللہ کی امانت اور زمین پر اس کی خلافت کے فرائض پر عمل ہے۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اس فریضہ الٰہی پر بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے، اور فریضہ کو انسانی زندگی کی تمام آسائش اور خوشحالی کا سبب قرار دیتے تھے، چنانچہ آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں فرمایا:

"إن الامر بالمعروف والنهي عن المنكر سبيل الانبياء، ومنهاج الصالحين، فريضة عظيمة بها تقام الفرائض، و تأمن المذاهب، وحل المكاسب، وترد المظالم وتعمر الارض، وينتصف من الاعداء ويستقيم الامر، فانكروا بقلوبكم، والفظوا بالسنتكم، وصكّوا بها جباههم، ولا تخافوا فى الله لومة لائم..."(۱)

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاء [علیہم السلام] کا راستہ اور صالحین کا طریقہ کار ہے، یہ ایسا عظیم فریضہ ہے جس کے ذریعہ دوسرے تمام واجبات قائم ہوتے ہیں، ان دو واجبوں کے ذریعہ راستہ پُر امن، درآمد

ا۔ تہذیب الاحکام، ج۶، ص۱۸۰۔

حلال اور ظلم وستم دور ہوتا ہے، ان کے ذریعہ زمین آباد ہوتی ہے اور دشمنوں سے انتقام لیا جاتا ہے اور صحیح امور انجام پاتے ہیں، لہٰذا اگر تم کسی برائی کو دیکھو تو [پہلے] اس کا دل سے انکار کرو اور پھر اس انکار کو اپنی زبان پر لاؤ، اور پھر اپنے ہاتھوں سے [برائیوں سے باز نہ آنے والے کے] منھ پر طمانچہ مارو، اور راہ خدا میں کسی طرح کی سرزنش اور ملامت سے نہ گھبراؤ''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے احساس ذمہ داری نہ کرنے والوں اور ذمہ داری سے شانہ خالی کرنے والوں اور منحرف لوگوں کے ساتھ سازش کرنے والوں کو بُرے انجام سے ڈرایا ہے چاہے وہ حکام میں سے ہوں یا عوام الناس میں سے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''أوحى الله تعالىٰ الى شعيب النبي(ع) إني لمعذب من قومک مائة ألف: اربعين ألفاً من شرارهم، وستين الفاً من خيارهم، فقال يارب هؤلاء الاشرار، فما بال الأخيار؟ فاوحى الله عزّ وجلّ اليه: أنهم داهنوا اهل المعاصي، ولم يغضبو الغضبي''.(۱)

''خداوند عالم نے جناب شعیب نبی علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ میں آپ کی قوم کے ایک لاکھ آدمیوں پر عذاب نازل کروں گا، جس میں چالیس ہزار بُرے لوگ ہوں گے اور ساٹھ ہزار اچھے لوگ، یہ سن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کی: بُرے لوگوں کا حال تو معلوم ہے لیکن اچھے لوگوں کو کس لئے عذاب فرمائے گا؟

خداوند عالم نے دوبارہ وحی نازل فرمائی کہ چونکہ وہ لوگ اہل معصیت اور گناہگاروں کے ساتھ شریک رہے، [اور ان کو برائیوں سے نہیں روکا] اور میرے غضب سے غضبناک نہیں ہوئے''۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے واجب سے شانہ خالی کرنے والوں کے بُرے انجام سے آگاہ کیا ہے اور اس اہم واجب الٰہی کے انجام دینے کی ترغیب دلائی ہے، جیسا کہ آپ کا یہ فرمان:

''ألامر بالمعروف والنهي عن المنكر خلقان من خلق الله عزّ وجلّ، فمن نصرهما

---

۱۔ تہذیب الاحکام، ج ۶، ص ۱۸۱۔

أعزه الله، ومن خذلهما خذله الله عزّ و جلّ".(۱)

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خداوند عالم کی دو مخلوق ہیں، پس جو شخص ان دو مخلوق خدا کی نصرت کرے تو خداوند عالم اس کو عزت دے گا، اور جو شخص ان دونوں کو ذلیل سمجھے تو خداوند عالم بھی اس کو ذلیل وخوار کردے گا''۔

## ۲۔صحیح سیاسی مفاہیم کی نشر واشاعت

امام محمد باقر علیہ السلام نے اہل بیت علیہم السلام کے لئے امت کی رہبری کے کردار کے بارے میں لوگوں کے نظریات کی تائید کی اوران کوراہ مستقیم پراستقامت کے لئے اس طرح تاکید فرمائی:

"نحن ولاة امر الله وخزائن علم الله، و ورثة وحي الله وحملة كتاب الله، طاعتنا فريضة، وحبّنا ايمان، وبغضنا كفر، محبنا في الجنة ومبغضنا في النار".(۲)

''ہم [اہل بیت] خداوند عالم کے حکم کو نافذ کرنے والے، علم الٰہی کے خزانہ دار، وحی خدا کے وارث اور کتاب خدا کے حامل ہیں، ہماری اطاعت واجب، ہماری دوستی ایمان اور ہماری دشمنی کفر ہے، ہمارے محبّ بہشت میں اور ہمارے دشمن دوزخ میں جائیں گے''۔

اسی طرح حضرت امام باقر علیہ السلام نے لوگوں کو اہل بیت علیہم السلام سے دور رہنے سے ڈرایا ہے، جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"برئ الله ممن يبرأ منّا، لعن الله من لعننا، أهلك الله من عادانا".(۳)

''جو شخص ہم [اہل بیت] سے دوری برتے خداوند عالم اس سے بیزار ہے اور جو شخص ہم پر لعنت کرے خداوند عالم اس پر لعنت فرماتا ہے اور جو شخص ہم سے دشمنی کرے تو خداوند عالم اس کو ہلاک فرمادیتا ہے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اہل بیت علیہم السلام کی نصرت و مدد کرنے کی ترغیب کرتے ہوئے یوں فرمایا:

---

۱۔الخصال، ج۱،ص۴۲۔ ۲۔مناقب آل ابی طالب، ج۴،ص۲۲۳۔

۳۔بحار الانوار، ج۲۷،ص۲۲۲۔

"من اعاننا بلسانه علی عدوّنا انطقه الله بحجته یوم موقفه بین یدیه عزّ و جلّ".(۱)

"جو شخص ہم [اہل بیت] کے دشمنوں کی نسبت اپنی زبان سے ہماری مدد کرے خداوند عالم روز قیامت اپنے حضور میں میزان اعمال کے پاس اس کی زبان کو حجت و دلیل کے ذریعہ گویا کرے گا"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اس موقع کے لئے کہ جب حقیقت لوگوں پر مشتبہ ہوجائیں اور معیار غبار آلود ہوجائیں تو ایسے حالات میں اہل بیت علیہم السلام کی دوستی اور حقیقی دوستی کا معیار اور اہل بیت علیہم السلام کی حقیقی دوستوں کی پہچان کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا:

"اما محبتنا فیخلص الحبّ لنا کما یخلص الذهب بالنار لا کدر فیه، من اراد ان یعلم حبّنا، فلیمتحن قلبه فان شارکه فی حبنا حب عدونا، فلیس منا ولسنا منه".(۲)

"ہماری محبت ایسی خالص ہو جیسے سونا، جب اس کو آگ پر پگھلایا جاتا ہے اور وہ بالکل کھرا ہوجاتا ہے اور اس میں کسی طرح کی کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی، پس اگر کوئی یہ جاننا چاہے کہ ہمارا محبّ ہے یا نہیں؟ تو اسے چاہئے کہ اپنے دل کو آزمائے اگر ہماری دوستی کے ساتھ ساتھ ذرہ برابر بھی ہمارے دشمنوں کی دوستی اس کے دل میں پائی جاتی ہو تو وہ ہم سے نہیں ہے اور نہ ہمارا اس سے کوئی تعلق ہے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام اس بات پر تاکید فرمائی کہ امام "منصب امامت" پر صرف نص اور وصیت کے ذریعہ فائز ہوسکتا ہے، لیکن بیعت اور عہد اور قہر و غلبہ کے ذریعہ خلافت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی قانونی حیثیت ہے، امام محمد باقر علیہ السلام کی منقول اس مضمون کی روایتوں میں درج ذیل روایت کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

"کل من دان الله عزّ و جلّ بعبادة یجهد فیها نفسه و لا امام له من الله فسعیه غیر مقبول، و هو ضالّ متحیّر، و الله شانئ لأعماله ...".(۳)

---

۱۔ مذکورہ حوالہ، ج ۲، ص ۱۳۵۔

۲۔ مذکورہ حوالہ، ج ۲۷، ص ۵۱۔

۳۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۱۸۴۔

''جو شخص خدا کی عبادت کرے اور خود کو اس راہ میں زحمت میں ڈالے، لیکن خداوند عالم کی طرف سے منصوب امام کی امامت کا معتقد نہ ہو تو اس کی عبادت بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہے، اور ایسا شخص حیران و پریشان ہے اور خداوند عالم اس کی عبادت سے بیزار ہے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے برحق امام اور رہبر کے صفات بیان کئے تاکہ جب حقائق میں تحریف ہونے لگے تو ایسے موقع امت اپنے امام اور رہبر کو صحیح طریقہ سے پہچان لے، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''إنَّ الامامة لا تصلح الا لرجل فيه ثلاث خصال: ورع يحجزه عن المحارم، وحلم يملك به غضبه، وحسن الخلافة على من ولي، حتى يكون له كالوالد الرحيم''.(۱)

''امامت تو تین صفات رکھنے والے شخص کے لئے ہی سزاوار ہے: ۱۔ایسا ورع اور تقویٰ جو اس کو خدا کے محرمات سے دور رکھے ۲۔ایسا حلم اور بردباری جو اس کے غضب کو قابو میں رکھے ۳۔اپنے ماتحت افراد سے ایسا نیک سلوک کرے جیسا سلوک ایک مہربان باپ اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے امت کے سلسلے میں امام کے واجبات کے سلسلہ میں ایک عام قاعدہ بیان فرمایا تاکہ امت کو پتہ چل جائے کہ امام اور حاکم اپنی ذمہ داریوں کو کس حد تک پورا کر رہا ہے، جیسا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''حقه عليهم ان يسمعوا ويطيعوا ... وحقهم عليه: يقسم بينهم بالسوية ويعدل في الرعية''.(۲)

''لوگوں پر حاکم [امام] کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی باتوں کو سنیں اور اس کی اطاعت کریں...اور امام پر لوگوں کا حق یہ ہے کہ والی [امام] بیت المال کو تمام مسلمانوں کے درمیان برابر تقسیم کریں، اور اپنی رعایا میں عدل و انصاف سے پیش آئے''۔

---

۱۔الخصال، ج۱ص۱۱۶۔

۲۔بحار الانوار، ج۲۷ص۲۴۴۔

اسی سلسلہ میں امام محمد باقر علیہ السلام نے سخت حالات اور آشفتہ حوادث میں کہ جہاں حقائق میں تحریف ہورہی تھی، حقیقی تشیع کے چہرہ کو آشکار کیا تا کہ خلفاء بنی امیہ، اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والوں کے خلاف اپنی مختلف محفلوں میں کوئی دستاویز حاصل نہ کرسکیں، اور ''ولاء'' اور ''تولی'' کے معنی میں کہ جو کہ تشیع کا اصلی رکن ہے تحریف نہ کرسکیں، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''فوالله ما شيعتنا الا من اتقى الله واطاعه، وماكانوا يعرفون الّا بالتواضع، والتخشع، والامانة، وكثرة ذكر الله، والصوم، والصلاة، والبر بالوالدين، والتعاهد الجيران من الفقراء واهل المسكنة، والغارمين، والايتام، وصدق الحديث وتلاوه القرآن، وكف الألسن عن الناس الّا من خير، وكانوا اُمناء عشائرهم فى الاشياء''.(۱)

''خدا کی قسم! ہمارے شیعہ صرف وہ ہیں جو تقوائے الٰہی اختیار کریں اور خدا کی اطاعت کریں، اور وہ صرف تواضع، خشوع، امانت داری، ذکر خدا میں کثرت، نماز، روزہ، والدین کے ساتھ نیکی، غریب پڑوسیوں اور دیگر مساکین، قرضداروں اور یتیموں کے مقابل احساس ذمہ دارای، سچائی، تلاوت قرآن اور سوائے نیک کاموں کے زبان کو بند رکھنے جیسی صفات سے پہچانے جاتے ہوں، اور وہ اپنی قوم وقبیلہ میں امین شمار ہوتے ہیں''۔

شیعہ ہونے کا صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں ہے بلکہ عملی میدان میں اعمال اور احساس ذمہ داری کا نام ہے، اور ایک شیعہ انسان دینداری، اخلاص اور خداوند عالم کی فرمانبرداری کا نمونہ ہونا چاہیئے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے صرف اہل بیت علیہم السلام کے مکتب کے ماننے والوں کے صفات بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کی بلکہ اس سے بھی آگے قدم بڑھایا اور ایسی تعلیمات کا مجموعہ اپنے شیعوں کے سامنے پیش کیا جو اس سلسلہ میں منفرد حیثیت رکھتا، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''إنما شيعة عليّ (عليه السلام) الشاحبون الناحلون الذابلون، ذابلة شفاههم، خميصة بطونهم، متغيرة الوانهم، مصفرة وجوههم، إذا جنّهم الليل اتخذوا الأرض فراشاً

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۷۴۔

واستقبلوا الأرض بجباههم، كثير سجودهم، كثيرة دموعهم، كثير دعاؤهم، كثير بكاؤهم، يفرح الناس وهم محزونون".(۱)

"بے شک شیعیان علی [علیہ السلام] ایسے صفات رکھتے ہیں: ان کا جسم ضعیف اور کمزور، چہرہ زرد اور ان کے ہونٹ خشک ہیں، ان کے پیٹ خالی، ان کا رنگ متغیر اور ان کا چہرہ زرد ہوتا ہے، جب رات کا وقت آتا ہے تو زمین ان کا بستر ہوتی ہے اور اپنی پیشانی کو خاک پر رکھتے ہیں، بہت زیادہ سجدے کرتے ہیں، بہت آنسو بہاتے ہیں اور بہت زیادہ دعا کرتے ہیں نیز بہت زیادہ روتے ہیں، لوگ خوش رہتے ہیں لیکن وہ مغموم ہوتے ہیں"۔

## ۳۔ اموی حکومت کو رسوا کرنا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اموی حکومت کی حقیقت اور ان کے حکومت تک پہنچنے کے سلسلہ میں بیان کیا ہے. اور آپ نے حکومت کے ان کارناموں کو لوگوں کے سامنے بیان کیا ہے جو اپنی حکومت کے استحکام، مسلمانوں پر مسلط رہنے اور ان کے بزرگوں نے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے اصحاب و ناصرین کے حق میں جو ظلم و ستم انجام دئے ہیں، ان سب کو لوگوں کے سامنے آشکار کیا، اسی طرح آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ کس طرح بنی امیہ نے خلافت پر قبضہ کیا اور اس منصب الٰہی سے اہل بیت علیہم السلام کو دور رکھا، چنانچہ آپ نے فرمایا:

"...وكان عظم ذلک وكبره زمن معاوية بعد موت الحسن (عليه السلام) فَقُتِلَتْ شيعتنا بكل بلدة، وقطعت الايدى والارجل على الظنة، و كان من يذكر بحبنا والانقطاع الينا سُجِن أو نُهِب ماله، أو هُدِمَت داره، ثم لم يزل البلاء يشتد ويزداد الى زمان عبيد الله بن زياد قاتل الحسين (عليه السلام) ثم جاء الحجّاج فقتلهم كل قتلة، واخذهم بكل ظن وتهمة، حتى ان الرجل يقال له: زنديق او كافر، أحبُّ اليه من ان يقال: شيعة علي، وحتى صار الرجل الذى يذكر بالخير ـ ولعلّه يكون ورعاً صدوقاً ـ

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۱۴۹۔

یحدّث باحادیث عظیمة عجیبة، من تفضیل بعض من قد سَلَفَ من الولاة، ولم یخلق الله تعالیٰ شیئاً منها، و لا کانت ولا وقعت وھو یحسب أنّھا حق لکثرة من قد رواھا ممن لم یعرف بکذب، ولا بقلة ورع".(۱)

"...یہ مسئلہ معاویہ کے زمانہ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے کی شہادت کے بعد اوج پر پہنچا، اس زمانہ میں ہمارے شیعوں کو ہر شہر میں قتل کیا گیا، اور اسی زمانہ میں صرف ہمارے شیعہ ہونے اور ہماری دوستی کے گمان میں ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ دیا گیا، جو شخص ہماری دوستی میں معروف ہوجاتا تھا اس کو قید خانہ میں ڈال دیا جاتا تھا اس کے مال کو غارت کردیا جاتا تھا، اور اس کے گھر کو تاراج کردیا جاتا تھا، اس زمانہ کے بعد ہر روز مصائب وآلام میں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک قاتل امام حسین علیہ السلام عبید اللہ بن زیاد کا زمانہ آیا، [اور اس نے بھی ظلم وستم کیا] اس کے بعد حجاج [بن یوسف ثقفی] کا زمانہ آیا، اس نے بھی دردناک طریقہ سے لوگوں کو قتل کیا، وہ ہمارے شیعہ ہونے کے ذرا سے گمان پر لوگوں کو قید کردیا کرتا تھا، نوبت یہ آ گئی کہ لوگ یہ تمنا کرنے لگے کہ ان کو شیعیان علی [علیہ السلام] کہنے کے بجائے کافر یا زندیق کہا جانے لگا، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ نیک افراد جن کو معاشرہ میں نیکی سے یاد کیا جاتا تھا، (اور شاید وہ سچے اور پرہیزگار بھی ہوں) انھوں نے بھی بڑی عجیب وغریب احادیث بعض گزشتہ حکام کے بارے میں سنانا شروع کردیں، جبکہ ان احادیث وروایات میں سے کوئی بھی ان کے بارے میں خداوند عالم نے قرار نہیں دی تھی، اور کبھی بھی عملی میدان میں کسی کا مضمون متحقق نہیں ہوا لیکن ان احادیث کی روایت کے وقت لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ یہ حق ہیں اور ان پر ثواب ملے گا، کیونکہ ان سے پہلے یا ان کے زمانہ میں بہت سے راوی جو جھوٹے اور پرہیزگار نہ ہونے میں مشہور نہیں تھے انھوں نے ان روایات کو نقل کیا ہے"۔

## ۴۔ حکومت وقت سے لوگوں کو دور رہنے کی دعوت

امام محمد باقر علیہ السلام امت کو ظالم وستمگر حکومت سے دور رہنے اور قطع تعلق کرنے کی دعوت دیتے رہے تھے اور ان کی ہر طرح کی مدد ونصرت سے مومنین کو منع فرمایا ہے. یہاں تک کہ اگر یہ مدد اور نصرت سیاسی اور

---

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ج۱۱، ص۴۳ تا ۴۴۔

حکومتی مسائل سے بھی مربوط نہ ہو. امام محمد باقر علیہ السلام اس شخص کے جواب میں فرمایا جس نے حکومت وقت سے تعاون اور رابطہ کے سلسلہ میں سوال کیا تھا:

"...ولا مدة قلم، إنّ احدهم لا يصيب من دنيا هم شيئاً الا أصابوا من دينه مثله".(۱)

"نہیں، [یہ کام جائز نہیں ہے] یہاں تک کہ اگر ایک مرتبہ قلم سے لی ہوئی سیاہی کے برابر بھی کیوں نہ ہو، آ گاہ ہو جاؤ کہ کوئی ان [ظالموں] کی دنیا سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا مگر وہ لوگ اس کے دین سے [ناجائز] فائدہ اٹھا لیتے ہیں"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے ستمگروں اور فاسقوں سے تعاون اور مدد کو اس طرح واضح کیا ہے:

"لا دين لمن دان بطاعة من عصى الله"۔(۲)

"جو شخص خدا کی نافرمانی کرنے والے کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے تو درحقیقت اس میں دین نہیں پایا جاتا"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اس نکتہ پر توجہ دلائی ہے کہ امت اور ظالم و جابر حکام کے درمیان یہ رابطہ ہو سکتا ہے کہ ان کو نصیحت کریں، دلیل دیں اور ان کو وعظ و نصیحت کریں. چنانچہ اس سلسلہ میں امام علیہ السلام نے فرمایا:

"من مشىٰ الى سلطان جائر، فامره بتقوىٰ الله، وخوّفه و وعظه كان له مثل اجر الثقلين من الجن والانس، ومثل أعمالهم".(۳)

"اگر کوئی شخص کسی ظالم بادشاہ کی طرف جائے اور اس کو تقویٰ و پرہیز گاری کی نصیحت کرے اور عذاب خدا سے ڈرائے اور اس کو وعظ و نصیحت کرے تو اس کو ثقلین (جنّ وانس) کا اجر اور ان کے اعمال کے مطابق ثواب ملے گا"۔

---

۱۔ کافی، ج۵، ص۱۰۷۔

۲۔ بحار الانوار، ج۲، ص۱۲۲۔

۳۔ بحار الانوار، ج۷۲، ص۳۷۵۔

اگر چہ امام محمد باقر علیہ السلام نے دین اسلام کی مصلحتوں کی بنا پر اس قاعدہ سے بعض چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے، چنانچہ امام علیہ السلام نے دشمن اسلام سے جنگ کی صورت میں خلفاء کو مدد پہنچانا اور ان کو اسلحے فروخت کرنا جائز قرار دیا ہے. کیونکہ وہ ان اسلحوں کے ذریعہ مشترک دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں. امام علیہ السلام نے ستمگر خلفاء اموی کے لئے اسلحے لے جانے والے سے فرمایا:

"إحمل اليهم، فان الله يدفع بهم عدونا وعدوكم - يعني الروم - وبعهم، فاذا كانت الحرب بيننا فلا تحملوا". (۱)

"یہ اسلحے ان کے لئے لے جاؤ کیونکہ خداوند عالم ان کے ذریعہ ہمارے اور تمہارے دشمنوں کو نابود کرے گا، (ملک روم مراد تھا) اور ان اسلحوں کو ان کو فروخت کر ڈالو، لیکن اگر کسی روز ہمارے اور ان [بنی امیہ] کے درمیان جنگ ہو تو پھر ان کی مدد نہ کرنا اور ان کو اسلحہ فروخت نہ کرنا"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے ستمگر حکام کے بارے میں فرمایا:

"إنَّ ائمة الجور واتباعهم لمعزولون عن دين الله والحقّ، قد ضلّوا باعمالهم التى يعملونها". (۲)

"ستمگر پیشوا اور ان کے تابع دین خدا اور راہ حق سے دور ہیں، جو وہ کام کرتے ہیں اور جن چیزوں کے مرتکب ہوتے ان کے ذریعہ وہ راہ گمراہی پر چلتے ہیں"۔

## ۵۔ منحرف حکّام کے سامنے امام باقر علیہ السلام کا براہ راست عکس العمل

معاشرہ میں امام کا حقیقی کردار ایک رہبر اور عظیم نمونہ کا کردار ہوتا ہے اور اس کی سب سے اہم ذمہ داری اصلاح امت اور حکّام امت کی اصلاح ہوتی ہے، اسی طرح امام کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ معاشرہ میں پھیلے ہوئے انحرافات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے، اور اس طرح کے انحرافات کا سدّ باب کرے. یہ کردار آپ کے زمانہ کے سیاسی حالات اور اس زمانہ کے حالات کے مطابق بدلتا رہتا تھا امام کی کارکردگی میں تبدیلی میں

---

۱۔ کافی، ج ۵، ص ۱۱۲، کتاب المعیشۃ، باب بیع السلاح منہم۔

۲۔ المحاسن، ص ۹۳۔

مندرجہ ذیل عناصر موثر رہے ہیں:

الف: اسلام کی عام مصلحت

ب۔ اسلام کی خاص مصلحت جو راہ اہل بیت علیہم السلام کی حفاظت، پاک عناصر کے ساتھ اس کا استحکام، امت کے درمیان تحریک کے استمرار کی ضمانت میں خاص رابطہ پایا جانا۔

ج۔ ایک طرف حاکم کی قدرت اور دوسری طرف سے اہل بیت علیہم السلام کی عوامی قدرت کے ذریعہ پیدا ہونے والے عام شرائط یا خاص شرائط۔

تقیہ ایک ایسی روش تھی جس کو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام حکّام وقت کے مقابلہ میں استعمال کرتے تھے. البتہ اس طریقہ پر اس وقت عمل کیا جاتا ہے کہ آمنے سامنے مقابلہ مفید اور نتیجہ بخش نہ ہو، امام محمد باقر علیہ السلام نے تقیہ کے شرائط اور اس کی حدود کو اس طرح بیان کیا ہے:

"التقیة فی کل ضرورة" (۱) "تقیہ ہر ضرورت کے موقع پر ہے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے تقیہ کے سلسلہ میں فرمایا:

"إنّما جعلت التقیة لیحقن بها الدماء، فاذا بلغ الدم فلا تقیة". (۲)

"تقیہ اس وجہ سے قرار دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ خون کی حفاظت ہو سکے، لہٰذا جب تقیہ کرنا قتل وغارت اور خونریزی کا باعث قرار پائے تو پھر تقیہ [کرنا صحیح] نہیں ہے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے عمر بن عبد العزیز سے پہلے والے خلفاء کے زمانہ میں تقیہ سے کام لیا، تاکہ اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والے اور ان کے اصحاب بنی امیہ کے شرّ سے محفوظ رہیں، اور اپنے ماننے والوں کو حکومتی دشمنی سے محفوظ رکھ سکیں. امام علیہ السلام کسی بھی حکومتی مسئلہ میں مداخلت نہیں کرتے تھے، اور آپ حکومتی مسائل میں صرف مختصر چیزوں میں دخالت کرتے تھے. لیکن جب خلافت عمر بن عبد العزیز تک پہنچی اور معاشرہ کے حالات بدلے، اور عمر بن عبد العزیز نے خاندان اہل بیت علیہم السلام سے

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۳۹۹۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۳۹۹۔

قربت اور دوستی کا اظہار کیا نیز اہل بیت علیہم السلام کو بنی امیہ سے افضل مانا اور کہا: میں نے ان کو اس وجہ سے ترجیح دی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

''إنّما فاطمة شجنة منى يسرني ما اسرها، ويسوؤني ما ساء ها''

''بے شک فاطمہ میرا ایک حصہ ہے، جس نے اس کو خوشحال کیا اس نے مجھے خوشحال کیا ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی''

لہٰذا میں پیغمبر اکرم ﷺ کو خوش کرنا چاہتا ہوں، اور آنحضرت ﷺ کی اذیت و آزار سے پرہیز کرتا ہوں۔(۱)

جب عمر بن عبدالعزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام کے لئے پیغام بھیجا، اور آپ کو اپنے پاس دعوت دی تو امام محمد باقر علیہ السلام نے اس دعوت کو قبول کیا اور اس کے پاس گئے، اور اس کے ساتھ متعدد نشستیں ہوئیں. جن میں امام علیہ السلام نے عمر بن عبدالعزیز کو وعظ و نصیحت کی اور اس سے چاہا کہ لوگوں کے معاملات میں اپنے کاموں کو اسلامی اقدار اور اسلامی اصولوں کے مطابق قرار دے، چنانچہ آپ نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''...فاتق الله، واجعل في قبلك اثنتين تنظر الذي تحب أن يكون معك اذا قدمت على ربك، فقدّمه بين يديك، و تنظر الذي تكرهه ان يكون معك اذا قدمت على ربك، فابتغ به البدل، ولا تذهبن الى سلعة قد بارت على من كان قبلك ترجون تجوز عنك، واتق الله يا عمر وافتح الابواب وسهل الحجاب وانصر المظلوم و ردّ المظالم''.(۲)

''خدا سے ڈرو! اور تمہیں دو چیزوں کو [ ہمیشہ ] مدّنظر رکھنا چاہئے: تم یہ دیکھو کہ کس چیز کو بارگاہ خداوندی میں لے جانے کو پسند کرتے ہو لہٰذا اسی کو اپنے سے پہلے بھیج دو، اور یہ دیکھو کہ جس روز تم خدا سے ملاقات کروگے

---

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۳۲۰۔

۲۔ بحارالانوار، ج ۷۵، ص ۱۸۲۔

تمہارے ساتھکیا کیا چیزیں ناپسند ہیں، لہٰذا ان کو چھوڑ دو اور ان کو اپنے ساتھ نہ لے جاؤ، اور ایسی چیزوں میں رغبت نہ رکھو جو تمہارے بزرگوں سے تم تک پہنچی ہیں اور انھوں نے تمہارے بزرگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا ہے، لہٰذا ان سے کوئی امید نہ رکھو، اے عمر بن عبد العزیز خدا سے ڈرو! اور دروازوں کو کھول دو اور پردوں کو اٹھا دو، مظلوم کی مدد کرو، اور ظلم کو اس سے دور کر دو!''۔

اسی سفر میں عمر بن عبدالعزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام سے بعض کاموں میں مشورہ کیا اور جب امام علیہ السلام مدینہ واپس جانے چاہتے تھے تو عمر بن عبد العزیز نے آپ سے عرض کی: یا ابو جعفر مجھے کچھ نصیحت فرمائیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

''اوصیک بتقوی اللہ و اتخذ الکبیر اباً، والصغیر ولداً، والرجل اخاً''.(۱)

''میں تجھے تقوی اور خوف خدا کی نصیحت کرتا ہوں، اور تو بزرگوں کو اپنے باپ کی طرح، چھوٹوں کو اپنے بچوں کی طرح اور مردوں کو اپنے بھائیوں کی طرح قرار دے''۔

امام باقر علیہ السلام ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں ہشام کے رویہ کا جائزہ لے کر اپنا رویہ اختیار کیا کرتے تھے، جب آپ کے ساتھ حکومت وقت کا رویہ نرم ہوتا تو آپ کی دینی سرگرمیوں میں اضافہ ہو جاتا تھا اور جب حکومت وقت کی طرف سے سخت رویہ اپنایا جاتا تھا تو امام علیہ السلام کی سرگرمی بھی کم ہو جاتی تھی، چنانچہ جب ہشام بن عبدالملک مسجد الحرام میں وارد ہوا تو امام باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کے اردگرد بہت سے لوگ جمع ہیں، تو ہشام نے اپنے ساتھیوں سے کہا: یہ کون شخص ہے؟ چنانچہ انھوں نے جواب دیا: محمد بن علی بن الحسین [امام باقر علیہ السلام] ہیں، ہشام نے کہا: کیا یہ وہی شخص ہیں جن کو اہل عراق بہت زیادہ چاہتے ہیں اور ان کے شیفتہ ہیں؟! اور اس کے بعد کسی کو آپ کے پاس بھیج کر آپ کو بلوایا، اور آپ سے چند سوالات کئے اور آپ سے بحث و گفتگو کرنے لگا، حضرت امام باقر علیہ السلام نے ان سب سوالوں کا جواب دیا اور اس کو بحث میں مغلوب کر لیا اور اس کے ساتھیوں پر غالب آ گئے۔(۲)

---

۱۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۷۷۔

۲۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۷۹۔

اور جب امام باقر علیہ السلام کو گرفتار کر کے شام لے جایا گیا تو ہشام آپ کے رتبہ کو کم کرنا چاہتا تھا. تو اس موقع پر امام باقر علیہ السلام نے خطاب فرمایا:

"أيها الناس أين تذهبون؟ وأين يراد بكم؟ بنا هدى الله أوّلكم، وبنا يختم آخركم، فإن يكن لكم ملك معجل، فان لنا ملكاً مؤجلاً . . ."(۱)

"اے لوگو! کہاں جارہے ہو! تمہیں کہاں لے جایا جارہا ہے؟ خداوند عالم نے ہمارے خاندان کے ذریعہ تمہارے آباء واجداد کی ہدایت کی، اور تمہاری نسلوں کی ہدایت کا مسئلہ بھی ہمارے خاندان سے وابستہ ہے، لہٰذا اگر ابھی حکومت تمہارے ہاتھوں میں آگئی ہے تو جان لو کہ کل ہماری بھی ایک مستحکم اور پائیدار حکومت ہوگی"۔

## ۶۔ مسلحانہ جنگ کے سلسلہ میں امام باقر علیہ السلام کا رویہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مسلحانہ تحریکوں کے مقابلہ میں جو خوارج کی طرف سے ہوتی رہی ہیں ان میں غیر جانبداری کا اظہار کیا ہے اور اس کے سلسلہ میں کسی طرح کی کوئی تائید نہیں کی ہے، کیونکہ ایک طرف تو امام علیہ السلام ان تحریکوں کے رہبروں، یا خلفاء بنی امیہ کو اپنے رویہ سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے، اور دوسری طرف امام علیہ السلام معاشرہ میں اس طرح کی تحریک اور قیام کو باقی رکھنا چاہتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں علویوں یا اہل بیت علیہم السلام کی کسی فرد یا اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والوں کی رہبری میں کوئی تحریک یا انقلاب برپا نہیں ہوا، کیونکہ امام علیہ السلام بعد والے زمانہ میں ہونے والے حادثات کی بنیادیں مضبوط کرنے میں مشغول تھے، امام علیہ السلام اپنے بھائی جناب زید کے ذریعہ مستقبل قریب میں ہونے والے قیام کی طرف لوگوں کو متوجہ کررہے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام زید کی آئندہ ہونے والی تحریک کے رویہ اور اپنے رویہ کو مربوط کرتے ہوئے فرماتے تھے:

---

۱۔ مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۲۰۶۔

''اما عبد الله فيدي التي أبطش بها، واما عمر فبصري الذي ابصر به، واما زيد فلساني الذي انطق به...''(۱)

''عبداللہ میرے ہاتھ ہیں جن سے میں کام کرتا ہوں، عمر میری آنکھ ہیں جن سے میں دیکھتا ہوں لیکن زید میری زبان ہیں جن کے ذریعہ میں بولتا ہوں''۔

لیکن امام محمد باقر علیہ السلام کی عمر سے مراد عمر بن علی بن حسین علیہ السلام ہیں وہ ایک فاضل اور جلیل القدر سید تھے، اور وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے موقوفات کے متولی تھے، وہ ایک متقی پرہیز گار اور سخی انسان تھے، ان سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کے موقوفات جس کے بھی حوالے کئے جائیں اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ جب خرما پک جائیں تو باغ کا دروازہ کھلا رکھے تا کہ سبھی اس میں جا کر پھل کھا سکیں اور ان کو کوئی ممانعت نہ ہو.

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام کی زید سے مراد ''زید شہید'' ہیں جو جلیل القدر اور بہت زیادہ دانشور تھے، اور بہت علوم میں مہارت رکھتے تھے جیسے فقہ، حدیث، تفسیر اور کلام وغیرہ میں، نیز وہ مظلوموں اور غریبوں کے حقوق کے حامی تھے، اور انھوں نے جس عظیم الشان تحریک کے سلسلہ میں قدم اٹھایا اس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ میں بہت زیادہ بیداری پیدا ہوئی، چنانچہ حکومت بنی امیہ کے خاتمہ میں ان کا عظیم کردار رہا ہے۔(۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ زید [بن علی بن حسین علیہما السلام] کو تنہا چھوڑنے یا ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے سے لوگوں کو ڈراتے تھے، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''إن اخي زيد بن علي خارج فمقتول على الحق، فالويل لمن خذله، والويل لم حاربه، والويل لمن قاتله''.(۳)

---

۱۔ امام باقر علیہ السلام کی مراد عبداللہ الباہر ہیں جو اس زمانہ کے افضل اور ممتاز علمائے اسلام میں سے تھے، انھوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے بہت سی احادیث نقل کی ہیں اور متعدد راویوں نے ان کی زبان سے نقل کی ہوئی احادیث کو جمع کیا ہے.(غایۃ الاختصار، ص ۱۰۶)

۲۔ سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۲۷۳.

۳۔ مقتل الخوارزمی، ج ۲، ص ۱۱۳۔

''بے شک ہمارے بھائی زید بن علی قیام کریں گے اور راہ حق وحقیقت میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوں گے، وائے ہو اس شخص پر جو ان کی نصرت نہ کرے اور وائے ہو اس شخص پر جو ان سے جنگ کرے، اور وائے ہو اس شخص پر جو ان کو قتل کرے''۔

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے بھائی ''زید شہید'' کی تحریک کے حامی تھے اور لوگوں کے سامنے اس کی توجیہ و تاویل فرماتے تھے، اور وہ بھی امام محمد باقر علیہ السلام کی امت کے زیر سایہ کام کرتے تھے، اور زید شہید کی تحریک دوسری تحریکوں کی ناکامی کے بعد اہل بیت عصمت وطہارت [علیہم السلام] کے لئے منحرف حکام کے سامنے مقابلہ کے بازو تھی۔

جو چیز زید شہید کی امام محمد باقر علیہ السلام کی تابعیت پر دلالت کرتی ہے وہ خود زید شہید کے وہ اشعار ہیں جو انھوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت کے موقع پر کہے ہیں:

ثویٰ باقر العلم في ملحدِ      إمام الوری طیّبُ المولدِ

فمن لی سویٰ جعفرٍ بعده      إمامِ الوری الاوحدِ الامجدِ (۱)

''باقر العلم لحد میں چھپا دئے گئے، جو لوگوں کے امام، اور ولادت کے لحاظ سے پاک و پاکیزہ تھے، لہٰذا ان کے بعد [امام] جعفر صادق [علیہ السلام] کے علاوہ کون ہے جو لوگوں کا امام اور بے مثال اور صاحب افتخار ہو''۔

زید شہید نے امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت کے بعد اپنے مسلحانہ قیام میں تاخیر کی، اور اس کو ایک مناسب موقع تک کے لئے ٹال دیا، اور امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت کے بعد دس سال سے کم عرصہ میں اس تحریک کو عملی جامہ پہنایا۔

## چوتھے: اخلاقی اور اجتماعی اصلاحات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کوشاں تھے کہ معاشرہ میں اقدار شریعت وقوانین اسلام مافذ ہو جائیں آپ معاشرہ کے اجتماعی حالات کی اصلاح کے لئے بہت زیادہ کوشش فرماتے تھے، آپ کا مقصد یہ تھا کہ تمام

---

۱۔ مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۲۱۳۔

طبقات کو اصلاح کے لئے جمع کیا جائے ،لیکن پہلے اپنے قریبی افراد سے اصلاحی تحریک شروع کی جائے اور پھر معاشرہ کے دوسرے افراد تک اصلاحی تحریک کو پہنچایا جائے اور اس کے بعد حکومتی اداروں اور حکومت کے پیروکاروں کی اصلاح میں مشغول ہوا جائے۔

امام محمد باقر علیہ السلام اصلاح معاشرہ کے ہر موقع اور واقع پر گہری نظر رکھتے تھے، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام کی اصلاحی طریقے متعدد۔اخلاقی اور اجتماعی مسائل میں مختلف تھی. چنانچہ اب ہم اس سلسلہ میں آپ کے بعض اسلوبوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

## ۱۔سنت پیغمبر ﷺ کو عملی جامہ پہنانے کی دعوت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان احادیث نبوی کو معاشرہ میں رائج کرنے کی بہت زیادہ کوشش کی جو اخلاقی اور اجتماعی پہلو رکھتی تھیں، اور آپ نے اس سلسلہ میں کمر ہمت باندھ لی تا کہ سلوک اور اجتماعی مسائل میں معاشرہ ان پر عمل کرے، اور معاشرہ کے مختلف طبقات کے انسانوں کے لئے مشعل راہ قرار پائے، جو انسانی رشد و کمال اور اولیاء و صالحین کے بلند مقامات پر پہنچنے میں مددگار ثابت ہو سکے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے پیغمبر اکرم ﷺ کی احادیث بیان کرنے میں اخلاقی اور اجتماعی اصلاح میں بنیادی گروہوں کی طرف اشارہ کیا جو فقیہ اور حکّام ہیں، چنانچہ آپ نے پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت فرمائی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”صنفان من امتي اذا صلحا صلحت امتي و اذا فسدا فسدت امتي... الفقهاء و الامراء“.(۱)

”اگر میری امت کے دو گروہوں کی اگر اصلاح ہو جائے تو [پوری] امت کی اصلاح ہو جائے گی لیکن اگر وہی دو گروہ فاسد [اور گمراہ] ہو جائیں تو امت بھی فاسد اور گمراہ ہو جائے گی...فقہاء [وعلماء] اور حکّام“۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے جد بزرگوار پیغمبر اکرم ﷺ کی ان احادیث کے نقل کی ضمن میں سبھی لوگوں

---

۱۔الخصال، ج۱،ص۳۶۔

کو معاشرہ کی اصلاح کے لئے جد و جہد اور ایثار سے کام لینے کی تاکید کی ہے:

"لینصحِ الرجلُ منکم اخاہ کنصیحتہ لنفسہ".(۱)

"اپنے بھائی کی نسبت تمہاری دلسوزی خود اپنی دلسوزی کی طرح ہونا چاہئے"۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان احادیث کو نقل کیا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عفت اور نیک کاموں میں جلدی کرنے پر تاکید کی گئی تھی:

"إنَّ اللہ یحب الحییَّ الحلیمَ العفیفَ المتعففَ".(۲)

"بے شک خداوند عالم باحیا، بردبار، عفیف اور خوددار افراد کو دوست رکھتا ہے"۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول:

"إنَّ اللہ یحب من الخیر ما یعجّل".(۳)

"بے شک خداوند عالم ہر اس کام کو دوست رکھتا ہے جس میں جلدی کی جائے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے ان احادیث شریف پر تاکید فرمائی جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حُسن خلق کی ترغیب دی، اور مومنین کو بے عزت کرنے سے روکا گیا ہے، منجملہ ان کے یہ حدیث شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے:

"والذي لا الہ الا ھو ما اعطی مؤمن قط خیر الدنیا والآخرۃ الا بحسن ظنہ باللہ ورجائہ لہ، وحسن خلقہ، والکف عن اغتیاب المؤمنین".(۴)

"قسم اس خداوند عالم کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، کوئی بھی مومن دنیا و آخرت سے بہرہ مند نہیں ہوگا مگر خداوند عالم کی نسبت حسن ظن اور اس کی ذات پر امید رکھنے والا، اخلاق حسنہ اپنانے والا اور مومنین کی غیبت سے پرہیز کرنے والا ہو"۔

نیز امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج۲، ص۲۰۸۔ ۲۔ اصول کافی، ج۲، ص۱۱۲۔

۳۔ اصول کافی، ج۲، ص۱۴۲۔ ۴۔ اصول کافی، ج۲، ص۷۲۔

" إنَّ رسول الله نهى عن القيل و القال، وفساد المال، و كثرة السؤال".(۱)

''بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیل وقال [چون وچرا] سے،حرام مال حاصل کرنے اور زیادہ سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے''۔

امام علیہ السلام نے اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ مومنین کے دل کو مسرور کرنے کی دعوت دی ہے:

''من سر مؤمناً فقد سرّني ومن سرّني فقد سرّ الله ".(۲)

''جس شخص نے کسی مومن [بھائی] کو مسرور کیا،اس نے مجھے مسرو کیا اور جس نے مجھے مسرور وشاد کیا اس نے خدا کو شاد کیا''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اس حدیث نبوی کے ذریعہ لوگوں کو صلۂ رحم کی ترغیب دلائی:

" إنَّ أعجل الخير ثواباً صلة الرحم"(۳)

''صلۂ رحم ان کاموں میں سے ہے جس کا ثواب دوسرے نیک کاموں سے جلدی اس کے انجام دینے والی کی طرف پہنچتا ہے''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مکارم اخلاق کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث بیان کی ہیں جیسے صدق،ایثار،تعاون،وفائے عہد،مسلمانوں اور غیر مسلم سے حسن سلوک کرنا،اسی طرح بری چیز وں سے اجتناب کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں جیسے جھوٹ،تہمت،دوسروں کے عیب تلاش کرنا،عہد وپیمان کو توڑ دینا،امانت میں خیانت اور لوگوں کے جان وعزت پر حملہ کرنا۔

حضرت امام باقر علیہ السلام نے جن بہت سے احادیث کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے ان میں سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے،آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''سباب المؤمن فسوق، وقتاله كفر، وأكل لحمه معصية".(۴)

''کسی مومن کو بُرا بھلا کہنا فسق اور گناہ کا سبب ہے،اس سے جنگ کرنا کفر اور اس کا گوشت کھانا [یعنی اس

---

۱۔اصول کافی،ج۱،ص۶۰۔    ۲۔اصول کافی،ج۲،ص۱۸۸۔
۳۔اصول کافی،ج۲،ص۱۵۲۔    ۴۔المحاسن،ص۱۰۲۔

کی غیبت کرنا] معصیت اور گناہ ہے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"سئل رسول الله عن خيار العباد فقال: "الذين اذا احسنوا استبشروا، واذا اساؤوا استغفروا، و إذا أعطوا شكروا واذاأُبتلوا صبروا، و اذا غضبوا غفروا". (۱)

"پیغمبر اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ خدا کے بندوں میں بہترین بندے کون ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ کہ جب نیک کام انجام دیتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، اور جب بُرا کام سرزد ہوجاتا ہے تو استغفار کرتے ہیں، اور جب ان کو کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر خدا کرتے ہیں اور جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں. وہ ایسے لوگ ہیں غیظ وغضب کے موقع پر دوسروں سے درگزر کرتے ہیں اوران کو بخش دیتے ہیں"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے صرف پیغمبر اکرم ﷺ کی ان احادیث کے نقل کرنے پر اکتفاء نہیں کی بلکہ ان احادیث کے مضامین پر عمل کر کے دکھایا، امام علیہ السلام پورے معاشرہ کے لئے نمونہ عمل بن گئے، اور آپ ہی مکارم اخلاق اور نیکیوں کے بلند مقام پر فائز تھے، امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی رفتار وگفتار میں اخلاق اسلامی کے بلندترین نمونوں کو امت اسلام کے سامنے پیش کیا، امام محمد باقر علیہ السلام سچائی، وفائے عہد، امانت داری، تواضع، دوسروں کے احترام، مسلمانوں کے امور کو اہمیت دینے اور حاجت مندوں کے مشکلات دور کرنے میں عظیم کردار ادا کیا، اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے معاشرہ کے مختلف لوگوں میں (چاہے وہ آپ کے ماننے والوں ہوں یا آپ کے مخالف ہوں) موجود برائیوں اور غلط طور وطریقوں کو عملی طریقہ پر دور کیا۔

## ۲۔مکارم اخلاق کی طرف دعوت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے لوگوں میں مکارم اخلاق کے اصلاحی پہلو پر بہت توجہ دی تا کہ مسلمانوں کی رفتار وگفتار میں مکارم اخلاق کو مسلم معاشرہ کی نشانی قرار دیں، چنانچہ امام علیہ السلام ہمیشہ افشاء سلام

---

۱۔الخصال، ج۱،ص ۳۱۷۔

یعنی ایک دوسرے کو بلند آواز میں سلام کرنے پر تاکید فرماتے تھے جو محبت و مودت، اخوت اور اجتماعی تعلقات میں محبت وصفا کی نشانی ہے، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"إنَّ الله يحب افشاء السلام ".(۱)

"بے شک خداوند عالم افشاء سلام کو دوست رکھتا ہے"۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے لوگوں کو عفت [اور پاکیزگی] کی طرف دعوت اور اس کو بہترین عبادت قرار دیا، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

"أفضل العبادة عفّة البطن و الفرج"۔(۲)

"شکم اور شرمگاہ کی عفت [اور ان دونوں کو حرام سے محفوظ رکھنا] بہترین عبادت ہے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے سبھی کو اپنی زبان کو پاک رکھنے اور اسے اسلامی حدود میں مقید رکھنے کی دعوت دی ہے تاکہ اجتماعی تعلقات خراب نہ ہوں، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"قولوا للناس احسن ما تحبّون أن يقال لكم، فان الله يبغض اللعّان السبّاب الطّعّان على المؤمنين، الفاحش المتفحّش، السائل الملحف، ويحبّ الحييَّ الحليم العفيف المتعفف".(۳)

"لوگوں سے ایسی باتیں کرو جس طرح تم اپنے لئے باتیں کرنا پسند کرتے ہو، کیونکہ خداوند عالم بہت زیادہ گالیاں دینے والے، مومنین پر لعن وطعن کرنے والے یا بدزبان اور بے ہودہ باتیں کرنے والے کو اور بے شرم فقیر کو دوست نہیں رکھتا، اور اس کے مقابل باحیا، بردبار اور پاک دامن انسان کو دوست رکھتا ہے"۔

اسی امام محمد باقر علیہ السلام نے معاشرہ کے مختلف طبقات سے نیک سلوک کو سب کے لئے واضح فرمایا، چنانچہ آپ نے فرمایا:

---

۱۔ تحف العقول، ص۲۲۰۔

۲۔ تحف العقول، ص۲۱۷۔

۳۔ مذکورہ حوالہ، ص۲۱۷۔

”صانع المنافق بلسانک، واخلص مودتک للمؤمن، وان جالسک یهودیٌ فاحسن مجالسته“۔(۱)

”جب کسی منافق سے ملاقات کروتو خوش زبانی سے اس کے ساتھ سلوک کرو، لیکن اپنی دلی محبت کو مومن کے لئے وقف رکھواور اگر کسی یہودی سے ملاقات ہوتو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو“۔

نیز امام محمد باقر علیہ السلام نے مختلف لوگوں سے سلوک کواس طرح بیان فرمائی:

”أربعٌ من کنّ فیه بنیٰ الله له بیتاً فی الجنة: من آویٰ الیتیم، ورحم الضعیف، وأشفق علی والدیه، و رفق بمملوکه“۔(۲)

”جس شخص میں چار چیزیں پائی جاتی ہوں خداوند عالم اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے: جو شخص کسی یتیم کو پناہ دے، [اس کی سرپرستی اور دیکھ بھال کرے]، جو شخص کسی ضعیف اور کمزور انسان پر رحم کرے اور جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ دلسوز اور مہربان رہے اور جو شخص اپنے مملوک اور غلام کے ساتھ نرمی برتے“۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے متقی افراد سے رابطہ رکھنے اور مستحکم رابطہ رکھنے کی دعوت فرمائی ہے۔ کیونکہ متقین میں کچھ ایسے صفات پائے جاتے ہیں کہ جو شخص بھی ان کے پاس رفت وآمد کرے تو متقی کے خصوصیات اس دوسرے شخص پر مثبت آثار پیدا کرتے ہیں، اوراس طرح اس کی حقیقی زندگی میں اسلامی اقدار اور نمو نے پیدا ہوتے ہیں چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

”إنَّ أهل ألتقویٰ أیسر أهل الدنیا مؤونة وأکثرهم لک معونة، ان نسیت ذکّروک، وان ذکرت أعانوک، قوّالین بحق الله، قوّامین بامر الله“۔(۱)

”اہل تقویٰ [متقین] کی ہم نشینی لوگوں کے درمیان سب سے کم مشقت اور زحمت رکھتی ہے لیکن ان کے پاس بیٹھنے والوں کے لئے بہت زیادہ مددگار رہے، اگر ان کو بھول جاؤ تو وہ تمہیں یاد دلاتے ہیں اور اگر تم یاد رکھو تو وہ تمہاری مدد کریں گے، وہ ہمیشہ ایسی گفتگو کرتے ہیں جو حق ہو اور خدا کی مرضی کے مطابق ہو، اور وہ

---

۱۔ مذکورہ حوالہ، ص ۲۱۳۔ ۲۔ الخصال، ج۱، ص ۲۲۳۔

۱۔ صفة الصفوة، ج۲، ص ۱۰۹۔

خداوند عالم کے حکم کے لئے قیام کرنے والے ہیں"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک مومن کے دوسرے مومن پر حقوق کے بارے میں اس طرح وضاحت فرمائی ہے:

"إنَّ المؤمن اخ المؤمن لا يشتمه ولا يحرمه ولا يسيء به الظن".(۱)

"مومن، مومن کا بھائی ہے، لہٰذا وہ کبھی بھی اس کو گالی نہیں دیتا، اس کو محروم نہیں رکھتا اور اس کے بارے میں سوءِ ظن نہیں کرتا"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"من اغتيب عنده اخوه المؤمن فنصره، واعانه، نصره الله فی الدنيا والآخرة، ومن لم ينصره، ولم يدفع عنه وهو يقدر علی نصرته وعونه، خفضه الله فی الدنيا والآخرة".(۲)

"جس شخص کے سامنے کسی مومن بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس مومن کی مدد کرے اور اس کا دفاع کرے تو خداوند عالم دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرماتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے مومن بھائی کی ایسے حالات میں مدد نہ کرے جب کہ وہ اس کی مدد اور دفاع کی طاقت رکھتا ہو لیکن اس کا دفاع نہ کرے تو خداوند عالم اس کو دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار کرتا ہے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے دوسروں پر ظلم و ستم کرنے یا ظالموں کی مدد کرنے سے ڈرایا ہے:

"من اعان علی مسلم بشطرِ كلمةٍ كتب بين عينيه يوم القيامة آيس من رحمة الله".(۳)

"جو شخص کسی مسلمان پر ظلم کرنے میں ایک لفظ سے بھی مدد کرے تو روز قیامت اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: "یہ شخص رحمت خدا سے مایوس ہے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے سب کو مکارم اخلاق کی طرف دعوت دی کہ بدی کا بدلہ نیکی سے اور قطع

---

۱۔ تحف العقول، ص ۲۱۶۔ ۲۔ المحاسن، ص ۱۰۳۔
۳۔ المحاسن، ص ۱۰۳۔

تعلق کا بدلہ صلہ رحم سے دینا چاہئے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''ثلاثۃٌ من مکارم الدنیا والآخرۃ: ان تعفو عمن ظلمک، وتصل من قطعک، وتحلم اذا جھل علیک''.(۱)

''تین چیزیں دنیا وآخرت کے مکارم ہیں: جو شخص تم پر ظلم کرے اس کو بخش دو، اور جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے صلہ رحم کرو، اور اگر کوئی جہل ونادانی کا برتاؤ کرے تو اس کے مقابل بردبار [اور صابر] رہو''۔

## پانچویں: اقتصادی اصلاحات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس چونکہ کبھی بھی حکومت کی سربراہی نہیں رہی ہے، تاکہ معاشرہ میں اقتصادی حالات اور کاروباری نظام کی عملی طور پر اصلاح کرسکیں، اسی لئے امام علیہ السلام نے صرف اسلامی اصولوں کو نشر کرنے پر اکتفا کی ہے جو اسلام کے نظر سے اقتصادی زندگی میں صحیح اقتصاد کو بیان کرنے والے تھے ان کو نشر کرنے پر اکتفاء کی ہے. چنانچہ آپ نے ایسے قواعد اور قوانین بیان فرمائے ہیں جن کے ذریعہ انسان اور معاشرہ اقتصادی انحرافات سے دور رہ سکتا ہے، وہ انحراف جن کے ذریعہ انسان خواہشات نفسانی میں زیادتی کا شکار ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے اقتصادی نظام میں خلل ایجاد ہوتا ہے. اسی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے مال و دولت حاصل کرنے اور اس کو خرچ کرنے کا ہدف معین کیا ہے کیونکہ خداوند عالم نے مال کو کسی ہدف تک پہنچنے کے لئے ذریعہ قرار دیا ہے اور جس ہدف کے تحت انسان پیدا کیا گیا ہے، اور وہ ہدف اور مقصد خداوند عالم کی بندگی تک پہنچنا اور الٰہی طور وطریقہ کو انسانی زندگی میں عملی جامہ پہنانے کے علاوہ کچھ نہیں ہے، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''نِعم العون الدنیا علی طلب الآخرۃ''.(۲)

''[آخرت کے لئے] بہترین مددگار وہ دنیا ہے جس سے آخرت طلب کی جائے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے طلب مال کے لئے جائز اہداف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

۱۔تحف العقول،ص۲۱۴۔

۲۔اصول کافی، ج۵،ص۷۳۔

"من الطلب الرزق فی الدنیا استعفافاً عن الناس، وتوسیعاً علی أھله، وتعطفاً علی جارہ؛ لقي اللہ عزّ وجلّ یوم القیامة ووجهه مثل لیلة البدر".(۱)

"جو شخص لوگوں سے بے نیاز ہونے کے لئے، اپنے اہل وعیال کی زندگی کے چین وسکون کے لئے اور اپنے پڑوسیوں کی دستگیری کے لئے دنیا میں رزق وروزی حاصل کرے تو خداوند عالم روز قیامت اس کے چہرہ کو چودھویں کے چاند کی طرح منور کردے گا"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اقتصادی اور کاروباری کارکردگی کو جواز کو پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث سے مستند فرمایا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ سے روایت فرمائی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"العبادة سبعون جزءاً افضلها طلب الحلال".(۲)

"عبادت کے ۷۰ رحصے ہیں جن میں سب سے افضل حلال روزی طلب کرنا ہے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے بعض اقتصادی اور معاملاتی مسائل میں جیسے کم تولنے کی حرمت کے سلسلہ میں تاکید فرمائی چنانچہ کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ویلٌ للمطففینَ﴾، ولم یجعل الویل لاحدٍ حتی یسمیه کافراً...".(۳)

خداوند عالم نے ناپ تول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وائے ہو کم بیچنے والوں پر﴾ اور لفظ "ویل" [یعنی وائے] صرف کفار کے لئے استعمال ہوتا ہے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے سبھی کو رزق حاصل کرنے اور صحیح راستے سے مال ودولت میں اضافہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

"من المروءة استصلاح المال"(۴)

"کسب حلال کے لئے کاروبار کرنا مروت اور جوانمردی کا ایک حصہ ہے"۔

---

۱۔ اصول کافی، ج۵، ص۷۸۔
۲۔ اصول کافی، ج۵، ص۷۸۔
۳۔ تفسیر نور الثقلین، ج۵، ص۵۲۷۔
۴۔ الخصال، ج۱، ص۱۰۔

اسی طرح امام علیہ السلام مسلمانوں کی حاجت روائی، اور ان کی ضروریات زندگی کو پوری کرنے کی مکمل کوشش کرتے تھے اور اس کام کو مستحب عبادتوں میں سب پر ترجیح دیتے تھے، اور اس کو مستحب حج سے بھی افضل مانتے تھے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

"لئِن أحجّ حجة أحب أليّ من أن اعتق رقبة ورقبة -حتی انتهیٰ إلیٰ سبعین- ولئِن أعول أهل بيت من المسلمين، أشبع جوعتهم و أكسو عورتهم و أكف وجوههم عن الناس أحبّ اليّ من ان أحج حجة وحجة- حتی انتهیٰ الی عشرٍ و عشرٍ و عشرٍ و مثلها حتی انتهیٰ الیٰ سبعین-"(۱)

"اگر میں ایک مستحب حج بجالاؤں تو میرے نزدیک یہ محبوب ہے کہ میں ایک غلام کو آزاد کروں، ایک غلام کو آزاد کروں یہاں تک کہ ستر مرتبہ فرمایا اور مسلمان کے اہل وعیال کو تنگدستی سے نجات دلانا، اور ان کی بھوک و پیاس کو ختم کرنا، اور ان کو لباس پہنانا اور لوگوں کے سامنے بے آبرو ہونے سے محفوظ کرنا میرے لئے مستحب حج بجالانے سے زیادہ پسند ہے اس کو ستر بار آپ نے دہرایا"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے جدامجد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کی حدیث نقل کر کے لوگوں کو حرص ولالچ سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے، جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"...لن تموت نفس حتی تستكمل رزقها، فاتقوا الله وأجملوا فی الطلب، ولا يحمل احدكم استبطاء شيء من الرزق ان يطلبه بغير حلّه، فانه لا يدرك ما عند الله الاّ بطاعته".(۲)

"جب تک انسان اپنا پورا رزق استعمال نہیں کر لیتا اس وقت تک اس کو موت نہیں آتی، لہٰذا خداوند عالم سے ڈرو، اور خدا سے نیک عمل کے ذریعہ روزی طلب کرو، اور اگر رزق وروزی کی مقدار تمہارے ہاتھ میں دیر سے پہنچے تو خبردار اس کو حرام طریقہ سے حاصل نہ کرو، کیونکہ جو چیز خداوند عالم کے پاس ہے وہ اطاعت کے علاوہ حاصل نہیں ہوسکتی"۔

---

۱۔اصول کافی، ج۴،ص۲۔ ۲۔اصول کافی، ج۲،ص۷۴۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے حرص ولالچ کے منفی آثار کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا:

''مثل الحريص على الدنيا، كمثل دودة القزّ، كلما ازدادت على نفسها لفّاً؛ كان أبعد لها من الخروج حتى تموت غماً''.(۱)

''جو شخص دنیا میں لالچی ہو وہ ریشم کے کیڑے کی طرح ہے کہ جتنا وہ لپیٹنا چاہتا ہے اس کا باہر نکلنا اتنا ہی مشکل ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسی میں پریشانی کے عالم میں مرجاتا ہے''۔

اور چونکہ انسان آخرت کے لئے پیدا ہوا ہے اسی وجہ سے انسان فنا اور نابودی کے کنارے کھڑا ہوا ہے، اسی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے اس حدیث شریف کے ذریعہ مال کے زائل ہونے اور اس مال دنیا کے باقی نہ رہنے پر تاکید فرمائی ہے:

''ملك ينادي كل يوم: ابن آدم! لِدْ للموت، واجمع للفناء، وابنِ للخراب''.(۲)

''ہر روز ایک فرشتہ یہ آواز دیتا ہے کہ اے اولاد آدم! موت اور نیستی کے لئے بچے پیدا کر، اور فنا و نابودی کے لئے مال جمع کر، اور ویران ہونے کے لئے مکانات بنا''۔

اسی طرح امام علیہ السلام سبھی کو دنیا میں قناعت کی ترغیب وتشویق فرماتے تھے، کیونکہ قناعت روحانی سعادت اور کامیابی کی سیڑھی ہے اور یہ خصوصیات امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی میں بھی جلوہ گر تھیں، چنانچہ امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

''من قنع بما أوتي قرت عينه''. (۳)

''جو شخص اپنے پاس موجود چیزوں پر قناعت کرے تو وہی چیز اس کے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار پاتی ہے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام سبھی کو اقتصاد اور مختلف حالات میں خرچ حوالے سے میانہ روی کرنے اور افراط وتفریط سے پرہیز کی تاکید فرماتے تھے اور اسی چیز کو انسان کی نجات کا باعث قرار دیتے تھے، چنانچہ امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۳۴۔ ۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۳۱۔

۳۔ سیفنۃ البحار، ج ۲، ص ۴۵۲۔

''أمّا المنجیات فخوف الله فی السرّ والعلانیة، والقصد فی الغنیٰ والفقر''.(۱)

''اور جو چیزیں انسان کی نجات کا باعث ہیں وہ ظاہر و باطن میں خوف خدا اور مالداری اور ناداری کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنا ہے''۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے انسانی حقوق کے حدود کو معین کیا اور لوگوں کو دوسروں کے مال پر دست درازی کرنے سے ڈرایا ہے، کیونکہ یہ کام اقتصادی مسائل میں خلل پیدا کرتا ہے، اور انسان کی آخرت کو خراب کرنے کے علاوہ اسی سے معاشرہ پر بُرے آثار پڑتے ہیں، لہٰذا امام محمد باقر علیہ السلام کی اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں:

''من اصاب مالاً من أربع لم یقبل منه اربع: من اصاب مالاً من غلول أو ربا او خیانة أو سرقة؛ لم یقبل منه فی زکاة ولا صدقة ولا فی حج ولا فی عمرة''.(۲)

''جس شخص کے پاس چار طریقوں سے مال حاصل ہو تو اس مال کی وجہ سے چار اعمال قبول نہیں ہوں گے، پس بیت المال سے چوری، سود، اور خیانت و چوری سے مال حاصل کرے تو اس کی زکوٰۃ، صدقہ حج اور عمرہ مقبول نہیں ہوگا''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اقتصادی توازن برقرار رکھنے اور عام لوگوں کی زندگی کو بلند کرنے کے لئے سبھی کو مالی حقوق [زکوٰۃ، فطرہ وغیرہ] ادا کرنے کی دعوت دی، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''إنَّ الله تبارک تعالیٰ قرن الزکاة بالصلاة... فمن اقام الصلاة، ولم یؤتِ الزکاة، فکأنه لم یقم الصلاة''.(۳)

''بے شک خداوند عالم نے زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ گویا مشروط کیا ہے، پس جس شخص نے نماز تو پڑھی لیکن زکوٰۃ ادا نہ کی تو گویا اس نے نماز قائم نہیں کی ہے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت نقل کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

---

۱۔ الخصال، ج۱، ص۸۴۔ ۲۔ امالی شیخ صدوق، ص۳۵۹۔

۳۔ اصول کافی، ج۳، ص۵۰۶۔

"ملعونٌ کلُّ مالٍ لا یُزکی".(۱)

"جس مال میں سے زکات ادا نہ کی گئی ہو اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے"۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے منفی اثرات کو اس طرح بیان فرمایا:

"وجدنا فی کتاب علي (علیه السلام) قال رسول الله (ص): اذا مُنعت الزکاة مَنعت الارض برکاتها".(۲)

"ہم نے کتاب علی (علیہ السلام) میں دیکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فقراء پر انفاق اور بخشش کی حدود کو بیان فرمایا ہے جب زکات ادا نہیں کی جاتی تو زمین پر برکتیں بھی نازل نہیں ہوتیں کہ جب تک فقیر کی زندگی سے نیازمندی اور فقر کے منفی آثار دور نہ ہو جائیں تب تک اسے عطا کرو چنانچہ آپ نے فرمایا:

"إذا اعطیته فاغنه".(۳)

"جب کسی سائل کو عطا کرو تو اتنا دید و کہ وہ بے نیاز ہو جائے"۔

البتہ معاشرہ میں اقتصادی توازن برقرار کرنے کے لئے اجتماعی طور پر سبھی ذمہ دار ہیں، لہٰذا سبھی لوگ اس ذمہ داری کے تحت محنت کے ذریعہ غریب ومحتاجوں کی زندگی سے فقر وغربت کے آثار ختم کرنے کے لئے بہت زیادہ کوشش کریں، اور یہ مسئلہ شرعی واجب حقوق کی ادائیگی کے علاوہ ہے، جو قربانی وایثار اور مستحب انفاق کی صورت میں ہے، اسی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے سبھی کو احسان، نیک کام اور مستحب صدقہ دینے کی ترغیب وتشویق دلائی ہے، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"ألبرّ والصدقة ینفیان الفقر و یزیدان فی العمر، ویدفعان سبعین میتة سوء".(۴)

"نیکی اور احسان کرنے اور صدقہ دینے سے فقر وغربت دور ہوتی ہے اور ان کے ذریعہ عمر میں برکت ہوتی ہے اور یہ اعمال انسان سے ستر بُری اموات کو ٹال دیتے ہیں"۔

---

۱۔ وسائل الشیعة، ج۹، ص۲۹۔
۲۔ اصول کافی، ج۳، ص۵۰۵۔
۳۔ مذکورہ حوالہ، ج۳، ص۵۴۸۔
۴۔ خصال شیخ صدوق، ج۱، ص۴۸۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے دینی بھائی کی مدد کرنے اور اس کی حاجت روائی پر بہت تاکید فرمائی ہے، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"من بخل بمعونة اخیه المسلم و القیام فی حاجته؛ ابتلی بمعونة من یأثم علیه و لا یؤجر". (۱)

"جو شخص اپنے دینی بھائی کو مدد پہنچانے اور اس کی حاجت روائی میں بخل سے کام لے تو خداوند عالم اس کو ایسے لوگوں کی مدد کا محتاج کر دیتا ہے تو نہ تو اس کی مدد کریں گے بلکہ اس کو اذیت پہنچائیں گے جب کہ اس پریشانی پر اس کو کوئی اجر وثواب بھی نہیں ملے گا"۔

اسی امام محمد باقر علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے:

"داووا مرضاکم بالصدقة... وحصّنوا اموالکم بالزکاة". (۲)

"اپنے مریضوں کا صدقہ کے ذریعہ علاج کرو...اور زکوٰۃ کے ذریعہ اپنی دولت کو بلاؤں سے محفوظ رکھو"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے انحرافات سے سخت مقابلہ میں انفاق کے ان مواقع کو بیان کیا ہے جو شریعت اسلام کے مطابق ہیں اور وہ غلط طریقے جن کے ذریعہ حکام وقت لوگوں کو اپنی مرضی وخواہش کے مطابق مال ودولت بخشش دیتے ہیں، اور مال کی بخشش میں شریعت کے قوانین کی پابندی نہیں کرتے، ان سب کے بارے میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے:

"خمسة لعنتُهم و کلُّ نبی مجاب ... و ذکر منهم: المستأثر بالفیء و المستحل له". (۳)

"پانچ گروہ ایسے ہیں جن پر وہ نبی جن کی دعا خداوند عالم کی بارگاہ میں مقبول ہے لعنت کرتے ہیں...ان میں ایک گروہ وہ ہے جو مسلمانوں کے بیت المال کی چیز کو اپنی ملکیت قرار دے، اور اس کو اپنی ذاتی استعمال میں لائے، اور اس کام کو اپنے لئے حلال شمار کرے"۔

---

۱۔ محاسن برقی، ص۹۹۔ ۲۔ وسائل الشیعة، ج۹، ص۲۹۔

۳۔ اصول کافی، ج۲، ص۲۹۳۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے صدقہ دینے کے سلسلہ میں بھی ایک قید لگادی اور فرمایا:

"إنَّ الصدقة لا تحل لمحترف، ولا لذي مرّة سويّ قويّ ..."(۱)

"جس شخص کے پاس کوئی کاروبار یا مشغلہ ہو یا جس شخص کا جسم اور عقل صحیح وسالم ہو ایسے شخص کو صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام خود معاشرہ کے لئے ایک نمونہ تھے اور آپ کے پاس جو کچھ بھی ہوتا تھا اس کو غریبوں اور ناداروں میں انفاق کردیا کرتے تھے، تاکہ امت بھی آپ کی اس سلسلہ میں بھی پیروی کرے تاکہ حکام معاشرہ میں جس طریقہ سے لوگوں میں مال و دولت بانٹتے تھے اگر وہ اسلامی اصول اور قواعد کے برخلاف ہوں تو ان کو پہچان لیں۔

---

۱۔ وسائل الشیعۃ، ج۹،ص۲۳۱۔

# چوتھا باب

## اس باب میں تین فصلیں ہیں:

### پہلی فصل:

امام محمد باقر علیہ السلام اور صالح جماعت کی تشکیل

### دوسری فصل:

امام محمد باقر علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ اور آپ کی شہادت

### تیسری فصل:

امام محمد باقر علیہ السلام کی علمی میراث

# پہلی فصل

## امام محمد باقر علیہ السلام اور صالح جماعت کی تشکیل (۱)

اجتماعی حالات کی اصلاح صالح جماعت پر متوقف ہوتی ہے تا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اہم واجبات پر عمل کریں اور سبھی کو اسلام کی طرف دعوت دیں، اور اہل بیت علیہم السلام کے صحیح راستہ کی طرف دعوت دیں (جن کا مدرک اور دلیل وہ احکام خداوندی ہیں جو ایسی امت کے لئے ہیں جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا سرشست بنا رکھا ہے۔

اسی وجہ سے ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس بات کی سعی اور کوشش کی کہ ایک ایسی صالح جماعت تشکیل دیں جس کے افراد کو ایک معین راستہ، ضروری قوانین اور لازمی ہدایت کی طرف راہنمائی کریں تا کہ وہ معاشرہ کی اصلاح اور اس کی تبدیلی کی ذمہ داری کو پورا کرسکیں اور معاشرہ کو اہل بیت علیہم السلام کے پیش کردہ راستہ کے مطابق چلائیں۔

اہل بیت علیہم السلام نے اس گروہ کی تشکیل کے لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے کوشش شروع کی تھی. خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دین مبین اسلام کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ صالح جماعت کی تشکیل کے لئے کوشش فرماتے تھے، تا کہ وہ صحیح نظریہ کے تحت اور مکمل ہوشیاری کے ساتھ سب کو خداوند عالم کی طرف دعوت دیں. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گروہ پر ایک خاص توجہ رکھتے تھے. یہاں تک کہ ان کی تعلیم وتربیت کے لئے وقت دیا

---

۱۔ ہم نے اس بحث کو بنیادی طور پر کتاب ''دور اہل البیت (علیہم السلام) فی بناء الجماعۃ الصالحۃ''، مولفہ سید محمد باقر الحکیم (دام عزہ) سے ترتیب دیا ہے اور جو چیزیں امام محمد الباقر علیہ السلام کی زندگی سے متعلق تھیں ان کا خلاصہ کیا ہے۔

کرتے تھے اور ان کے مسائل پر توجہ فرمایا کرتے تھے. اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کو بھی ایسے افراد پر مشتمل ایک گروہ کو تیار کرنے کی ذمہ داری دی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اس اہم ذمہ داری کو سنبھالا اور دینی مفکرین اور مبلغین رسالت کی جماعت کو آمادہ کیا اور اس کام کے نتائج اس وقت ظاہر ہوئے جب [ظاہری] حکومت آپ کے پاس پلٹ کر آئی، تو اس صالح افراد کی جماعت نے اس زمانہ میں اندرونی بغاوتوں کو پسپا کرنے اور معاشرہ میں اہل بیت علیہم السلام کے طور وطریقوں کو رائج کرنے کے لئے بہترین کردار ادا کیا۔

حضرت علی علیہ السلام کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے بھی اپنے نانا اور پدر بزرگوار کے راستے پر قدم بڑھایا، جیسا کہ معاویہ سے ہونے والی صلح کا ایک بند یہ تھا کہ معاویہ امام حسن علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب کے خلاف کسی طرح کی کاروائی نہ کرے، جس کی وجہ سے حضرت امام حسن علیہ السلام نے اس نسبتاً سکون کے ماحول میں اس صالح جماعت کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور اس میں وسعت دی تا کہ یہ مناسب حالات میں اپنی ذمہ داری کو پورا کر سکے. مقام عمل میں بھی ایسا ہی ہوا، اور اسی جماعت نے یزید کے زمانہ میں حکومت اموی کے انحراف کے مقابلہ میں قیام کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مسلحانہ قیام کیا تا کہ ظالم وستمگر حکومت نابود ہو جائے۔

اور اس کے بعد بھی تاریخ میں اس صالح جماعت نے اموی حکومت کے خلاف مسلحانہ تحریکوں کا علم بلند کیا جیسے اہل مدینہ کا قیام، جناب مختار کا قیام اور توابین کا قیام، البتہ یہ تمام اقدام حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصلاحی قیام کے بعد دیکھے گئے ہیں. اور یہ تمام تحریکیں اہل بیت علیہم السلام کے طور وطریقوں کو نافذ کرنے میں بہت کارگر ثابت ہوئی ہیں اور اس کا اثر لوگوں کے دل و دماغ اور ان کے اعمال و کردار پر ہوا ہے، نیز اسی صالح جماعت کی کارکردگی ظالم وستمگر حکومت کی نابودی میں اتنی اثر انداز ہوئی ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس صالح جماعت کو

کامل کرنے کے لئے بہت زیادہ کوششیں کی ہیں جس کو گزشتہ ائمہ علیہم السلام نے تشکیل دیا تھا. آپ کو عبد الملک بن مروان کی خلافت کے زماہ میں جو نسبتاً آزادی ملی تھی اس سے بہترین طور پر فائدہ اٹھایا اور اس اصلاحی گروہ کو استحکام بخشا تا کہ وہ اس زمانہ میں اہل بیت علیہم السلام کے مشن میں معاون اور مددگار ثابت ہوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی اس اصلاحی گروہ کے لئے گزشتہ ائمہ علیہم السلام کی سیرت پر عمل کیا اور آپ نے اہل بیت علیہم السلام کے طور وطریقوں کے مطابق کام کرنے والی اور ان کو حقیقی زندگی میں ان کو نافذ کرنے والی اس اصلاحی جماعت کو قائم ودائم رکھنے کے لئے کچھ نئے عناصر کا بھی اضافہ فرمایا، آپ نے کچھ فقہائے کرام کی تربیت کی جن میں معاشرہ کی اصلاح کی فکر لاحق تھی، جن میں سرفہرست زرارہ بن اعین، معروف بن خرّبوذ، ابوبصیر اسدی، فضل بن یسار، محمد بن مسلم طائفی اور برید بن معاوز یہ عجلی تھے۔

آپ نے صرف فقہاء کی اسی جماعت کی تشکیل پر اکتفاء نہیں فرمائی بلکہ اس کے بعد ایک دوسرے طبقہ کی تربیت کی جس کے سرفہرست حمران بن اعین، اوران کے برادران، عبداللہ بن میمون قدّاح، محمد بن مروان کوفی، اسماعیل بن فضل ہاشمی، ابوہارون مکفوف وغیرہ ہیں۔(۱)

البتہ اس صالح جماعت کی ذمہ داری اپنی اپنی مہارت اور تخصص کے لحاظ سے جداگانہ تھی، اس جماعت میں بعض فقیہ، بعض انقلاب برپا کرنے والے اور بعض افراد اصلاح کرنے اور معاشرہ میں لوگوں کے دل و جان میں اہل بیت علیہم السلام کے طور طریقوں کو پہچوانے کے لئے شہر بہ شہر سفر کرنے والے تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی تحریک نے اس صالح جماعت کی تکمیل کی اور انھیں ہر لحاظ سے تیار کیا، اور انسان کی زندگی کے ہر مرحلہ میں اسلام اور اہل بیت علیہم السلام کی تعلیم حاصل کی جانے لگی۔

قارئین کرام! ہم نے پہلے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی تیس سال کی ہر ممکن کوشش کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام کا بنیادی مقصد یہ رہا ہے کہ اس سلسلہ میں صالح جماعت کے لئے تفصیلی طور پر راستہ معین کریں تا کہ ان حالات میں کہ جب انحراف ہر طرف پھیلا ہوا تھا

---

۱۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۲۲۹۔

ایسے موقع پر اسلامی معاشرہ کا نمونہ ایجاد کرنا بہت ضروری تھا، اس کے ساتھ ساتھ خود یہ مختصر سا گروہ اس حقیقی معاشرہ کا ایک نمونہ اور اسلامی احکام کو نافذ کرنے میں سب سے آگے تھا، جو در حقیقت ائمہ معصومین علیہم السلام کا معاون تھا تاکہ اسلامی معاشرہ میں اسلام اور اس کے احکام نافذ ہوسکیں، جبکہ اس وقت کا معاشرہ آہستہ آہستہ انحراف اور تزلزل کا شکار ہو چکا تھا، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کارنامہ کے تحت بنیادی اور خاص اہتمام کیا اور آپ نے اس سلسلہ میں ہونے والی کوششوں کو جہت دی اور ان کے لئے راستے معین کئے اور آنے والی نسلوں کے لئے بھی کچھ لوگوں کی تربیت کی. اور یہ وہی مقاصد تھے جن پر آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور اسی طرح آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام صادق علیہ السلام اور آپ کے پوتے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے عمل درآمد کیا اور اس سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کی۔

ہم اس بنیادی بحث کو دس اصلی چیزوں میں خلاصہ کرتے ہیں کہ جو صالح جماعت اور اس کے بنیادی وظائف سے متعلق ہیں:

## اول: حضرت امام باقر علیہ السلام اور جماعتِ صالحین کو تشکیل دینے والے عناصر

### ا۔ صحیح وسالم عقیدہ

فکری اور عقیدتی واقعات کی بنا پر پیش آنے والے مختلف اور متناقض حوادث کی وجہ سے بہت سے اس وقت کے مسلمان اضطراب اور کشمکش کا شکار ہو چکے تھے، جس کی وجہ سے وہ صحیح عقائد کے اصول سے دور ہو گئے تھے، لیکن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس صالح جماعت تک صحیح عقائد پہچانے میں بہترین کردار ادا کیا تاکہ وہ بھی معاشرہ میں فکر ونظر کی اصلاح اور معاشرہ میں مختلف فکری سطح کے لحاظ سے اہل بیت علیہم السلام کے عقیدہ کو رائج کرنے میں اپنی ذمہ داری کو پورا کرسکیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے توحید کے بنیادی ارکان کو لوگوں کے سامنے بیان کیا، جیسا کہ حریز بن عبداللہ اور عبداللہ بن مسکان سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"لایکون شيء في الارض ولافی السماء الا بهذه السبعة: بمشية، وارادة، و قضاء

**وقدر، وإذن، وكتاب، وأجل، فمن زعم انه يقدر على نقض واحدة منهن فقد كفر". (۱)**

''زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ ان سات چیزوں کے ذریعے ہوتا ہے: مشیت، ارادہ، قضاء، اذن، کتاب، موت، اگر کوئی یہ گمان کرے کہ ان سات میں سے کسی ایک کو مٹا دے تو وہ کافر ہے''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اہل بیت علیہم السلام کے عقائد کو دوسرے عقائد سے الگ عنوان سے توحید کی حقیقت کو سب کے سامنے واضح فرمایا، جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے:

**"لم تره الابصار بمشاهدة العيان ،ولكن رأته القلوب بحقائق الايمان ،لايدرك بالحواس ولا يقاس بالناس، معروف بالآيات، منعوت بالعلامات، لا يجور في قضيته، بانَ من الاشياء وبانت الاشياء منه". (۲)**

''کوئی بھی آنکھ خداوند عالم کو ظاہر بظاہر نہیں دیکھ سکتی، بلکہ اس کو دل اور حقائق ایمان کے ذریعہ دیکھا جا سکتا ہے، لوگوں کے حواس اس کے ادراک سے محروم ہیں، اور عقلی معیار کی رسائی بھی اس تک نہیں ہے، بلکہ خداوند عالم کچھ علامتوں اور نشانیوں کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے، اور جن صفات کو وہ اپنے لئے معین کیا ہے انھیں سے متصف ہوتا ہے، اس کے حکم میں کسی طرح کا ظلم وستم نہیں ہوتا، وہ ہر چیز سے الگ اور تمام چیزیں اس سے الگ ہیں''۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ذات خداوندی اور اس سلسلہ میں بیان ہونے والے نظریات کی بحث کی نفی کے ضمن میں خداوند عالم کی توصیف کی اور اس کے حدود بیان کئے، جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے:

**" تكلموا فيما دون العرش ،ولا تكلموا فيما فوق العرش ،فان قوماً تكلموا في الله فتاهوا ..."(۳)**

---

۱۔ المحاسن، ص ۲۴۴۔

۲۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۸۱۔

۳۔ المحاسن، ص ۲۳۸۔

''کسی بھی چیز کے بارے میں بحث و گفتگو کرو لیکن جب آسمان (یعنی ذات خداوندی) کے بارے میں بات پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ، اور آسمان سے اوپر کی باتوں پر (لاعلمی میں) بحث و گفتگو نہ کرو، کیونکہ جو لوگ خداوند عالم کی ذات کے بارے میں کج بحثی کرتے ہیں وہ حقائق تک پہنچنے کے لئے ہمیشہ سرگرداں ہی رہتے ہیں''۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایمان اور اسلام کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''الأیمان اقرار وعمل والاسلام اقرار بلا عمل''.(۱)

''اقرار کے ساتھ ساتھ عمل بھی ہو تو اس کو ایمان کہتے ہیں اور اگر صرف اقرار ہو اور عمل نہ ہو تو اسے اسلام کہتے ہیں''۔

نیز آپ ہی کا ارشاد ہے:

''الأیمان ما کان فی القلب، و الاسلام ما علیه التناکح و التوارث وحقنت به الدماء، و الایمان یشرک الاسلام، والاسلام لا یشرک الایمان''.(۲)

''ایمان اس عقیدہ کو کہتے ہیں جو انسان کے دل میں ہوتا ہے، لیکن اسلام کے ذریعہ ظاہری احکام نافذ ہوتے ہیں جیسے نکاح، میراث اور جان و مال کی حفاظت، اور ایمان، اسلام کے ساتھ شریک ہے لیکن اسلام ایمان کے ساتھ شریک نہیں''۔

یعنی اگر ایمان ہے تو اسلام بھی ہے اور اگر فقط اسلام ہے تو ضروری نہیں ہے کہ ایمان بھی ہو۔

آپ نے توحید کی بنیادی اصل بیان کرنے کے بعد اصول عقائد کی ایک دوسری بنیادی اصل کو امت کے سامنے پیش کیا، جو تو اصل توحید کے بعد سب سے زیادہ اہم اصل شمار ہوتی ہے اور یہ اصل تھی وہ ولایت اور امامت جس کو خداوند عالم نے امت کے لئے معین کیا ہے کیونکہ ولی اور امام خداوند عالم کی نیابت میں لوگوں

۱۔ تحف العقول، ص ۲۱۷۔

۲۔ تحف العقول، ص ۲۱۸۔

پر حجت کا کردار ادا کرتا ہے. حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس شخص کے انجام کے بارے میں بیان فرمایا جو خدا کی طرف سے منصوب ولی امر کی ولایت کو قبول نہ کرے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"إنّ من دان الله بعبادة يجهد فيها نفسه بلا امام عادل من الله ،فان سعيه غير مقبول وهو ضال متحير ،ومثله كمثل شاة لا راعي لها ضلّت عن راعيها و قطيعها فتاهت ذاهبة وجائية يومها،فلما ان جنّها الليل بصرت بقطيع غنم مع راعيها فجاء ت اليها فباتت معها في ربضتها متحيّرة تطلب راعيها وقطيعها ،فبصرت بسرح قطيع غنم آخر فعمدت نحوه وحنّت اليها، فصاح بها الرّاعي الحقي بقطيعك فانک تائهة متحيّرة قد ضللت عن راعيک و قطعيک، فهجمت ذعرة متحيّرة لا راعي لها يرشدها الى مرعاها ويردّها ،فبينا هي كذلک اذ اغتنم الذئب ضيعتها فاكلها، و هكذا يا محمد بن مسلم من اصبح من هذه الامة ولاإمام له من الله عادل اصبح تائهاً متحيّراً ،إن مات على حاله تلک مات ميتة كفر ونفاق، و اعلم يا محمد أنّ ائمة الحقّ و اتباعهم على دين الله ...".(۱)

"اگر کوئی شخص سخت سے سخت عبادت بجالائے لیکن خداوند عالم کی طرف سے منصوب امام عادل کی ولایت کو قبول نہ کرتا ہو تو اس کی سعی اور کوشش [یعنی عبادت] بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہے، اور وہ گمراہ اور پریشان ہے، اس کی مثال اس بھیڑ کی طرح ہے جس کا کوئی چرانے والا نہ ہو، اور وہ اپنے گلہ اور چرواہے سے الگ رہ گئی ہو وہ کبھی اِدھر تو کبھی اُدھر جاتی ہے اور ہونہی دن گزر جائے اور جب رات ہو تو اس کی نگاہ ایک دوسرے گلہ پر پڑے جو چرواہے کے ساتھ رواں دواں ہو. یہ بھیڑ ان کی طرف دوڑے اور رات بھر انھیں کے ساتھ پریشان حالت میں رہے اور اپنے گلہ اور چرواہے کو تلاش کرے. ہوسکتا ہے کہ دوسرے روز کسی دوسرے گلہ میں پہنچ جائے لیکن جب اس سے یہ کہا جائے گا کہ تو اس گلہ سے نکل جا، تو اپنے گلہ اور چرواہے سے بھٹکی ہوئی ہے تو وہ حیران و پریشان رہ جاتی ہے کیونکہ کوئی چرواہا نہیں جو اس کو چرائے یا اس کو

---

۱۔ المحاسن، ص۹۲، ۹۳۔

اپنے گھر تک پہنچائے، [چنانچہ] ایسے ہی موقع کو بھیڑیا شکار کے لئے مناسب سمجھتا ہے اور اس کو کھا جاتا ہے. اے محمد بن مسلم! اس امت میں جو شخص خداوند عالم کی طرف سے منصوب امام عادل کو نہ پہچانے، وہ اس گمراہ اور حیران بھیڑ کی طرح ہے اور اگر اسی حالت میں مرجائے تو اس کی موت کفر اور نفاق کی موت ہوگی. اے محمد بن مسلم! معلوم ہونا چاہئے کہ صرف ائمہ حق اور ان کی پیروی کرنے والے ہی خداوند عالم کے دین پر ثابت قدم ہیں"۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اہل بیت علیہم السلام کی ولایت اور ان کی شفاعت کے حدود بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"یا جابر! فو اللہ مایتقرب الی اللہ تبارک وتعالیٰ الا بالطاعة، و ما معنا براء ة من النار، ولا علی اللہ لاحدٍ من حجة، من کان للہ مطیعاً فھو لنا ولیّ، و من کان للہ عاصیاً فھو لنا عدو لا تنال ولا یتنا الا بالعمل والورع".(۱)

"اے جابر! خدا کی قسم! کوئی شخص خداوند تبارک وتعالیٰ کے نزدیک اور قریب نہیں ہوسکتا مگر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعہ، اور ہم کسی کو دوزخ سے بری ہونے کی ضمانت نہیں دیتے اور کوئی بھی خدا پر حجت و دلیل نہیں رکھتا. جو شخص خداوند عالم کا مطیع اور فرمانبردار ہو وہ ہمارا دوست ہے، اور جو شخص خداوند عالم کی معصیت اور گناہ کرے تو ہمارا دشمن ہے، اور ہماری ولایت صرف عمل و پرہیزگاری کے ذریعے حاصل ہوتی ہے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے تابع اور ماننے والوں اہل غلو (یعنی جو لوگ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں غلو کا عقیدہ رکھتے ہیں) کے نظریات اور ان کے عقائد سے بہت شدت کے ساتھ سے روکا ہے. کیونکہ ان کے افکار و عقائد توحیدی عقائد اور اہل بیت علیہم السلام کے اعتقادی طریقوں کے مخالف تھے۔

### ۲۔ اہل بیت علیہم السلام کی مرجعیت

اسلامی طریقہ زندگی ہی حقیقی زندگی کا ملجا و ماویٰ ہے، انسان کی زندگی اجتماع، تنظیم، اقدار، اخلاق، آداب،

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۴۷۔

عبادت اور دوسرے زندگی کے شعار اسلامی زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں، اور یہ طرز زندگی دوسرے فکری بنیادوں کی طرح عملی میدان میں ایک نمونہ کا محتاج ہے تا کہ اس کو حقیقت میں وجود بخشے اور لوگ اس کو نمونہ عمل قرار دیں نیز اس نظام کو رائج کرنے کے لئے قدم بڑھائیں. اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہادی اور رہبر کی ضرورت پر ہمیشہ تاکید فرماتے رہے ہیں اور قرآن وسنت کی گفتگو کرتے رہے ہیں. اور وہ ہادی ورہبر اہل بیت علیہم السلام ہیں اور ان حضرات کے یہ خصوصیات انہیں دوسروں سے الگ کردیتے ہیں کیونکہ دوسرے لوگ راہ مستقیم سے دور، ہوائے نفس کے اسیر، ذاتی مفاد میں مصروف اور ایسے ظالم و جابر حکّام کے غلام تھے جو ان کو عقیدہ اور شریعت کے قید و بند سے آزاد رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ولایت کے سلسلہ میں بہت زیادہ تاکید کی ہے کیونکہ ولایت اسلام کے اہم ارکان میں سے ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوجاتا ہے:

''بُني الاسلام علی خمس: علی الصلاة و الزکاة و الصوم و الحج و الولایة ،ولم یناد بشیءٍ کما نودي بالولایة''.(۱)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت، اور جتنی تاکید ولایت کے بارے میں کی گئی ہے چاروں ارکان میں سے کسی پر اتنی تاکید نہیں ہوئی ہے''۔

چنانچہ اس روایت کی طرح دیگر روایات میں اس طرح وضاحت کی گئی ہے کہ ''ولایت'' سے مراد وہی ''اہل بیت علیہم السلام کی ولایت'' ہے۔(۲)

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث نقل کی ہیں جن میں اہل بیت علیہم السلام کی ولایت اور امامت میں ان کی مرجعیت پر تاکید ہوئی ہے. چنانچہ ان روایات کا ایک مجموعہ بارہ اماموں میں سے پہلے امام یعنی حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت پر تاکید کرتا ہے، اور یہ ولایت ان کے اور ائمہ کے درمیان محبت و دوستی کا پیغام لئے ہوئے ہے. جیسا

---

۱۔ اصول کافی. ج ۲، ص ۱۸۔

۲۔ خصال شیخ صدوق، ج ۱، ص ۲۷۸۔

کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ما من مؤمن الا و قد خلص ودّي الى قلبه، و ما خلص ودّي الى قلب احد الاّ وقد خلص ودّ عليّ الى قلبه، كذب يا علي من زعم انه يحبني ويبغضك''.(۱)

''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کے دل میں میری خالص محبت نہ پائی جائے، اور میری محبت کسی کے دل میں نہیں پیدا ہوسکتی مگر یہ کہ اس کے دل میں علی [علیہ السلام] کی محبت پیدا ہو، یا علی! جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھے چاہتا ہے لیکن تم سے دشمنی کرتا ہے تو ایسا شخص جھوٹ بول رہا ہے''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہونے والی قرآنی آیات کی دقیق تفسیر فرمائی اور ان آیات سے مراد و مقصود کو دقیق شکل میں بیان فرمایا کہ زندگی کے ہر پہلو (فکری جذباتی اور رفتار و کردار) میں یہی اہل بیت علیہم السلام مرجع اور مرکز ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے آیہ شریفہ: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لاتَعْلَمُونَ﴾(۲) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: ''نحن أهل الذكر'' [اہل ذکر سے مراد ہم (اہل بیتؑ) ہیں]

اسی طرح آیہ شریفہ: ﴿لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾(۳) کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ گواہ ہم (اہل بیتؑ) ہیں''۔

اسی طرح اس آیت ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾(۴) کی تفسیر میں فرمایا: ''نحن الامة الوسط'' (اس آیت میں امت وسط سے مراد ہم [اہل بیت] ہیں''۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت ﴿وكونوا مع الصادقين﴾(۵) کی تفسیر میں

---

۱۔ محاسن، ص ۱۵۱۔

۲۔ سورۂ نحل، آیت ۴۳۔ ترجمہ: ''اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے دریافت کرو''۔

۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۴۳۔ ترجمہ: ''تاکہ تم لوگوں کے اعمال پر کے گواہ رہو''۔

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۴۳۔ ترجمہ: ''اور ہم نے تم کو اسی طرح درمیانی امت قرار دیا''۔

۵۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۱۹۔

فرمایا: خداوند عالم کی مراد اس آیت میں یہ ہے کہ [ محمد ] وآل محمد کے ساتھ ہو جاؤ'' ۔(۱)

قارئین کرام! اب ہم یہاں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی وہ احادیث بیان کرتے ہیں جو آپ نے اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اہل بیت علیہم السلام کی ولایت اور امت میں ان حضرات کی مرجعیت کے بارے نقل کی ہیں، جن میں سے ایک حدیث شریف یہ ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''أنا رسول الله الی الناس اجمعين ولكن سيكون بعدی ائمة علی الناس من اهل بيتی من الله، يقومون فی الناس فيكذبونهم ويظلمونهم ائمة الكفر والضلال واشيائهم، الا فمن والاهم واتبعهم وصدقهم فهو منی ومعی وسيلقاينی، ألا من ظلمهم واعان علی ظلمهم وكذبهم، فليس مني ولا معي وانا منه بريء''(۲)

''میں تمام لوگوں کے درمیان اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں لیکن میرے بعد خدا کی طرف سے میرے اہل بیت [ میں سے ] امام ہوں گے، جو لوگوں کے درمیان رہیں گے لیکن کفر وگمراہی کے سردار اور ان کی پیروی کرنے والے ان کو جھٹلائیں گے اور ان پر ظلم کریں گے، آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص ان کو دوست رکھتا ہو، ان کی ولایت کا اقرار کرتا ہو، ان کی پیروی کرتا ہو اور ان کی تصدیق کرتا ہو وہ مجھ سے ہے، اور وہ میرے ساتھ رہے گا، اور روز قیامت مجھ سے ملاقات کرے گا، اور جان لو کہ جو شخص ان پر ظلم وستم کرے یا ان کی تکذیب اور ان پر ظلم میں مدد کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے اور ایسا شخص میرے ساتھ نہیں ہوگا، بلکہ میں اس سے بیزار ہوں'' ۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سبھی کو قرآن وسنت کی طرف پلٹنے کی دعوت دیتے اور انہیں ترغیب دلاتے تھے اور اس بات پر تاکید کرتے تھے کہ اہل بیت علیہم السلام کی سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور یہی حضرات قرآن کریم اور سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب زیادہ جاننے والے ہیں اسی وجہ سے یہ حضرات معاشرہ میں مقام مرجعیت رکھتے ہیں. کیونکہ یہی حضرات ''خاندان وحی ورسالت'' ہیں لہٰذا اس گھر کے بارے میں یہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

---

۱۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۴ ص ۱۹۴، ۱۹۵۔

۲۔ محاسن، ص ۱۵۵۔

## ۳۔ اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کے خصوصیات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شیعہ کے خصوصیات کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ اہل بیت علیہم السلام کا اتباع اور پیروی کرنے والا ان دوسرے لوگوں سے الگ ہو جائے کہ جو فقط دوستی کا نعرہ لگاتے ہیں اور اہل بیت علیہم السلام کی ولایت اور پیروی کا دم بھرتے ہیں. چنانچہ حضرت نے اس سلسلہ میں فرمایا:

''فو اللہ ما شیعتنا الا من اتقیٰ اللہ و اطاعه...''.(۱)

''خدا کی قسم ہمارا شیعہ صرف وہ ہے جو تقوائے الٰہی اختیار کرے [یعنی اللہ سے ڈرے] اور اس کی اطاعت کرے''۔

نیز اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا:

''لا تذهب بکم المذاهب، فو اللہ ما شیعتنا الا من اطاع اللہ عزّ و جلّ ''.(۲)

''مذاہب کی بھیڑ میں تم حیران و پریشان نہ ہو جانا، خدا کی قسم ہمارا شیعہ وہ ہے جو خداوند عزّ وجلّ کی اطاعت کرے''۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے صالح جماعت کے لئے رفتار و گفتار کا طور و طریقہ واضح طور پر بیان کیا کہ یہ افراد کس طرح آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کریں اور کس طرح دوسروں کے ساتھ سلوک کریں:

''إنما شیعة عليّ: المتباذلون فی ولایتنا، المتحابون فی مودتنا، المتزاورون لاحیاء امرنا. الذین اذا غضبوا لم یظلموا. و اذا رضوا لم یسرفوا، برکة علی من جاوروا. سلم لمن خالطوا''(۳)

''بے شک شیعیان علیؑ وہ ہیں جو ہماری ولایت میں ایک دوسری کو عطا کرتے ہیں، اور وہ ہماری مودت کی راہ میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور وہ ہمارے امور کو زندہ کرنے کے لئے ایک دوسرے سے

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۷۴۔ ۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۷۳۔

۳۔ تحف العقول، ص ۲۲۰۔

ملاقات کرتے ہیں۔

وہ ایسے ہیں کہ اگر غضب ناک ہو جائیں تو کسی پر ظلم نہیں کرتے، اور اگر خوش ہو جائیں تو اسراف [اور فضول خرچی] نہیں کرتے، اور جس کے پڑوسی بن جائیں اس کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوں، اور جس کے ساتھ ساتھ نشست و برخاست کریں تو اس کو سلامتی اور امن و امان کا تحفہ پیش کریں''۔

نیز اس سلسلہ میں امام علیہ السلام نے اسی طرح فرمایا:

"إنما شيعة عليّ: من لا يعدو صوته سمعه، ولا شحناؤه بدنه، لا يمدح لنا قالياً. ولا يواصل لنا مبغضاً. و لا يجالس لنا عائباً". (۱)

''حضرت علی [علیہ السلام] کا شیعہ صرف وہ شخص ہے جس کی آواز اس کے کان سے اور اس کا حسد و کینہ اس کے بدن سے باہر نہ نکلے، کبھی بھی ہمارے دشمنوں کی تعریف نہ کرے، اور جن لوگوں کے دلوں میں ہمارا بغض ہو ان سے تعلقات قائم نہ کرے، اور جو لوگ ہمیں برا کہتے ہوں ان کے ساتھ رفت و آمد نہ کرے''۔

اسی طرح آپ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"إنما شيعة عليّ: الحلماء العلماء، الذبل الشفاه، تعرف الرهبانية على وجوهم". (۲)

''شیعیان علیؑ صرف وہ افراد ہیں جو حلیم اور عالم ہوں۔ شیعہ وہ ہیں جن کے ہونٹ خشک ہوں اور ان کی شکل و صورت پر زہد و تقویٰ کے آثار ظاہر ہوں''۔

نیز آپ کا یہ فرمان:

"إنما المومن الذي اذا رضى لم يدخله رضاه فى اثم و لا باطل، واذا سخط لم يخرجه سخطه من قول الحق، و الذي اذا قدر لم تخرجه قدرته الى التعدي الى ما ليس له بحق". (۳)

---

۱۔ بحارالانوار، ج ۶۵، ص ۱۶۸۔

۲۔ بحارالانوار، ج ۶۵، ص ۱۸۹۔

۳۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۲۳۴۔

"بے شک مومن وہ ہے کہ اگر خوش ہو تو اس کی خوشی اس کو گناہ اور باطل [کے دائرے] میں داخل نہ کردے، اور اگر غضب ناک ہو تو اس کا غضب حق بات کہنے سے اسے نہ روکے، مومن وہ ہے کہ اگر صاحب قدرت ہو جائے تو اپنی قدرت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور دوسرے پر ظلم وستم نہ کرے"۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے معیار بیان فرمائے جو صالح جماعت سے وابستہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، جن میں سے ایک معیار یہ ہے کہ انسان اپنے کو قرآن کریم کے سامنے پیش کرے، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"یا جابر! و اعلم بانک لا یکون لنا ولیاً حتیٰ لو اجتمع علیک اهل مصرک، و قالوا: انک رجل سوء لم یحزنک ذلک، ولو قالوا: انک رجل صالح لم یسرک ذلک. ولکن اعرض نفسک علی کتاب اللّٰہ؛ فان کنت سالکاً سبیله زاهداً فی تزهیده راغباً فی ترغیبه خائفاً من تخویفه فاثبت وابشر، فانه لا یضرک ما قیل فیک. وان کنت مبائناً للقرآن فما الذی یغرک من نفسک ؟!..."(۱)

"اے جابر! جان لو کہ تمہارا شمار اس وقت تک ہمارے دوستوں میں نہیں ہو سکتا جب تک تم میں ایسی باطنی صفت پیدا نہ ہو جائے کہ اگر تمہارے شہر کے تمام لوگ آ کر تمہارے پاس جمع ہو جائیں اور یہ کہیں کہ تم ایک بُرے آدمی ہو!! تو تم ان کی باتوں سے غمگین نہ ہو، اور اگر وہ سب آ کر تم سے کہیں کہ تم نیک اور صالح انسان ہو تو یہ بات تمہاری خوشی کا باعث نہ بنے اور تم کو اس بات سے غرور پیدا نہ ہوں. بلکہ تم خود کو قرآن کریم کے سامنے پیش کرو. اگر تم قرآن کریم میں خداوند عالم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے ہو اور خداوند عالم نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کو جن چیزوں سے روکا ہے اس سے پرہیز کرتے ہو، اور خداوند عالم نے جن چیزوں کی رغبت کا حکم دیا ہے ان کی جانب رغبت رکھتے ہو اور جن چیزوں سے ڈرایا ہے ان سے خوف زدہ ہو، تو اسی پر قائم رہو تو تمہیں بشارت ہو، اور جب تم اس درجہ تک پہنچ جاؤ تو معلوم ہونا چاہئے کہ لوگ تمہارے بارے میں کچھ بھی کہیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا لیکن اگر تمہارا عمل اور تمہاری زندگی قرآن

---

۱۔تحف العقول ص ۲۰۶، مستدرک الوسائل ج ۱ ص ۶۰ ۴۔

مجید کے مخالف ہو تو پھر یہ دیکھو کہ تمہیں کس چیز نے مدہوش کر رکھا ہے"۔

اصلاحی جماعت کی امتیازی صفت یہ تھی کہ یہ افراد زندگی کے ہر پہلو میں جیسے عبادت، خدا اور دوسرے اجتماعی تعلقات میں قرآن کریم کے اصول اور اس کے اقدار کے پابند تھے، امام محمد باقر علیہ السلام نے واضح طور پر اس موضوع کو بیان کیا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا:

"فواللہ ما شیعتنا الا من اتقی اللہ واطاعه، و ما کانوا یعرفون یا جابر الا بالتواضع والتخشع والامانة. و کثرة ذکر اللہ والصوم والصلاة. و البرّ بالوالدین والتعاهد للجیران من الفقراء، و اهل المسکنة، و الغارمین، والایتام، وصدق الحدیث وتلاوة القرآن. و کف الالسن عن الناس الا من خیر. و کانوا امناء عشائرهم فی الاشیاء".(۱)

"اے جابر! خدا کی قسم! ہمارے شیعوں میں سے نہیں مگر وہ شخص جو تقویٰ اور پرہیزگاری کے راستے پر چلے، اور خداوند عالم کی اطاعت کرے، اے جابر! ہمارے شیعہ وہ ہیں جو تواضع، خشوع، امانت داری کے پابند ہوں اور بہت زیادہ ذکر خدا کرتے ہوں، بہت زیادہ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہوں، ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتے ہوں، پڑوسیوں، غریبوں، مسکینوں، نیک لوگوں اور یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہوں، اسی طرح صداقت سے کام لیتے ہوں، تلاوت قرآن کرتے ہوں اور لوگوں کے بارے میں سوائے نیکی کے زبان کو بند رکھتے ہوں، یہی ان کی پہچان ہے، ہمارے شیعہ اپنے قوم وقبیلہ میں ہمیشہ سب کے امین ہوتے ہیں"۔

## دوسرے: امام محمد باقر علیہ السلام اور تزکیہ نفس

### ۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے نزدیک تزکیہ کے بنیادی ارکان

اس وقت تک انسانی نفس کا تزکیہ نہیں ہوتا کہ جب تک اس کے دل اور ضمیر میں اتحاد نہ ہو، عقل وشعور کے ساتھ اعمال انجام دے، اس کے ساتھ ہمیشہ اس کے دل میں خوف خدا رہے، خواہشات وشہوات سے دور

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۷۴۔

رہے، اور دوسرے ہلاکت کے اسباب سے دور رہے، لہٰذا انسان پہلے اپنے اندر تزکیہ کا احساس کرے، اور اس کا شعور اس بات کو ثابت کردے، تاکہ انسان اپنی روح میں تزکیہ کی بنیادوں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور اسی کے مطابق اپنے اعمال کو انجام دے. اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فکری لحاظ سے سب سے اہم ارکان کو بیان کیا جو انسانی نفس میں تزکیہ پیدا کرتے ہیں، اور وہ ارکان درج ذیل ہیں:

۱۔ انسان اپنی عقل کو حاکم قرار دے۔

۲۔ انسان مرضی خدا کے مطابق ارادہ کرے۔

۳۔ انسان خدا کو حاضر و ناظر مانے۔

۴۔ روز قیامت پر توجہ رکھے۔

## الف: انسان عقل کو حاکم قرار دے

خداوند عالم نے انسان کو عقل و شہوت جیسے دو عنصر کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور واضح نشانیاں اور مسلم حقائق کے درمیان ہدایت کے راستوں کو پہنچاننے کی قدرت عطا کی ہے. اس نے انسان پر فرض یہ کیا ہے کہ اپنے دل و جان کو ندائے حق حاصل کرنے اور اس کا جواب دینے کے لئے (ہمہ وقت) تیار رکھے، اور بلند و بالا افق (ایسا افق جو خواہشات اور شہوات سے بہت بلند و بالا ہے) میں پرواز کرنے کے لئے اپنے پَر پھیلا دے اور پرواز کرنے کے لئے تیار رہے. اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے بیانات میں تمام رغبتوں اور شہوتوں میں عقل کو حاکم قرار دینے پر تاکید فرمائی ہے، تاکہ انسان خود اپنے نفس کو وعظ و نصیحت کرتا رہے اور اپنے نفس کا تزکیہ کرتا رہے۔

چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"من لم یجعل الله له من نفسه واعظاً، فان مواعظ الناس لن تغني عنه شیئاً". (۱)

---

۱۔ تحف العقول ص ۲۱۴۔

''جس کے لئے خداوند عالم اس کے نفس کو واعظ قرار نہ دے تو دوسرے لوگوں کی نصیحت کوئی کام نہیں آتی''۔

نیز امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''من كان ظاهره أرجح من باطنه خفّ ميزانه''. (۱)

''جس شخص کا ظاہر اس کے باطن سے اچھا ہو تو خداوند عالم روز قیامت اس کا حساب آسان کردے گا''۔

## ب۔ انسان مرضی خدا کے مطالب ارادہ کرے:

انسان کا نفس اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک انسان اور خدا کے ارادہ میں مطابقت نہ پائی جائے، اور یہ اہم چیز اس وقت حاصل نہیں ہوسکتی جب تک انسان خداوند عالم کے معین کئے ہوئے قواعد وضوابط پر عمل نہ کرے. البتہ اس مطابقت کے لئے ہوائے نفس سے مقابلہ، نفسانی شہوات پر کنٹرول اور نفس کو شرعی قواعد کا پابند بنانا ضروری ہے. کیونکہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ خداوند عالم کے معین کئے ہوئے راستہ کے مطابق نفس کو کامل کرے تاکہ نفس کے تزکیہ سے انسانی نفس فیض خداوندی حاصل کرنے کے لئے تیار ہوجائے۔

اس سلسلہ میں حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''يقول الله عزّ وجلّ: وعزّتي وجلالي، ولا يؤثر عبد هواى على هواه الا جعلت غناه في قلبه، وهمّه في آخرته...''(۲)

''خداوند عالم فرماتا ہے: میری عزت اور میرے جلال کی قسم! اگر کوئی میرا بندہ میری مرضی کو اپنی ہوائے نفس پر مقدم کرتا ہے تو میں اس کے دل کو بے نیاز کردیتا ہوں، اور اس کی ہمت آخرت کے لئے قرار دیدیتا ہوں''۔

---

۱۔ تحف العقول ص۲۱۴۔

۱۔ جامع الاخبار ص۲۷۰۔

ج۔ انسان توجہ رکھے کہ خداوند عالم ہمیشہ اس پر نظر رکھے ہوئے ہے:

ایک دوسرا سبب جس کے بغیر تزکیہ نفس مکمل نہیں ہوتا؛ یہ ہے کہ انسان اس بات پر توجہ رکھے کہ خداوند عالم اس کے تمام کاموں کو مکمل طور سے جانتا رہتا ہے اور وہ ہمیشہ اس کی عقل اور ضمیر نیز اس کے احساس سے بھی آگاہ ہے اس کی تمام حرکات وسکنات کو شمار کرتا ہے. اسی وجہ سے حضرت امام باقر علیہ السلام نے اس بات پر زیادہ توجہ دلائی ہے کہ خداوند عالم انسان کے ہر عمل پر توجہ رکھتا ہے، تاکہ یہی احساس انسان کی اصلاح اور تزکیہ نفس کا باعث قرار پائے. امام علیہ السلام اپنے اصحاب کے ایک گروہ کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ویلک... کلما عرضت لک شهوة أو ارتكاب ذنب سارعت اليه و أقدمت بجهلک عليه، فارتكبته كأنک لست بعين الله، او كان الله ليس لک بالمرصاد!...".(۱)

"اے انسان! وائے ہو تجھ پر! جب بھی تیرے لئے کوئی شہوت کا موقع پیش آئے، یا گناہ کا موقع مل جائے تو جہل و نادانی کی وجہ سے اس کی طرف دوڑتا ہے اور اس کو انجام دیتا ہے. اور اس گناہ کو انجام دینے میں ایسا بن جاتا ہے کہ گویا خداوند عالم تجھے نہیں دیکھ رہا ہے یا خداوند عالم تیری تاک میں نہی ہے"۔

د۔ ہمیشہ روز قیامت پر توجہ رکھنا:

ہمیشہ روز قیامت کی یاد انسان کو انحراف اور کج روی سے روکے رکھتی ہے، اور انسان کو خواہشات کی قید و بند، دنیاوی طمع و لالچ اور نفس کو برائیوں سے روکتیہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنی صالح جماعت کو روز قیامت کی طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے تاکہ وہ ہمیشہ قیامت کی یاد کو اپنا نصب العین قرار دیں جس کی بدولت ان کی اصلاح اور تزکیہ نفس حاصل ہو جائے، چنانچہ اس سلسلہ میں امام اپنے اصحاب کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

۱۔ تحف العقول ص ۲۱۲۔

"...یا طالب الجنّة ما أطول نومک و أکلّ مطیّتک، و أوهیٰ همتک، فللّٰه أنت من طالب و مطلوب!

ویا هارباً من النار ما أحث مطیتک إلیها وما أکسبک لما یوقعک فیها!

یا ابن الأیام الثلاثة: یومک الذی ولدت فیه، و یومک الذي تنزل فیه قبرک، و یومک الذي تخرج فیه الی ربک، فیاله من یوم عظیم! یا ذوي الهیئة المعجبة و الهیم المعطنة مالي أریٰ أجسامکم عامرة و قلوبکم دامرة؟!".(۱)

"اے جنت کی آرزو رکھنے والے! تیرا خواب کتنا طولانی ہے اور کم رفتار تیری سواری ہے، نیز تیری ہمت کتنی سست ہے، پس کتنا دور ہے وہ دن کہ تو اپنی آرزو تک پہنچ سکے!

اے وہ کہ جو (ظاہری طور پر) جہنم کی آگ سے خوف زدہ ہے لیکن کتنی تیز سواری پر جہنم کی طرف بڑھ رہا ہے، اور اپنے جہنم میں داخل ہونے کے کتنے ہی اسباب اپنے لئے مہیا کر رہا ہے!

اے تین دن کے بیٹے! [اے انسان!] ایک روز وہ جس میں تو پیدا ہوا ہے، ایک دن وہ جس میں تو قبر میں اتارا جائے گا، اور ایک دن وہ جس میں تو اپنی قبر سے اپنے پروردگار کی طرف اٹھایا جائے گا، آہ وہ دن عظیم دن ہوگا! اے اچھی صورت والے لیکن گندے دماغ والے! افسوس کے تیرا جسم آباد ہے لیکن تیرا دل ویران ہے؟!"۔

حضرت امام باقر علیہ السلام نے اس نکتہ کو بیان فرمایا کہ دنیا پریشانی اور امتحان کی جگہ ہے، اور ان پریشانیوں اور امتحان کی مقدار انسان کے ایمان کے لحاظ سے ہے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"إنما یبتلی المؤمن فی الدنیا علی قدر دینه".(۲)

"اس دنیا میں مومن شخص اپنے دین کے برابر امتحان اور مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے"۔

---

۱۔ تحف العقول ص ۲۱۲ تا ۲۱۳۔

۲۔ جامع الاخبار، ص ۳۱۳۔

## ۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے نزدیک تزکیہ کے راہ ورسم

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے صالح اصحاب کے تزکیہ نفس اور تربیت نفس کے لئے حقیقی اور کامل اصول و قواعد بیان کئے ہیں کہ اگر ان اصول کی صحیح پابندی کی جائے تو عملی شکل میں اصلاح نفس اور تزکیہ نفس ہو جائے گا۔

امام علیہ السلام نے ان اصول اور قواعد کی حدود اور نشانیوں کو چند نکات کے ضمن میں بیان فرمایا ہے:

### الف۔ خداوند عالم سے دائمی رابطہ

خداوند عالم سے رابطہ اور اس کے سامنے تسلیم رہنا نیز اس کی اطاعت پر مصمم رہنا خود ہی دلوں کو پاک اور خالص رکھتا ہے اور انسان کی روح پاک رہتی ہے. کیونکہ یہ عمل سے انسان کو رفتہ رفتہ عظمت خدا اور اس کے احاطہ اور کنٹرول پر غور وفکر کی منزل سے اعمال صالحہ کی منزل تک پہنچا دیتا ہے، لہٰذا اگر انسان خداوند عالم کی اطاعت اور اس کی پیروی کا ارادہ کر لے تو پھر خدائی امداد بھی اس کے ساتھ ہوگی اور پھر اس کے ساتھ ساتھ انسان کو تزکیہ نفس میں ثبات قدم حاصل ہوتا چلا جاتا ہے۔

خداوند عالم سے رابطہ رکھنا ایسی ہی معرفت اور پہچان کا نقطہ آغاز ہے جو انسان کو اپنے خالق اور خداوند عالم کی مخالفت میں مانع ہو جاتی ہے، حضرت امام باقر علیہ السلام اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ما عرف اللہ من عصاہ''.(۱)

''جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے [تو گویا] اس نے خداوند عالم کو نہیں پہچانا ہے''۔

بے شک خداوند عالم کی شناخت اور پہچان خدا سے محبت کا سبب بنتی ہے اور خداوند عالم کی سچی محبت محبوب کے احکام کی مخالفت کرنے میں مانع ہوتی ہے۔

خداوند عالم سے سے رابطہ کے کئی درجے ہوتے ہیں جن میں چند چیزوں کو ذکر کیا جاسکتا ہے جیسے خداوند عالم پر حسن ظن رکھنا اور اس ذات مقدس کی رحمت کا امیدوار رہنا. حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے

---

۱۔ تحف العقول، ص ۲۱۵۔

جدّ بزرگوار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"والذي لا الـه الّا هو ما أعطى مؤمن قط خير الدنيا والآخرة إلّا بحسن ظنّه بالله رجائه له وحسن خلقه والكف عن اغتياب الناس".(۱)

"قسم اس خداوند عالم کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، دنیا وآخرت کی بھلائی کسی بھی مومن کو نہیں دی جائے گی مگر یہ کہ وہ خداوند عالم پر حسن ظن اور اسی کی ذات سے امید رکھے نیز نیک اخلاق سے اپنے کو مزین کرے اور لوگوں کی غیبت سے پرہیز کرے"۔

اسی طرح خداوند عالم سے رابطہ اس کی عبادت پر مداومت بھی حاصل ہوتی ہے، حضرت امام باقر علیہ السلام اپنے صالح اصحاب کو ہمیشہ خدا کی بہت زیادہ عبادت کرنے کی ترغیب اور شوق دلاتے رہتے تھے، یہاں تک کہ اپنے اصحاب کی ایک خصوصیت نماز وروزہ اور عبادت کی کثرت کو بیان فرماتے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اسی طرح حضرت محمد امام باقر علیہ السلام سبھی کو قرآن کریم کی تلاوت اور صراط مستقیم کے مطابق عمل انجام دینے کی ترغیب فرماتے تھے، آپ نے اس مسئلہ پر اپنے جدّ بزرگوار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاکید کرنے والے احادیث کو بیان کیا، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ودّ المؤمن للمؤمن في الله من أعظم شعب الإيمان، ومن أحب في الله، وابغض في الله، وأعطىٰ في الله، ومنع في الله، فهو من أصفياء الله".(۲)

"ایک مومن کی دوسرے مومن سے دوستی (فقط رضائے الٰہی کے لئے) ایمان کی سب سے بڑی نشانی ہے، جو شخص فقط خدا کے لئے کسی دوسرے شخص سے محبت کرے اور جن لوگوں کو خدا دشمن جانتا ہو ان سے دل میں دشمنی رکھے، اور صرف خدا کی خوشنودی کے لئے اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کرے، اور جس جگہ پر خداوند عالم خرچ کرنے سے راضی نہیں ہے خرچ کرنے سے پرہیز کرے تو ایسے افراد "اوصیائے خدا" کے

---

۱۔اصول کافی، ج۲،ص۲۷۔

۲۔المحاسن، ص۲۶۳۔

رتبہ پر فائز ہیں''۔

## ب۔ گناہوں کے اقرار کے ساتھ ساتھ توبہ کرنا

اہل بیت علیہم السلام کی راہ اور ان حضرات کا مقصد انسان کی روحانی بیماریوں کا علاج اور نیکی و بھلائی کے عناصر کو مستحکم کرنا رہا ہے. اور یہ حضرات ہمیشہ انسان کے دل و جان سے شرّ وضعف اور غفلت کے عناصر کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

انسان کی ذات میں ایسی طبیعت ہوتی ہے جو کبھی راہ مستقیم پر چلتی ہے اور کبھی گمراہی کے راستہ ہے. اسی وجہ سے راہ مستقیم کی طرف پلٹنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے نفس کا حساب کرتا رہے اور اپنی خطا، غلطی اور گناہ کا اقرار کرے اور اس کے بعد توبہ کرے، نیز دوبارہ گناہ نہ کرنے کا مستحکم ارادہ رکھے. اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ان تمام مقدمات کو انجام دینے پر تاکید فرماتے رہے ہیں، اور یہ تمام تاکیدیں گناہ کے اقرار کرنے سے شروع ہوتی ہیں، کیونکہ یہ عمل گناہوں سے نجات پانے کا مقدمہ شمار ہوتا ہے، چنانچہ امام باقر علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

''واللہ ما ینجو من الذنب الا من اقرّ بہ''.(۱)

''خدا کی قسم گناہوں سے کوئی نجات نہیں پا سکتا مگر یہ کہ انسان اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرے''۔

نیز آپ ہی کا فرمان ہے:

''کفی بالندم توبة''۔(۲)

''توبہ کے لئے ندامت اور پشیمانی کافی ہے''۔

البتہ ایسا اقرار اور اعتراف جس کے بعد خداوند عالم سے بخشش طلب کی جائے تو اس اقرار کے بعد خداوند عالم اپنے بندے کو معاف کردیتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۱۱۔

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۶، ص ۵۹۔

**"لقد غفر الله لرجل من أهل البادية بكلمتين دعا بهما قال: اللهم إن تعذبني فاهل ذلک أنا، وإن تغفر لي فاهل ذلک أنت، فغفر له".(۱)**

خداوندعالم نے ایک بادیہ نشین عرب کو دو جملوں کے ذریعہ معاف کردیا جن کے ذریعہ اس نے بارگاہ خداوندی میں مناجات کی، (اور وہ دو جملے یہ ہیں): خداوندا! اگر تو مجھے عذاب دیتا ہے تو میں اس کا سزوار ہوں، لیکن اگر تو مجھے معاف کردے گا تو تو اس کام کا سزاوار اور شائستہ ہے، چنانچہ خداوندعالم نے اس کے گناہوں کو معاف کردیا"۔

توبہ، انسان کو گناہوں کو مٹادیتی ہے، اور انسان توبہ کے ذریعہ دوبارہ راہ مستقیم کی طرف پلٹ سکتا ہے، جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"التائب من الذنب كمن لا ذنب له، و المقيم على الذنب وهو مستغفر منه كالمستهزي".(۲)

"جو شخص گناہوں سے توبہ کرے تو ایسا شخص اس انسان کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، لیکن جو شخص اپنے گناہوں پر اسی طرح قائم ہے اور صرف زبان سے توبہ و استغفار کرتا ہے تو گویا وہ شخص مذاق اڑاتا ہے"۔

## ج۔ گناہوں میں غرق ہونے سے خوف زدہ رہنا

تزکیہ نفس میں ایک بہت ہی ضروری چیز گناہوں سے دوری اختیار کرنا اور گناہوں سے خوف زدہ رہنا ہے، اور اس کام کی وجہ سے انسان فکری بحران اور ارادہ میں مکمل دقت اور غور وفکر کرتا ہے، انسان اس منزل تک پہنچنے کے لئے اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ انسان محاسبہ کرے کہ معنوی لحاظ سے انسانی نفس کن چیزوں سے بلند درجات پر پہنچتا ہے اور کن چیزوں سے تنزل کا شکار ہوتا ہے یہ واضح رہے. اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے سبھی کو اپنے تمام اعمال میں مکمل احتیاط کرنے کی دعوت دی ہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

---

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۲۶، ص۶۰۔

۲۔ اصول کافی، ج۲، ص۳۱۶۔

"إنّ الله خبأ ثلاثة أشياء في ثلاثة أشياء: خبأ رضاه في طاعته، فلا تحقرن من الطاعة شيئاً فلعلّ رضاه فيه، وخبأ سخطه في معصيته فلا تحقرن من المعصية شيئاً فلعلّ سخطه فيه، وخبأ اولياء ه في خلقه، فلا تحقرن أحداً فلعلّه ذلک الولي". (۱)

"بے شک خداوند عالم نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں مخفی رکھا ہے، اپنی خوشنودی کو اپنی اطاعت میں، پس ہر اس عمل کو جو اطاعت خدا شمار ہوتی ہے حقیر شمار نہ کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ خدا کی خشنودی اسی میں ہو. اور اپنے غیظ وغضب کو اپنی معصیت اور نافرمانی میں قرار دیا ہے، پس کسی بھی گناہ کو حقیر اور سبک نہ سمجھو، کیونکہ شاید خداوند عالم کا غیظ وغضب اسی میں ہو. اور خداوند عالم نے اپنے اولیاء کو مخلوق کے درمیان مخفی کررکھا ہے لہٰذا خدا کی کسی بھی مخلوق کو حقیر اور سبک نہ سمجھو، شاید کہ وہی اولیائے الٰہی میں سے ہو"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اسی طرح سبھی کو اپنی گفتگو، لوگوں کے سلسلہ میں فیصلہ کرنے اور فکر وعمل میں احتیاط کی دعوت دی ہے، امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"لا يسلم أحد من الذنوب حتّى يخزن لسانه". (۲)

"کوئی بھی شخص اس وقت تک گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک اپنی زبان پر قابو نہ رکھے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

"يا فضيل بلّغ من لقيت من موالينا عنّا السلام، وقل لهم: إني اقول: أني لا أغني عنكم من الله شيئاً إلّا بورع، فاحفظوا السنتكم، وكفّوا أيديكم، وعليكم بالصبر والصلاة ؛﴿إنّ الله مَعَ الصَّابرينَ﴾ (۳)

"اے فضیل! جب ہمارے چاہنے والوں میں سے کسی شخص کو دیکھو تو اس کو ہمارا سلام کہنا اور اس سے کہنا: میں (امام محمد باقر) کہتا ہوں: میں خدا کے نزدیک تمہارے اعمال کا ضامن نہیں ہوں، مگر وہ چیز جو تم نے اپنے زہد اور تقوی سے حاصل کیا ہو. لہٰذا تم اپنی زبان کو محفوظ رکھو، اور اپنے ہاتھوں کو نامناسب کاموں سے

---

۱۔ کشف الغمۃ، ج۲، ص۱۴۸۔ ۲۔ تحف العقول، ص۲۱۸۔

۳۔ تفسیر عیاشی، ج۱، ص۶۸۔

دور رکھو، اور میں تمہیں نماز و روزہ کی تاکید کرتا ہوں، بے شک خداوند عالم صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

## د۔ حیا و شرم کا بہت زیادہ خیال کرنا

قبل اس کے کہ انسانی نفس بیرونی عوامل و اسباب سے دست و پنجہ نرم کرے اور ان کے ذریعہ موثر ہو، خود اس کے اندر تزکیہ کے اسباب موجود ہیں، تزکیہ صرف لفظ پر مشتمل ایک تھیوری نہیں ہے بلکہ فکر و عمل میں جدو جہد کا نام ہے کہ انسان کے اندورنی نفس سے اٹھے، اور انسان اس مقام تک پہنچنے کے لئے اپنے اندر سے ذاتی طور پر ایک نصیحت کرنے والا رکھتا ہو جو اس کو برے کاموں سے روکتا رہے. چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے "حیا و شرم" کو ہوائے نفس اور انسانی شہوتوں کے مقابلہ میں ایک مستحکم قلعہ کے عنوان سے یاد کرتے ہوئے اس کی تاکید کی ہے، جیسا کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"ألحياء والايمان مقرون في قرن، فإذا ذهب احدهما تبعه صاحبه".(۱)

"حیا اور ایمان ہمیشہ ایک ساتھ ہیں، لہٰذا اگر ان میں سے کوئی ایک چیز کسی انسان سے غائب ہو جائے تو پھر دوسری بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے"۔

## ح۔ انسان اور جاہلیت کے رسم و رواج کی محبت کو ختم کرنا

جب انسان کو جاہلیت کے رسم و رواج کی عادت ہو جاتی ہے تو انسان ان سے محبت کرنے لگتا ہے، اور یہ بات اس کے وجود میں رچ بس جاتی ہے اس کا نفس ان سے راضی اور اس کے دل کے نزدیک وہ مقبول ہوتی ہیں. اسی وجہ سے انسان اگر اپنے نفس کا تزکیہ کرنا چاہے اور اپنے نفس کو کمال کی بلند چوٹیوں پر پہنچانا چاہے تو ضروری ہے کہ اپنے اور جاہلیت کے رسم و رواج کے درمیان موجود محبت کو ختم کرے. اسی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے ایسے کام انجام دینے پر تاکید فرمائی ہے جو اس محبت کو ختم کر دیں، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"إنّ الله يبغض الفاحش المتفحش".(۲)

---

۱۔ تحف العقول، ص ۲۱۷۔

۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۲۴۵۔

''بے شک خداوند عالم بیہودہ زبان درازی کرنے والے پر غضب ناک ہوتا ہے''۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو طمع ولالچ اور خواہش نفسانی سے بچنے کی سفارش کی ہے، جو انسان کی ذلت ورسوائی کا سبب بنتی ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''بئس العبد عبد يكون له طمع يقوده، بئس العبد عبد له رغبة تذله''.(۱)

''خدا کے بندوں میں سب سے بُرا بندہ وہ ہے جس کا رہبر طمع اور لالچ ہو اور خدا کے بندوں میں سب سے بُرا بندہ وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ذلت ورسوائی کو قبول کرے''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس وجہ سے کہ اپنے اصحاب کے دل وجان سے شرّ اور برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور ان برے کاموں سے نفرت کو ان کے دل میں راسخ کردیں اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمائی ہے:

''ألا إن شرار أمتي الذين يكرمون مخافة شرّهم، الا وإنّ من اكرمه الناس اتقاء شرّه فليس مني''.(۲)

''آگاہ ہوجاؤ کہ میری امت کے بدترین افراد وہ لوگ ہیں جن کے خوف کی وجہ سے لوگ ڈرتے ہوں، جان لو کہ جن لوگوں کا ان کے خوف کی وجہ سے لوگ احترام کریں وہ مجھ سے نہیں ہیں''۔

نیز امام علیہ السلام نے فرمایا:

''...إنّ اسرع الشر عقوبة البغي، وكفى بالمرء عيباً أن يبصر من الناس ما يعمى عليه من نفسه، وأن يأمر للناس بما لا يستطيع التحوّل عنه، وأن يؤذي جليسه بما لا يعنيه''.(۳)

''...بے شک بُرے کاموں میں جس کام کی عقوبت [اور بلا] اس کے انجام دینے والے کے دامن گیر ہو وہ ظلم اور ستم ہے، اور انسان کے عیب کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان اس عیب کو تلاش کرے جو

---

۱۔ وسائل الشیعۃ، ج ۱۶، ص ۲۴۔ ۲۔ خصال شیخ صدوقؒ، ج ۱، ص ۱۵۔
۳۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۸۶۔

عیب خود اس میں پایا جاتا ہو، لیکن وہ عیب اس کو خود اپنے اندر دکھائی نہ دے، اور لوگوں کو اس چیز کا حکم دے جس کو خود انجام دینے پر قادر نہیں ہیں، اور جو شخص بلا وجہ کسی اپنے ہم نشین کو آزار و تکلیف دے"۔

جب انسان کی محبت جاہلیت کے رسم و رواج سے ختم ہو جاتی ہے تو وہ رسم و رواج اس کے دل سے ختم ہو جاتے ہیں اور اس موقع پر ایسا انسان اسلامی کردار کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

## و۔ صحیح کردار کے موانع کو دور کرنا

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان تزکیہ نفس کی راہ میں ہوائے نفسائی اور شہوات کے دباؤ یا نفسانی وسوسوں اور خیالات کی رو میں آ کر غلط خیالات، یا جاہلی افکار سے متاثر ہوتا ہے یا انسانی ضعف اس بات کا سبب بنتا ہیکہ انسانی نفس میں صحیح کردار اپنانے میں مانع بن جائے. اس وجہ سے جو انسان تزکیہ نفس کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ان موانع کو دور کرے اور اس کے بعد صحیح و سالم طریقوں کے مطابق عمل انجام دے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے کلام کے درمیان بعض ایسے نکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے اصحاب کے دلوں میں صحیح کردار اور نیک اعمال کو انجام دینے کے عشق و محبت کو زیادہ کیا ہے، اور اس راہ پر چلنے کو خداوند عالم کی عبادت اور اس کی بندگی نیز اسی کی ذات اقدس سے مدد طلب کرنے کو ایک دوسرے سے متعلق قرار دیا ہے، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"ما من عبادة أفضل من عفّة بطنٍ وفرجٍ، وما من شيءٍ أحبُّ الیٰ الله من أن يُسأل، و ما يدفع القضاء إلاّ الدعاء و إنّ أسرع الخير ثواباً البِرّ ...".(۱)

"شکم اور شرمگاہ کی عفت سے بڑھ کر کوئی بافضیلت عبادت نہیں ہے، اور خداوند عالم کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ اس کو پکارا جائے اور اس سے طلب کیا جائے، قضائے الٰہی کو سوائے دعا کے اور کوئی چیز نہیں بدل سکتی، اور نیک کاموں کا ثواب تمام نیک کاموں سے جلد انسان تک پہنچتا ہے"۔

---

۱۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۸۶۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے نیک رفتار اور نرم رویہ اپنانے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''من أعطي الخلق والرفق، فقد أعطي الخير كلّه، والراحة، وحسن حاله في دنياه وآخرته، ومن حُرم الرفق والخلق كان ذلک له سبيلاً إلىٰ كل شر وبليّة إلّا من عصمه الله تعالىٰ''.(۱)

''جو شخص لوگوں سے نیک اخلاق اور نرم لہجہ کے ساتھ سلوک کرتا ہو تو [گویا] اس نے تمام نیکیوں اور خوبیوں کو حاصل کرلیا ہے، اور آسانی سے ان تک پہنچ گیا ہے، وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے، لیکن جو شخص لوگوں سے نیک اخلاق اور نرم لہجہ سے محروم ہو تو پھر ایسا شخص ہر برائی اور بلاء میں گرفتار ہو جاتا ہے، سوائے اس شخص کے جسے اللہ محفوظ رکھے''۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے درمیان ادب اور نیک کردار کو پروان چڑھایا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''ما استویٰ رجلان فی حسبٍ و دینٍ قط إلّا کان افضلهما عند الله آدبهما''.(۲)

''کبھی بھی خدا کے نزدیک دو شخص حسب و دین میں برابر نہیں ہو سکتے، پس ان میں سے جو شخص سب سے زیادہ باادب ہوگا وہی خدا کے نزدیک سب سے برتر اور افضل ہوگا''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے:

''إنّ من أعون الأخلاق علی الدين الزهد فی الدنيا''.(۳)

''بے شک ایسا اخلاق جو انسان کو دینداری میں مدد کرے تو یہی کام دنیا میں زہد اور پارسائی ہے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو مستحب عبادتیں انجام دینے کی ترغیب دلائی ہے تاکہ خداوند عالم کی عبادت اور بندگی ان کے نفس و ارادہ میں جڑیں مضبوط کرلے، کیونکہ ایسی فکر انسان کو اپنی اصلاح اور تزکیہ نفس میں شایان شان مدد کرتا ہے، امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان مستحب

---

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۳، ص۱۸۷۔
۲۔ مختصر تاریخ دمشق، ج۲۳، ص۸۵۔
۳۔ وسائل الشیعۃ، ج۱۶، ص۱۲۔

اعمال کے ثواب کو بیان کرتے ہوئے ان کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور خود امام علیہ السلام بھی ہر موقع پر ان مستحب عبادات کے پابند تھے۔

اسی طرح امام علیہ السلام سبھی کو اخلاق حسنہ حاصل کرنے کے لئے مشق اور قابل مدح خصوصیات بنانے کی تشویق و ترغیب دلاتے تھے، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"علیکم بالورع و الاجتهاد، وصدق الحدیث، واداء الأمانة الیٰ من ائتمنکم علیها براً کان أو فاجراً، فلو أن قاتل عليّ بن ابی طالبؑ ائتمنني علی أمانة لأدیتها الیه".(۱)

"تمہارے لئے [تقویٰ] پارسائی اور [نیک راہ میں] کوشش کرنا اور سچائی ضروری ہے، اور جو شخص تم کو امین سمجھتا ہے اس کی امانت کو ادا کرنا ضروری ہے، چاہے وہ شخص نیک ہو یا فاجر، لہذا اگر ایک روز مجھے قاتل علی بن ابی طالب [علیہ السلام] بھی کوئی امانت دے، تو میں اس کو وہ امانت واپس کردوں گا"۔

## تیسرے: امام محمد باقر علیہ السلام کا ثقافت سازی کا طریقہ کار متعین کرنا

اسلامی نظریہ اور الٰہی راہ کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے انسان کی زندگی میں بہترین ذریعہ علم ہے. اور یہی علم صالح افراد کے لئے روئے زمین پر خداوند عالم کی امانت داری (جس کے لئے خداوند عالم نے انسان کو پیدا کیا ہے) میں بلند درجات کو حاصل کرنے کے لئے بہترین وسیلہ ہے. اسی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام عقیدہ و شریعت سے متعلق علم حاصل کرنے اور علم اصلی مراکز یعنی قرآن و سنت سے حاصل کرنے کے سلسلہ میں اپنے اصحاب کو سخت تاکید فرماتے رہے ہیں۔

اگر ہم امام محمد باقر علیہ السلام کے ثقافتی اور تعلیماتی طریقہ کار کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ آپ نے تعلیم اور شیعہ ثقافت سازی کے لئے اپنے صالح اصحاب کو درج ذیل چیزوں پر خاص تاکید فرمائی ہے:

### ا۔ علم حاصل کرنے کی تشویق و ترغیب

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ علم حاصل کرنے خاص طور پر علم فقہ حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ

---

ا۔ تحف العقول، ص ۲۱۹۔

تشویق وترغیب فرماتے تھے، چنانچہ امام علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"الكمال كل الكمال: التفقه في الدين، و الصبر على النائبة وتقدير المعيشة".(۱)

"سب سے بڑا کمال یہ جس میں تمام کمالات پائے جاتے ہیں وہ یہ دینی علم حاصل کرنا [اور دینی امور میں غور وفکر کرنا]، مصائب پر صبر کرنا اور اپنی معاشی زندگی کے لئے منصوبہ بندی کرنا"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے سوال کو علم کا دروازہ قرار دیا ہے، اور آپ اپنے اصحاب کو سوالات کرنے کی ترغیب کیا کرتے تھے، چنانچہ امام علیہ السلام اس سلسلہ میں اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل فرماتے تھے:

"العلم خزائن ومفتاحها السؤال، فاسئلوا يرحمكم الله، فانه يؤجر فيه اربعة: السائل، و المعلم، و المستمع، و المجيب لهم".(۲)

"علم ایسا خزانہ ہے جس کی کنجی سوال کرنا ہے، تم لوگ سوال کرو خداوند عالم تم پر اپنی رحمت نازل کرے، اور اس میں چار لوگوں کو اجر وثواب ملتا ہے: سوال کرنے والا، تعلیم دینے والا، سننے والا اور جواب دینے والا"۔

## ۲۔ علماء کی فضلیت اوران کا ممتاز مرتبہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے زریں اقوال میں علماء کی فضیلت کو بیان کیا ہے اوران کو عابدوں [اور زاہدوں] سے افضل مانا ہے، کیونکہ یہی حقیقی علم انسان کو مکمل بیداری اور حقائق اور تمام فکر وعمل میں بصیرت عطا کرتا ہے. لہٰذا ایسا [عالم] انسان کسی بھی کام کو دوسرے کام یا کسی بھی طریقہ کار کو دوسرے طریقہ سے تبدیل نہیں کرتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی چیز مشتبہ ہوتی ہے، چنانچہ وہ زندگی کے ہر پہلو میں حق کو باطل سے الگ کرنے کی قدرت رکھتا اور حقیقت تک پہنچ جاتا ہے. چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"عالم ينتفع بعلمه افضل من الف عابد".(۳)

---

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص۳۲۔
۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج۳، ص۱۹۲۔
۳۔ مذکورہ حوالہ، ج۳، ص۱۸۳۔

''جو عالم [دین] اپنے علم سے فائدہ اٹھائے وہ ہزار عابدوں سے افضل اور برتر ہے''۔

نیز امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''واللہ لموت عالم احب الی ابلیس من موت سبعین عابداً''.(۱)

''خدا کی قسم! شیطان کی نظر میں ایک عالم کی موت، ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے''۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک بہترین عالم کے صفات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''إنّ الفقيه حق الفقيه: الزاهد في الدنيا، الراغب في الآخرة، المتمسک بسنّة النبي''.(۲)

''بے شک وہ فقیہ جس نے فقاہت کا حق ادا کیا وہ شخص ہے جو دنیا میں زہد و پارسائی کی زندگی گزارے، اور وہ آخرت [سنوارنے] کی جانب متوجہ رہے، اور جو سنت نبی ﷺ سے تمسک رکھے''۔

## ۳۔ حصول علم میں اخلاص

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام علم حاصل کرنے میں ہمیشہ خلوص نیت پر تاکید فرماتے تھے، یعنی علم و دانش حاصل کرنے کا آخری مقصد یہ ہو کہ انسان حق تک پہنچ جائے، اپنے اور دوسروں کے دلوں میں حق عقائد کو پہنچائے، خود بھی خدا سے نزدیک ہو اور دوسرے لوگوں کو بھی خداوند عالم سے نزدیک کرے اور معاشرہ میں الٰہی قوانین کو جامہ عمل پہنانے کی کوشش کرتا رہے۔

چنانچہ امام باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''من طلب العلم ليباهي به العلماء، أويماري به السفهاء، أو يصرف به وجوه الناس اليه، فليتبوّء مقعده من النار، إنّ الرئاسة لا تصلح إلاّ لأهلها''.(۳)

''جو شخص علم حاصل کرے تاکہ علماء کے سامنے فخر و مباہات کرے، یا جاہل لوگوں سے کٹ حجتی کرے، یا اپنے علم کی وجہ سے لوگوں کی اپنی طرف متوجہ کرنا چاہے تو ایسا شخص اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بنا رہا ہے، کیونکہ

---

۱۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۰۴۔ ۲۔ اصول کافی، ج۱، ص۷۰۔

۳۔ مذکورہ حوالہ، ج۱، ص۴۷۔

ریاست اور سرداری اہل لوگوں کے علاوہ کسی کوراس نہیں آتی''۔

## ۴۔عوام الناس میں علم و دانش اور ثقافت کونشر کرنا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام معاشرہ کے مختلف طبقات میں علم و دانش کونشر کرنے پر تاکید فرماتے رہے ہیں، اوراس کو اپنے پاس مخفی رکھنے سے منع کرتے رہے ہیں، چنانچہ امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرما ہے:

''من علّم باب هدیٰ فله أجر من عمل به، و لا ینقص أُولئک من أُجورهم شیئاً...''(۱)

''جو شخص لوگوں کو علم و ہدایت کا ایک دروازہ تعلیم دے تو جو شخص اس علم پر عمل کرے گا ان سب کے برا خداوند عالم اس کو اجر و ثواب عنایت کرے گا، حالانکہ [عمل کرنے والوں کا] اجر بھی کم نہ کیا جائے گا''۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''رحم الله عبداً أحییٰ العلم ... یذاکر به اهل الدین واهل الورع''.(۲)

''خداوند عالم اس بندہ پر اپنی رحمت نازل کرے جو علم و دانش کو زندہ رکھے اور اہل دین اور اہل تقویٰ افرا سے علمی بحث و گفتگو کرتا رہے''۔

اسی طرح آپ نے علم زکوٰۃ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''زکاة العلم ان تعلّمه عباد الله''.(۳)

''علم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ بندگان خدا کو علم کی تعلیم دی جائے''۔

نیز امام باقر علیہ السلام نے علم کی تعلیم اور تعلم کو نماز کی طرح قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''تذاکر العلم دراسة، والدراسة صلاة حسنة''.(۴)

''علمی بحث و گفتگو تعلیم و تعلم کی طرح ہے اور تعلیم و تعلیم مقبول نماز کی طرح ہے''۔

---

۱۔اصول کافی، ج۱،ص ۳۵۔

۲،۳،۴۔اصول کافی، ج۱،ص۴۱۔

## ۵۔طالب علم کو درپیش آفات اور پریشانیاں

انسان چاہے جتنا علم حاصل کرے لیکن پھر بھی وہ مزید علم کا محتاج رہتا ہے اور بہت سے مقامات پر بعض حقائق اس پر مخفی رہتے ہیں. اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے طلباء اور دانشوروں کو سفارش فرمائی ہے کہ سوالوں کا جواب دینے میں احتیاط کی رعایت کرے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو انحراف اور گمراہی کی وادی میں پہنچا دیں. چنانچہ امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

''الوقوف عند الشبهة خير من الاقتحام في الهلكة، و تركك حديثاً لم تروه خير من روايتك حديثاً لم تحصه''.(۱)

''شبہ [اور شک وتردید] کے مقام پر توقف کرنا ہلاکت کے دریا میں غرق ہونے سے بہتر ہے، اگر کوئی روایت صحیح سند کے ذریعہ تم تک نہ پہنچے تو اس کو چھوڑ دو، بہتر یہ ہے کہ جس حدیث کا حساب وکتاب تم پر واضح نہ ہو اور اس کی حقیقت تم پر واضح نہ ہو [اسے بیان نہ کرو]

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''ما علمتم فقولوا، وما لم تعلموا فقولوا: الله اعلم، ان الرجل لينتزع الآية من القرآن يخرّ فيها أبعد ما بين السماء والارض''.(۲)

''تم جس چیز کے بارے میں تم علم رکھتے ہو اسی کے بارے میں گفتگو کرو، اور جس چیز کے بارے میں نہیں جانتے اس کے بارے میں کچھ نہ کہو: اللہ بہتر جانتا ہے، کیونکہ کبھی کبھی انسان وتفسیر جہل و نادانی کی بنا پر قرآن مجید کی ایک آیت کے معنی اس طرح بیان کرتا ہے کہ اس غلط تفسیر کی وجہ سے زمین وآسمان کے فاصلہ سے بھی زیادہ دور ہو جاتا ہے''۔

حضرت امام باقر علیہ السلام نے اس احتیاط کو بندوں پر خداوند عالم کا حق جانا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''حق الله على العباد: أن يقولوا ما يعلمون، ويقفوا عند مالا يعلمون''.(۳)

---

۱۔اصول کافی، ج۱،ص۵۰۔ ۲۔اصول کافی، ج۱،ص۴۲۔
۳۔اصول کافی، ج۱،ص۴۳۔

''بندوں پر خداوند عالم کا حق یہ ہے: کہ صرف وہی کہیں جس کے بارے میں علم رکھتے ہوں اور جس چیز کے بارے میں نہیں جانتے اس کے بارے میں رُک جائیں''۔

## ۶۔ علمی مرجعیت

ایک ایسی حقیقت جو تمام مسلمانوں کے درمیان بہت زیادہ مشہور ہوئی وہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان قرآن اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ عالم و دانا تھے اور آپ ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر علم کے دروازہ تھے، اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وہ سب کچھ تعلیم دیدیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا. چنانچہ آپ کی اولاد نے بھی علم و دانش کی میراث اپنے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام کے باقی چھوڑی، اور وہ ایک دوسرے میں منتقل ہوتی چلی گئی، اسی وجہ سے اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان قرآن وسنت کے سب سے بڑے عالم تھے اور اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی اہل بیت علیہم السلام کی علمی عظمت پر بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا علم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک نسل بعد نسل میراث میں ملتا چلا آیا ہے، چنانچہ امام باقر علیہ السلام نے ایک روایت کے ضمن میں فرمایا:

''إنَّ العلم الذی نزل مع آدم علیه السلام لم یرفع، و العلم یتوارث، و کان عليّ علیه السلام عالم هذه الأمة، وانه لم یهلک منّا عالم قطّ إلاّ خلفه من أهله من علم مثل علمه، أو ماشاء الله ''.(۱)

''خداوند عالم نے جو علم جناب آدم علیہ السلام کو عطا کیا تھا وہ اٹھایا نہیں گیا بلکہ وہ علم میراث کی شکل میں منتقل ہوتا رہا اور حضرت علی علیہ السلام تک پہنچا ہے، حضرت علی علیہ السلام اس امت کے عالم تھے، اور ہم اہل بیت علیہم السلام میں سے کوئی عالم اس دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ وہی علم یا اگر خداوند عالم چاہے اس سے زیادہ علم اپنے بعد آنے والے [آئمہ علیہم السلام] کے لئے میراث میں چھوڑتا ہے''۔

---

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص۲۲۲۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس موقع پر بھی تاکید فرمائی کہ قرآن مجید کے ظاہر و باطن کا علم صرف اور صرف اہل بیت علیہم السلام سے مخصوص ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا:

"ما يستطيع أحد ان يّدعي أنّ عنده جميع القرآن كلّه ظاهره وباطنه غير الاوصياء".(۱)

"سوائے اوصیاء [پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے کوئی بھی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس کے پاس پورے قرآن یعنی ظاہر و باطن کا علم موجود ہے"۔

نیز امام محمد باقر علیہ السلام نے اس مطلب پر تاکید فرمائی ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا علم ایک ایسا علم ہے جس میں کسی طرح کی کوئی خطا اور غلطی کا امکان نہیں پایا جاتا، چنانچہ آپ نے فرمایا:

"ليس عند أحد من الناس حقّ ولا صواب ولا أحد من الناس يقضي بقضاء حقّ إلاّ ماخرج منّا أهل البيت".(۲)

"لوگوں کے درمیان کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو راہ حق اور راہ صحیح کو معین کرسکے، اور کوئی بھی شخص مسند قضاوت کا حق ادا نہیں کرسکتا، مگر یہ کہ وہ علم اور قضاوت ہم اہل بیت [علیہم السلام] سے حاصل کئے ہوئے ہو"۔

اہل بیت علیہم السلام نے اس دعویٰ کو عملی طور پر ثابت بھی کر دکھایا اور عام مسلمانوں میں اپنی علمی مرجعیت کو ظاہر کردیا، چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ عالم اسلام کے ہر شہر سے دانشور اور علماء علم و دانش حاصل کرنے کے لئے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہونے کی تمنا رکھتے تھے، [اور ہزاروں دانشور آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے ہوئے دکھائی دتے تھے]

امام محمد باقر علیہ السلام اس علمی مرجعیت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اسی طرح اپنے اصحاب کے صالح جماعت کو کجی اور انحراف سے صحیح و سالم رکھنے کے لئے ہمیشہ علمی مسائل میں اہل بیت علیہم السلام کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب فرماتے رہے ہیں۔(۳)

---

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص ۲۲۸۔ ۲۔ مذکورہ حوالہ، ج۱، ص ۳۹۹۔ ۳۔ المحاسن، ص ۲۱۳۔

نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اصحاب کو علم و دانش انھیں علماء اور دانشوروں سے حاصل کرنے کی تاکید فرماتے تھے جنھوں نے اپنا علم اور اصول وقواعد اور دیگر فنون اہل بیت علیہم السلام سے حاصل کئے ہوں۔(۱)

## ۷۔ثقافتی ادارے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ثقافتی اداروں کی ترقی کے لئے بہت زیادہ کوشاں رہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بہت اہم اسلامی شہروں میں دینی مدارس قائم کئے:

۞ مدرسۂ مدینہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام خود ہی اس مدرسہ کو زیر نظر رکھے ہوئے تھے، اور اس مدرسہ سے بہت سے فقہاء کو اس عظیم الشان یونیورسٹی سے علم و دانش کی نشر و اشاعت کے لئے دوسرے اسلامی شہروں میں روانہ فرماتے تھے۔

۞ مدرسۂ کوفہ: امام محمد باقر علیہ السلام کے مدرسہ کے چند فارغ التحصیل شاگرد جو خود امام علیہ السلام کے تربیت یافتہ تھے اس مدرسہ کو چلا رہے تھے، اور یہ مدرسہ اہل بیت علیہم السلام کے علوم کو نشر کرنے اور لوگوں کو ان حضرات کی طرف موڑنے میں بہت کامیاب تھا۔ یہاں تک کہ اموی حاکم ہشام بن عبد الملک نے بھی اس حقیقت کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک گفتگو کے دوران امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف اس طرح اشارہ کرتا ہے کہ یہ وہ شخص ہیں جس کے اہل عراق بہت زیادہ گرویدہ ہیں۔(۲)

اسی وجہ سے اموی خلفاء اہل عراق کو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کرنے سے روکتے تھے۔(۳)

۞ مدرسۂ قم: یہ مدرسہ، مدرسۂ کوفہ کا ایک شعبہ شا تھی، جس کا ادارہ امام محمد باقر علیہ السلام کے ایک شاگرد کر رہے تھے۔

اسی وجہ سے کوفہ اور قم کے مدارس کی وجہ سے جہان عالم کے مشرقی علاقوں میں بھی دوسرے مدارس کھولے گئے جیسے مدرسہ شہرری اور مدرسہ خراسان۔(۴)

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۲۸۔

۲۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۳، ص ۷۹۔

۳۔ مذکورہ حوالہ ج ۲۳ ص ۸۳۔

۴۔ دور اہل البیتؑ فی بناء الجماعۃ الصالحۃ، ج ۱، ص ۱۳۳۔

اس زمانہ میں چند وقتی مدرسے بھی تھے؛ اور وہ اس طرح کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے شاگرد جہاں بھی جاتے یا جس شہر میں بھی قیام کرتے تھے وہاں کے لوگوں کو اپنے پاس جمع کرتے تھے اور وہاں [وقتی طور پر] ایک مدرسہ بن جاتا تھا. اگر چہ اس طرح کے دینی مدارس اور ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد محدود ہوتی تھے۔

خلاصہ یہ کہ یہ ثقافتی ادارے عالم اسلام کے مختلف شہروں کے فقہاء اور مبلغین کی تربیت میں بہت کارگر ثابت ہوئے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ثقافتی طریقہ کار بھی متعدد قسموں پر مشتمل ہوتا تھا، بعض طریقہ کار انفرادی اور بعض دوسرے اجتماعی خصوصیات کے حامل ہوا کرتے تھے. اسی طرح یہ تعلیمی سلسلہ کبھی تو تدریس کی شکل میں اور کبھی خط وکتابت اور کبھی وصیت اور تاکید کی شکل میں ہوا کرتا تھا. [یعنی جیسا بھی موقع ہوا کرتا تھا امام علیہ السلام اس سے بہترین فائدہ اٹھایا کرتے تھے]

امام محمد باقر علیہ السلام کی ثقافت سازی اور تعلیمات صرف علم فقہ واصول یا مخصوص دینی مسائل میں خلاصہ نہیں ہوتی تھی بلکہ اس زمانہ میں موجود تمام علوم کے سلسلہ میں آپ نے علمی خدمات انجام دئے ہیں۔(۱)

## چوتھے: امام محمد باقر علیہ السلام نے امت اسلامی میں جہاد کی روح کو زندہ رکھا

حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام نے مومنین کے دلوں میں ظالم وستمگر حکّام کے خلاف جہاد کرنے کا جذبہ زندہ کیا. اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بھی قیام اور جہاد کی روح کو تازہ رکھنے کے لئے کوشش کرتے رہتے تھے، تاکہ لوگوں میں انقلابی روح پیدا ہو اور مناسب موقع پر دشمن کے مقابلہ میں اس طاقت سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ذریعہ انقلاب اور جہاد کی روح تازہ رکھنے کو دو طرح سے عملی شکل میں دیکھا جاسکتا ہے:

---

۱۔الارشاد،ص ۲۶۴۔

## اول: شعائر حسینی کو قائم کرنا

امام محمد باقر علیہ السلام خود بھی شعائر حسینی کو زندہ رکھنے میں سرگرم فرماتے تھے. امام علیہ السلام اپنے جدّ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اپنے بیت الشرف پر منعقد فرماتے تھے اور اموی حکام بھی آپ کو اس کام سے نہیں روک سکتے تھے کیونکہ وہ لوگ امام محمد باقر علیہ السلام کو اپنے جد کی عزاداری سے نہیں روک سکتے تھے. کیونہ وہ لوگ یعنی بنی مروان اور بنی امیہ چاہتے یہ تھے کہ [حضرت] امام حسین [علیہ السلام] اور اہل بیت علیہم السلام نیز آپ کے اصحاب کے قتل کا داغ اپنے دامن سے چھپ جھڑا کر آل ابوسفیان کے دامن پر لگا دیں۔

چنانچہ شعائر حسینی کا قیام درج ذیل امور میں ہوتا تھا:

۱۔ مجالس عزا و ماتم کا انعقاد: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سبھی [مومنین] کو اپنے جدّ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل حرم نیز آپ کے ممتاز اصحاب کے مصائب پر رونے کی ترغیب دلاتے تھے، تا کہ امت کے دل میں امام حسین علیہ السلام سے محبت اور انس کی جڑیں مضبوط ہو جائیں. اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام ایک روایت کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

''من ذرفت عينا ه علىٰ مصاب الحسين و لو مثل البعوضة غفر الله له ذنوبه''.(۱)

''حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب میں جس شخص کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ جاری ہو جائے چاہے وہ مچھر کے برابر ہی کیوں نہ ہو، بہے تو خداوند عالم اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے''۔

۲۔ زیارت امام حسین علیہ السلام: اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سبھی کو اپنے جدّ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر منور کی زیارت کی دعوت دیتے تھے، کیونکہ یہ مسئلہ اس بات کا سبب ہوتا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور امت کے درمیان ایک گہرا تعلق پیدا ہو اور آپ کی راہ و روش اور روح قیام و انقلاب مومنین کے درمیان پیدا ہو، اسی طرح زیارت کرنے والے مومنین حضرت امام حسین علیہ السلام کے راستہ پر چلنے کا عہد و پیمان کرتے تھے۔

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۹۸، ص ۱۔

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے دوستوں اور ولایت ورہبری پر ایمان رکھنے والوں کو اس کام کے لئے بہت زیادہ ترغیب دلاتے تھے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

"مروا شيعتنا بزيارة الحسين بن علي، وزيارته مفروضة علىٰ من أقرّ للحسين بالإمامة".(۱)

"ہمارے شیعوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے آمادہ کرو، کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت ہر اس شخص پر واجب ہے جو آپ کو امام مانتا ہے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام اس نکتہ پر تاکید فرماتے تھے کہ اہل بیت علیہم السلام کی محبت حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے ساتھ اس طرح ملی ہوئی ہے کہ کبھی جدا نہیں ہوسکتی، جیسا کہ ایک روایت میں آپ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"من كان لنا محبّاً فليرغب في زيارة قبر الحسين (عليه السلام)، فمن كان للحسين زَوّاراً عرفناه بالحبّ لنا أهل البيت".(۲)

"جو شخص ہم اہل بیت کا محبّ اور دوستدار ہے اس کو چاہئے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر منور کی زیارت میں اپنے شوق کا اظہار کرے، پس جو شخص امام حسین [علیہ السلام] کا زائر ہوگا ہم اس کو اپنے محبّ اور دوستدار کے عنوان سے پہچانتے ہیں"۔

۳۔ امام حسین علیہ السلام کی شان میں اشعار پڑھنا: امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ دستور تھا کہ جو شخص بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان مبارک میں اشعار کہتا تھا آپ اس کو نوازتے تھے، اور آپ ایام حج میں منیٰ کے میدان میں ہونے والی مجالس نوحہ خوانی میں اپنا کافی رقم خرچ کرتے تھے۔(۳)

چنانچہ انھیں نوازشوں کا نتیجہ تھا کہ لوگوں میں قیام اور تحریک کی روح تازہ رہتی تھی، یہاں تک کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حتی امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد بھی جو قیام رونما ہوئے ہیں ان کا نقطہ آغاز روز عاشورا ہوتا تھا،

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۳۔ ۲۔ بحار الانوار، ج ۹۸، ص ۴۔

۳۔ مقتل الحسین، مقرّم، ص ۱۰۶۔

کیونکہ ان انقلابیوں نے اپنے قیام کی ابتداء کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر منور کو قرار دیا ہے، اور اکثر اً آپ کی زیارت کے بعد مسلحانہ قیام اور تحریک کا آغاز کیا۔

## دوم: امام مہدی علیہ السلام کے سلسلہ میں ایمان کو زندہ کرنا

جب تک اسلام اور جاہلیت کا نام باقی ہے اور جب تک حق و باطل کا وجود ہے اور ہر ایک کا نظام رہبر اور اس کے پیروکار باقی ہیں تب تک ان دو کے درمیان ہمیشہ جنگ و جدال باقی رہے گا، اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک حق، باطل پر کامیاب نہ ہو جائے. اور جب حضرت امام مہدی [عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف] کا ظہور اور عالمی ظلم کے خلاف قیام ہوگا وہ اس مسلسل جنگ و جدال کی آخری کڑی ہوگی جس کے بعد باطل صفحہ ہستی سے بالکل مٹ جائے گا۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انتظار ایک بہت بڑا انقلاب ہے جو خود ایک مثبت تحریک ہے اور انتظار کرنے والوں میں قیام و مقابلہ کی روح کو تازہ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے، اگر چہ اس فکر و نظر کو مزید پختہ بنانے اور اس نجات بخش اور آزادی بخش تحریک میں حصہ لینے کے لئے مزید آمادگی اور تیاری کی ضرورت ہے۔

تمام ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس حقیقت پر تاکید فرمائی ہے. امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کے انتظار کے مسئلہ پر خاص طور پر تاکید فرمائی ہے، تاکہ یہ تاکید امام مہدی علیہ السلام پر ایمان کو مزید پختہ کردے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک روایت میں فرمایا:

''إنّما نجومكم كنجوم السماء كلّما غاب نجم طلع نجم حتىٰ اذا أشرتم بأصابعكم، وملتم بحواجبكم غيّب الله عنكم نجمكم واستوت بنو عبد المطّلب فلم يعرف أيٌّ من أيّ فإذا طلع نجمكم، فاحمدوا ربّكم''.(۱)

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۳۸۔

''جان لو کہ تمہارے درمیان جو ستارے [ائمہ علیہم السلام] ہیں وہ بھی آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں کہ جب ایک ستارہ غروب ہوتا ہے تو دوسرا ستارہ طلوع ہوجاتا ہے، لیکن جب اس کی طرف انگلی یا آنکھوں کے اشارہ سے ایک دوسرے کو دکھا دیا [اور تقیہ کی رعایت نہ کرتے ہوئے مخالفوں پر ظاہر کردیا] تو خداوند عالم [اس ناشکری کی سزا] تم کو ضرور دے گا اور اس زمانہ میں آل عبدالمطلب مساوی ہوجائیں تاکہ تم ایک کو دوسرے سے نہیں پہچان سکو، لہٰذا جب تمہارا ستارہ (قائم) طلوع کرے تو تم خدا کا شکرادا کرو''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے قیام اور ظہور کو ایک خدائی اور حتمی انجام پانے والی حقیقت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''من المحتوم الّذي حتّمه الله قيام قائمنا''.(۱)

''ایک ایسا حتمی اور یقینی امر جس کے انجام پانے کی تائید خود خداوند عالم نے فرمائی ہے وہ ہمارے قائم [علیہ السلام] کا قیام ہے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''لا تزالون تمدّون أعناقكم الى الرجل منّا تقولون هو هذا، فيذهب الله به، حتىٰ يبعث الله لهذا الأمر من لا تدرون ولد أم يولد، خلق أولم يخلق ''.(۲)

''تم لوگ ہمیشہ اپنی گردن اٹھا کے ہم میں سے ایسے شخص کی طرف دیکھو گے اور کہو گے کہ یہ وہی ہیں، لیکن خداوند عالم ان کو تمہارے درمیان سے اٹھا لے گا یہاں تک کہ خداوند عالم اس کام کے لئے ایسے شخص کو معین فرمائے گا کہ تم لوگ پہچان نہ سکو گے کہ یہ پیدا ہو چکے ہیں یا نہیں، خلق ہو چکے ہیں یا خلق نہیں ہوئے ہیں''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس زمانہ میں لوگوں کے ذہنوں کی آمادگی کو بیان کرتے ہوئے اس طرح فرمایا:

''إذا قام قائمنا وظهر مهديّنا كان الرجل أجرأ من ليث وأمضىٰ من سنان''.(۳)

---

۱۔ بحارالانوار، ج۵۱، ص۱۳۹۔

۲۔ بحارالانوار، ج۵۱، ص۱۴۰۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج۳، ص۱۸۴۔

''جس وقت ہمارے قائم [علیہ السلام] کا قیام ہوگا اور ہمارے مہدیؑ کا ظہور ہوگا تو اس زمانہ میں مومنوں کی جرائت شیر سے زیادہ ہوگی اور نیزہ سے بھی زیادہ کاٹنے کی ان میں طاقت ہوگی''۔

## پانچویں: امام محمد باقر علیہ السلام اور صالح جماعت کی نمایاں پہچان

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اصحاب میں صالح جماعت کو شخصیت بخشنے اور ان کی شخصیت کو دوسرے گروہوں اور حکومتوں سے ممتاز کرنے کے لئے بہت ہی کوشاں رہتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں صالح جماعت، نام اور خصوصیات، ولایت و پیروی نیز اقدار اور اجتماعی لحاظ سے دوسرے گروہوں کی نسبت ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے. کیونکہ یہ گروہ پہلے درجہ میں اسلام سے وابستہ اور دوسرے درجے میں اہل بیت علیہم السلام کے پروردہ تھے۔

یہ نمایاں پہچان اس وابستگی کی جڑوں کو مضبوط کرنے اور اس کے دوام کے لئے بہت ہی مثبت آثار لئے ہوتے تھی، دوسری طرف فکر ونظر، احساسات اور رفتار وکردار پر اس کے عملی آثار رونما ہو رہے تھے کیونکہ اس طرح کی چیزیں اسی وابستگی سے متعلق تھیں اور خاص اہداف کے زیر سایہ عملی یہ تحریک جاری تھی، چنانچہ ان آثار کو درج ذیل چیزوں میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اہل بیت علیہم السلام سے وابستگی کا احساس، جو خود ایک فطری چیز ہے اور شیعوں کو اس بات پر آمادہ رکھتی ہے کہ وہ اپنی اس وابستگی پر فخر کریں. کیونکہ ایسا شخص احساس کرتا ہے کہ وہ ایک ایسی شخصیت اور ایسا وجود ہے جو اہل بیت پیغمبر علیہم السلام سے وابستہ ہے۔

۲۔ یہ ھویت اور شخصیت بخشی مقاصد میں اتحاد، منصوبہ بندی، اور طریقہ کار و نیز مصلحتوں کے لئے ایک اہم کردار ادا کرتی ہے، اور خود یہ وحدت ایک بنیادی کردار ادا کرتی ہے کہ ایک عقیدہ سے وابستہ ہونے والے افراد اس عقیدہ کے لئے معین اغراض و مقاصد کے لئے عملی میدان میں قدم رکھیں اور اس مقصد کے لئے قربانی پر بھی تیار رہیں۔

۳۔ اس ھویت کا معین ہونا جماعتِ صالحین کے درمیان برادرانہ تعلقات میں مزید گہرائی پیدا کرنے کے لئے بھی ایک اہم کردار ادا کرتی ہے. یہ ہویت انھیں بھائی چارہ، دوش بدوش چلنے، ایک دوسرے کی

امداد کرنے اور سیاسی، اجتماعی و اقتصادی سطح فکر کو بلند کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون میں مددگار ثابت ہوتی ہے. جیسا کہ خود ان کو قدرت اور عزت نفس عطا کرتی ہے۔

۴۔ اس نمایاں پہچان اور ایک مرکز قدرت سے وابستگی کا احساس، مومنین کو اس چیز پر آمادہ کرتی ہے کہ ایسے عوامی اور رضاکارانہ مرکز کی توسیع کے لئے تحریک چلائیں جو اس ہویت اور واقعیت کے جلوؤں کو مضبوط کرے، اسی طرح دوسرے گروہوں سے جائز اور مناسب مقابلہ کرے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ امت کے افراد اسلامی اور پسندیدہ اقدار و مفاہیم سے کس قدر لوگ جڑے ہوئے ہیں اور پھر وہ ان کو معاشرہ میں نافذ کرنے کی کوشش کریں۔

## جماعتِ صالحین میں وابستگی کے محور

اس جماعتِ صالحین کے نزدیک ''اسلام'' سب سے بنیادی محور تھا، اور اسلام ہی عمل، رفتار و گفتار اور تعلقات کے لئے تحریک کرنے والی سب سے پہلی طاقت ہوتی ہے اور اس گروہ کے نزدیک اسلام کی عظیم الشان مصلحتیں ہی تمام مصلحتوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔

یہ اسلام سے وابستگی ہی تھی جس نے خود سے وابستہ لوگوں کو اس بات کے لئے مجبور کیا کہ بے جا قید و بند اور کم اہمیت عہد و پیمان سے رہائی حاصل کریں اور فکر و نظر اور فیصلوں میں ایک مشترک مقصد اور بلند و بالا افق کی طرف دعوت دیں تاکہ تمام وابستگی اسی ایک چھتری کے نیچے جمع ہو جائیں، تاکہ اس وابستگی کے زیر سایہ تمام تعلقات ایک دوسرے کی مدد، رحم، خیر و بھلائی، امانت، عدل و انصاف، کرامت، دوستی اور ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرنا وغیرہ جیسے صفات کی جڑیں ان کے اندر مضبوط ہو جائیں. ایسے تعلقات پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ گزشتہ [جاہلیت کے] قوانین و اقدار سے آزادی حاصل ہو یا گزشتہ قوانین سے پیدا ہونے والی رغبتوں کی قید و بند سے رہائی حاصل ہو۔

اسلام سے وابستگی کا دائرہ بہت وسیع ہو جو ان تمام لوگوں کو شامل کر لیتا ہے جن کی زبان سے کلمہ شہادتین جاری ہوتا ہے،، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی نظر میں اسلام اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا:

"...والإسلام ما عليه التناكح والتوارث وحقنت به الدماء".(۱)

"اسلام وہ چیز ہے جس کے ذریعہ نکاح جائز ہوتا ہے اور میراث ملتی ہے، اور اس کے ذریعہ خون محفوظ رہتا ہے"

اس بنا پر یہ جماعتِ صالحین (شیعہ) (تمام فکری اور سیاسی مذاہب اور حوادثات کے باوجود) اس عظیم الشان اسلامی معاشرہ کا ایک جز ہے، اور اس پر اس بات کی ذمہ داری ہوتا ہے کہ وہ ان تمام حادثات اور مذاہب کے مقابلہ میں خود کو شکست اور تباہی سے محفوظ رکھے۔

اس زمانہ میں اس گروہ کی دوسرے گروہوں سے وجہ مشترک یا عقیدہ مشترک خدا آسمانی کتابوں، اور خاتم الانبیاء ﷺ اور روز قیامت پر ایمان تھا۔

صرف وہ امتیاز جو اس جماعت کو دوسرے راستوں سے وابستہ گروہوں سے جدا اور الگ کرتا تھا وہ اہل بیت علیہم السلام سے وابستگی تھی۔

اہل بیت علیہم السلام سے وابستگی یعنی ان حضرات کی ولایت کا اس کے تمام درجات اور مصادیق (ان حضرتؑ کی دوستی) کے ساتھ اقرار کرنا ہی ان اوامر ونواہی کے مقابل تسلیم رہنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے، جو درحقیقت وہی اوامر ونواہی ہیں جو خداوند عالم نے اپنے رسول اکرم ﷺ پر ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ایک مسلمان کے لئے بیان کئے ہیں. جس کے عقل، دل اور اس کی تمام اعتقادی اور سیاسی رفتار وروش اہل بیت علیہم السلام کے مطابق ہو جاتی ہے. کیونکہ اہل بیت علیہم السلام حقیقی رسالت کے محافظ اور صراط مستقیم کو برپا کرنے والے جس کی بنیاد خود پیغمبر اکرم ﷺ نے حدیث "ثقلین" اور دیگر احادیث نبوی میں مضبوط کی ہے، اسی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"نحن أهل بيت الرحمة وشجرة النبوة ومعدن الحكمة، ومختلف الملائكة ومهبط الوحي".(۲)

---

۱۔ تحف العقول، ص ۲۱۷ تا ۲۱۸۔

۲۔ الارشاد، ص ۲۶۶۔

''ہم اہل بیت رحمت، درخت نبوت اور معدن حکمت ہیں اور ہم ہی ملائکہ کی آمد ورفت اور وحی کے محل نزول ہیں''۔

یہ خاص وابستگی، اسلام کی عظیم وابستگی کے مقابل اس صالح جماعت کے تمام افراد کے لئے ایک رہبر اور پیشوا کی حیثیت عطا کرتی تھی، یعنی چونکہ یہ حضرات ایک ایسی عظیم وابستگی رکھتے تھے جس سے دوسرے لوگ محروم تھے جس کی بنا پر یہ لوگ اس بات کی شائستگی رکھتے تھے کہ دوسرے لوگوں کے لئے سر مشق اور نمونہ قرار پائیں. امام محمد باقر علیہ السلام نے اس صالح جماعت کے اوصاف بیان کئے (جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے) جن میں کچھ اس طرح ہیں کہ یہ لوگ خداوند عالم کے مطیع، تقویٰ، واجبات پر عمل کرنے والے، محرمات سے پرہیز کرنے والے اور اخلاق حسنہ اور نیک کردار والے ہیں. اور امام علیہ السلام نے اس بات کی بھی تاکید فرمائی ہے کہ اہل بیت علیہم السلام سے وابستگی؛ تقویٰ و پرہیزگاری اور اعمال صالحہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

## شیعی جماعت کے خصوصیات

اول: وجہ تسمیہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آباء طاہرین کی پیروی کرتے ہوئے اپنی اس صالح جماعت کو دوسرے گروہوں سے الگ کرنے کے لئے بہت سے نام دیئے ہیں تاکہ وہ عناوین کے آشفتہ بازار میں دوسروں سے مخلوط نہ ہو جائیں، جیسے: (۱)

۱۔ شیعۂ علی۔

۲۔ شیعۂ فاطمہ۔

۳۔ شیعۂ آل محمد۔

۴۔ شیعۂ فرزندان فاطمہ۔

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۴۸، ۶۰، ۶۵۔

اور ''شیعہ'' نام اس صالح جماعت اور اہل بیت علیہم السلام کے پیروکاروں کے لئے ہمیشہ باعث افتخار رہا ہے، کیونکہ یہ نام ان کے لئے پاک و پاکیزہ اہل بیت علیہم السلام کی پیروی اور ہمراہی کی نشانی ہے جن کے بارے میں قرآن مجید نے ہر نجاست اور برائی سے دور رہنے کی گواہی دی ہے۔

چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنی اس صالح جماعت کو اس نام سے پکارے جانے پر مبارکباد پیش کیا کرتے تھے، جیسا کہ جناب ابوبصیر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''لیهنكم الاسم''

میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ پر قربان کون سا نام؟

تو آپ نے فرمایا: ﴿وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لإِبْرَاهِيْمَ﴾. (۱) ﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِى مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾. (۲) ''فليهنكم الاسم'' (۳)

''اور یقیناً جناب نوحؑ ہی کے پیروکاروں میں سے ابراہیمؑ بھی تھے۔'' ''اور جو ان کے شیعوں میں سے تھے انہوں نے دشمن کے ظلم کی فریاد کی''۔

پس یہ نام تمہارے لئے مبارک ہو''

لہٰذا یہ نام بہت ہی مبارک ہے جس کو خداوند عالم نے اپنے انبیاء کے پیروکاروں کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے حکومت [کے زرخرید غلاموں] کی طرف سے اس صالح جماعت کو ''رافضی'' کے نام دئے جانے پر بھی امام علیہ السلام نے اس کو قبول کیا کیونکہ جب آپ کے ایک صحابی نے آپ کے سامنے اس بات کی شکایت کی کہ ہمیں لوگ اس نام سے پکارتے ہیں تو امام علیہ السلام نے تین بار فرمایا:

''و أنا الرافضة'' (۴)

''میں بھی رافضی ہوں''۔

اور اسی طرح ابوبصیر روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ پر قربان!

---

۱۔ سورۂ صافات، آیت ۸۳۔ ۲۔ سورۂ قصص، آیت ۱۵۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۱۲ تا ۱۳۔ ۴۔ المحاسن، ص ۱۵۷۔

دشمنوں نے ہمارا ایسا نام رکھ دیا ہے جس کے ذریعہ ہماری جان و مال کو حلال جانتے ہیں اور ہمیں آزار و اذیت دیتے ہیں تو امام علیہ السلام نے سوال کیا: وہ کیا نام؟ تو ابوبصیر نے کہا: ''رافضی'' تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''إنَّ سبعين رجلاً من عسكر فرعون رفضوا فرعون فأتوا موسىٰ (عليه السلام) فلم يكن في قوم موسىٰ (عليه السلام) أشدّ اجتهاداً ولا أشدّ حباً لِها رونَ منهم، فسمّاهم قوم موسىٰ الرّافضة، فاوحى الله الى موسىٰ (عليه السلام) : أن ثبت لهم هذا الاسم فى التوراة، فإني قد نحلتهم وذلک اسم قد نحلكموه الله''.(۱)

''فرعونی لشکر کے ۷۰ رفوجی فرعون کی مخالفت کرتے ہوئے جناب موسیٰ علیہ السلامؑ سے ملحق ہو گئے، اور جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ان سے زیادہ کام کرنے والا کوئی نہیں تھا، اور وہ پوری قوم میں جناب ہارون سے سب سے زیادہ محبت کیا کرتے تھے. چنانچہ قوم موسیٰ علیہ السلام نے ان کو رافضی [حکومت سے بغاوت کرنے والے ] کا نام دیا، اس موقع پر خداوند عالم نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ اس گروہ کا یہ نام توریت میں ثبت فرمادیں، کیونکہ میں نے اس نام کی وجہ سے ان لوگوں کو بخش دیا. پس [اے ابوبصیر تمہیں ] معلوم ہونا چاہئے کہ یہ نام خداوند عالم نے تم کو عطا کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس شیعہ گروہ کے دوسرے نام بھی رکھے ہیں جیسے: مومن اور موالی۔(۲)

## دوسرے: صفات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس صالح جماعت کے لئے خاص صفات بیان کئے ہیں جن کے ذریعہ اس گروہ کو پہچانا جاتا ہے، (۳) منجملہ:

---

۱۔ المحاسن ص ۱۵۷۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۱۶۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۲۹، ۳۰، ۵۸، ۴۴۔

۱۔ اصحاب الیمین۔

۲۔ خیر البریّہ۔

۳۔ اولیاء اللہ۔

۴۔ شُرط اللہ۔

۵۔ اعوان اللہ۔

## تیسرے: صالح جماعت کی عظمت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی صالح جماعت جن کو شیعہ کہا جاتا ہے دنیا و آخرت میں ان کی عظمت بیان کرتے ہیں۔

۱۔ دنیاوی زندگی میں صالح جماعت کی عظمت: صالح جماعت کے افراد (امام محمد باقر علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کے شیعہ) اندرونی اور بیرونی اور عملی پہلوؤں میں بہت سی دشواریوں سے دوچار ہوئے ہیں لیکن وہ اپنے امتحان میں سر بلند ہوئے، اور ایسے خطرناک حالات جن میں رہبران شیعہ کا مختلف طریقوں سے تعاقب اور محاصرہ ہوتا تھا؛ انھوں نے ان سخت حالات میں بھی اپنے رہبروں کے راستہ کو ترک نہیں کیا اور وہ کبھی راہ حق سے منحرف نہیں ہوتے تھے، اسی وجہ سے دنیاوی زندگی (جو ان کے لئے امتحان اور آزمائش کی جگہ بھی) کی عظمت بلند و بالا ہوگئی. چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک روایت میں اس عظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''إنّ الله عزّ وجلّ أعطىٰ المؤمن ثلاث خصال: العزّ في الدنيا والدين، والفُلج في الآخرة، والمهابة في صدور العالمين''.(۱)

''بے شک خداوند عالم نے مومن کو تین خصوصیات عطا کئے ہیں: دین و دنیا میں عزت، آخرت میں کامیابی، اور دونوں جہان کے لوگوں میں ان کی ہیبت''۔

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۱۶۔

ایک روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ''مسجد الحرام'' میں وارد ہوئے اور آپ نے وہاں اپنے کچھ اصحاب کو وہاں دیکھا، امام علیہ السلام نے ان کے نزدیک ہوئے اور ان کو سلام کیا، اور پھر فرمایا:

''واللہ إنّي لأحب ريحكم و أرواحكم ... أنتم شُرط الله، و أنتم أعوان الله، و أنتم أنصار الله، و أنتم السابقون الأوّلون والسابقون الآخرون... قال أمير المؤمنين (عليه السلام): ألا و إنّ لكل شيء شرفاً، وشرف الدين الشيعة، ألا و إنّ لكل شيء عماداً و عماد الدين الشيعة، ألا و إنّ لكل شيء سيداً وسيد المجالس مجلس شيعتنا...''(۱)

''خدا کی قسم میں تمہاری خوشبو اور ارواح کو دوست رکھتا ہوں...تم خدا کے سپاہی اور اس کے مددگار ہو، اور تم ہی اولین و آخرین کے سابق ہو...حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جان لو کہ ہر چیز کے لئے ایک شرافت ہوتی ہے اور دین کی شرافت شیعہ ہیں. اور جان لو کہ ہر چیز کے لئے عماد اور ستون ہوتا ہے اور دین کے عماد اور ستون شیعہ ہیں، جان لو کہ ایک چیز کے لئے ایک سردار ہوتی ہے اور مجالس کی سردار شیعوں کی مجلس ہے''۔

اور یہ گروہ خود اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کے عینی معیار ہیں جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''كونوا النمرقة الوسطىٰ يرجع اليكم الغالي ويلحق بكم التالي''.(۲)

''[اے ہمارے شیعو!] ہمیشہ درمیانی گروہ قرار پاؤ تا کہ تیز چلنے والے تمہاری طرف پلٹ کر آئیں اور آہستہ چلنے والے تم سے آکر مل جائیں''۔

۲۔ آخرت میں جماعتِ صالحین کی عظمت: یہ گروہ امتحان الٰہی میں کامیاب ہونے اور زندگی کے ہر پہلو میں جیسے: رفتار و گفتار، اسلامی اقدار (جس کی بنیادیں قرآن کریم، رسول اکرم ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام نے ڈالی تھیں) اور اسلام کے دفاع میں اپنی جان و مال کی قربانی پیش کرنے میں صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے آخرت میں بھی بلند و بالا مقام پر فائز ہوگا۔

---

۱۔ بشارۃ المصطفیٰ، ص ۱۶۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۶۵ ص ۱۷۸۔

چنانچہ اس صالح جماعت کی عظمت اور مرتبہ یہ ہے کہ خود خداوند عالم نے ان کو گرامی اور بزرگ قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''ان اللّٰہ سبحانہ یبعث شیعتنا یوم القیامۃ من قبورھم... و وجوھھم کالقمر لیلۃ البدر، مسکنۃ روعاتھم، مستورۃ عوارتھم، قد اعطوا الأمن والأمان، یخاف الناس ولا یخافون، ویحزن الناس ولا یحزنون، یحشرون علیٰ نوق لھا أجنحۃ من ذھب تتلألأ، قد ذلّلت من غیر ریاضۃ أعناقھا من یاقوت أحمر، ألین من الحریر، لکرامتھم علیٰ اللّٰہ''.(۱)

''خداوند عالم روز قیامت ہمارے شیعوں کو اس عالم میں قبر سے نکالے گا...کہ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے، ان کا خوف سکون واطمینان میں بدل جائے گا، ان کی شرمگاہیں چھپی ہوں گی، اور وہ خداوند عالم کی طرف سے امن وامان میں ہوں گے، تمام لوگ خوف و وحشت میں دکھائی دیں گے لیکن وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے. تمام لوگ حزن وملال میں ہوں گے لیکن ان کو کوئی غم واندوہ نہ ہوگا. وہ [محشر میں] پیدل نہیں ہوں گے بلکہ ایسے اڑنے والے اونٹوں پر سوار ہو کر محشر میں وارد ہوں گے جو سنہرے اور چمک دار ہوں گے، اور وہ اونٹ بغیر زحمت کے فرمانبردار ہوں گے، ان اونٹوں کی گردن سرخ یاقوت اور نرم حریر سے ہوگی. اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوگا کہ یہ لوگ خداوند عالم کے نزدیک صاحب عظمت ہیں۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''وفی شیعۃ ولد فاطمۃ أنزل اللّٰہ ھذہ الآیۃ خاصۃ ﴿قُلْ یَاعِبادِيَ الَّذینَ أَسْرَفُوا عَلی أَنْفُسِھِمْ لاتَقْنَطوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنوبَ جَمیعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحیمُ﴾(۲)(۳)

---

۱۔ بشارۃ المصطفیٰ، ص۵۵تا۵۶۔
۲۔ سورۂ زمر، آیت ۵۳۔
۳۔ قرب الاسناد، ص۲۹۔

''فرزان فاطمہ [سلام اللہ علیہا] کے شیعوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ''[اے پیغمبر] آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا، اللہ تمام گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے''۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی کہ آپ نے فرمایا:

''إنَّ علیاً و شیعته هم الفائزون''.(۱)

''بے شک علی [علیہ السلام] اور ان کے شیعہ کامیاب ہیں''۔

یہ ہے منزلت اور مرتبہ ہے اس صالح جماعت کا جسے وہ اپنے ائمہ علیہم السلام کی پیروی اور خداوند عالم کی اطاعت میں الٰہی اقدار وقوانین پر عمل کرنے کی وجہ سے دنیا وآخرت میں حاصل کرے گی۔

## چھٹے: امام محمد باقر علیہ السلام اور صالح جماعت کے روابط کو منظّم کرنا

جماعتِ صالحین تین اصل چیزوں سے تشکیل ہوئی ہے جیسے: رہبری، پیش قدمی کرنے والے اور دوسرے عوام الناس کہ جن کے درمیان مفاہیم اور اقدار کے لحاظ سے تعلقات قائم تھے جو تمام افراد اور تمام سطحوں پر تھے۔

اور یہ تینوں اعضاء دوسرے گروہوں سے رابطہ رکھتے تھے تاکہ ان روابط کے مشترک اہداف اور مصالح ایک وسیع افق کے ضمن میں عظیم مقصد تک پہنچ سکیں۔

جماعتِ صالحین دوسرے ادیان جیسے اہل کتاب، اہل ذمہ اور عہد و پیمان رکھنے والوں سے بھی تعلقات رکھتی تھی۔

### ا۔ جماعتِ صالحین کے اندرونی روابط

الف: رہبری اور پیش پیش رہنے والوں کے درمیان رابطہ:

ہمیشہ رہبری [وامامت] امام معصوم کی شکل میں جماعتِ صالحین کے ڈھانچے اور ان کی ہدایت وارشاد پر

---

ا۔ بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۳۱۔

مکمل نظر رکھتی ہے۔ یہ رہبری اس گروہ کے مختلف امور کو منظم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور صرف وہی اس گروہ کے لئے حکم صادر کرنے اور اس کے لئے قوانین اور خط معین کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

اور چونکہ اس گروہ کی شاخیں سبھی اسلامی ممالک اور اسلامی شہروں میں پہنچ چکی تھیں لہٰذا امام علیہ السلام اور معاشرہ کے لوگوں کے درمیان رابطہ انھیں بیدار پیش قدمی کرنے والوں [یا پرچم داروں] کے ذریعے استوار کیا جاتا تھا جو معاشرہ میں امام کے وکلو کے عنوان سے پہچانے جاتے تھے اور ایک طرف سے یہ امام کے قریبی افراد تھے اور ان کے خاص افراد شمار کئے جاتے تھے، چنانچہ انھیں کے ذریعہ یہ رابطہ برقرار کیا جاتا تھا۔

امام باقر علیہ السلام نے اس پیش قدمی کرنے والے گروہ کی ہدایت وارشاد کے لئے کافی وقت صرف کیا ہے چنانچہ امام علیہ السلام اس سلسلہ میں روزانہ جلسات، یا ہنگامی جلسات یا خط وکتابت کے ذریعہ اس کام کو انجام دیتے تھے۔

ب: رہبری اور جماعتِ صالحین کے درمیان رابطہ: امام باقر علیہ السلام شہر مدینہ میں رہ کر عالم اسلام کے دوسرے شہروں سے براہ راست یا بالواسطہ ان رابطہ برقرار کئے ہوئے تھے، اہل مدینہ یا دوسرے شہروں کے رہنے والے کبھی کبھی امام علیہ السلام کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے، اور اسی طرح امام علیہ السلام بھی ان کے دیدار اور ان سے ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے، لیکن جو لوگ دوسرے شہروں میں رہتے تھے اور وہ مدینہ نہیں آسکتے تھے، تو ایسے افراد حج کے زمانہ میں یا دوسرے سفر میں امام علیہ السلام کا دیدار کرتے تھے، اس کے علاوہ امام علیہ السلام بعض لوگوں کو خط لکھتے تھے تاکہ ان سے اپنے رابطہ کو باقی رکھیں اور اس رابطہ کو دوام بخشیں۔ امام باقر علیہ السلام نے اس رابطہ کے سلسلہ میں منصوبہ بندی کر رکھی تھی اور آپ اس گروہ کو یہ سفارش کرتے رہتے تھے کہ ہمیشہ ملاقات کے لئے آیا کریں، چنانچہ امام علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"إنّما أُمر الناس أن يأتوا هذه الاحجار، فيطوفوا بها، ثم يأتونا فيخبرونا بولايتهم ويعرضوا علينا نصرهم".(۱)

---

۱۔ اصول کافی، ج ۴، ص ۵۴۹۔

''[خداوند عالم نے] لوگوں کو خانہ کعبہ کی زیارت اور اس کے طواف کا حکم اس لئے دیا، تاکہ اس کے بعد ہمارے پاس آئیں اور ہمیں اپنے وطن کے بارے میں آگاہ کریں اور ہماری نصرت کے لئے تیار رہیں''۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے فرمایا:

''تمام الحج لقاء الامام ''.(۱)

''حج اس وقت مکمل ہوتا ہے جب امام کا دیدار کرلیا جائے''۔

اس بنا پر امام علیہ السلام اور گروہ شیعہ کے درمیان آپ کے وکیلوں یا پیش پیش رہنے والوں کے ذریعہ یا خط وکتابت سے رابطہ رہتا تھا۔

ج: جماعتِ صالحین کے درمیان رابطہ: امام محمد باقر علیہ السلام جماعتِ صالحین کے لوگوں کو آپس میں تعلقات رکھنے پر بہت زیادہ تاکید فرماتے اور متوجہ کرتے رہتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا:

''تزاوروا فی بیوتکم، فإنّ ذلک حیاة لامرنا، رحم اللہ عبداً أحییٰ أمرنا''.(۲)

''ایک دوسرے کے یہاں ملاقات کے لئے جایا کرو کیونکہ اس کام سے ہمارا امر [محبت اور احکام] زندہ رہتے ہیں، خداوند عالم رحمت کرے اس بندہ پر جو ہمارے امر کو زندہ رکھتا ہے''۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام آپس میں نااتفاقی اور قطع تعلق سے شدت سے ممانعت فرماتے تھے:

''ما من مؤمنَین اهتجرا فوق ثلاث إلاّ وبرئت منهما فی الثالثة ''.

''کبھی بھی مومنین تین دن سے زیادہ آپس میں ایک دوسرے سے قطع تعلق نہیں کرتے لیکن تیسرے روز میں ان دونوں سے بیزاری کرتا ہوں''۔

لوگوں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کا قول ظالم کے بارے میں صحیح ہے لیکن مظلوم کے بارے میں آپ کس وجہ سے بیزاری کرتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج۴، ص۵۴۹۔

۲۔ خصال شیخ صدوق، ج۱، ص۲۲۔

"مابال المظلوم لا يصير الى الظالم؟ فيقول :أنا الظالم حتىٰ يصطلحا".(۱)

"مظلوم کو کیا ہو گیا ہے کہ ظالم کے پاس نہیں جاتا اور اس سے نہیں کہتا: میں نے تجھ پر ستم کیا ہے، اور اس گناہ کو اپنے گردن پر لے لے تا کہ مومنوں کے درمیان صلح وصفائی ہو جائے"۔

## داخلی روابط کے اصول:

الف: امام علیہ السلام کی مطلق پیروی: امام معصوم جماعتِ صالحین کا ربانی رہبر ہوتا ہے، وہی ان کے تمام کاموں پر مکمل نظر رکھتا ہے. کوئی بھی منصوبہ بندی اور راستہ امام علیہ السلام کی طرف رجوع کئے بغیر اور امام علیہ السلام کے حکم کی پیروری کے بغیر شرعی حیثیت نہیں رکھتا. چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ایک روایت کی ضمن میں اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما نظر الله عزّ وجلّ إلىٰ وليّ له يجهد نفسه بالطاعة لإمامه والنصيحة إلّا كان معنا في الرفيق الاعلیٰ"(۲)

"جب خداوند عالم اپنے کسی نیک بندے کو دیکھتا ہے کہ اپنے امام کی اطاعت ونصیحت قبول کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو ایسا نیک بندہ بلند درجات میں ہمارے ساتھ ہوگا"۔

ب۔ قاعدۂ "حبّ فی الله و بغض فی الله": حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے جد بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ودّ المؤمن للمؤمن في الله من أعظم شعب الايمان، ومن أحبّ في الله، وأبغض في الله، وأعطىٰ في الله، ومنع في الله فهو من أصفياء الله "(۳)

"صرف رضائے الٰہی کے لئے ایک مومن کی دوسری مومن سے محبت ایمان کی سب سے بڑی نشانی ہے، جو شخص صرف خدا کی خوشنودی کے لئے کسی سے محبت کرے یا صرف اس کی رضا کے لئے کسی سے دشمنی کرے

---

۱۔ خصال شیخ صدوق، ج۱، ص۱۸۳۔ ۲۔ اصول کافی، ج۱، ص۴۰۴۔

۳۔ المحاسن، ص۲۶۳۔

یا اس کی رضا کے لئے کسی کو عطا کرے یا اس کی رضا کے لئے کسی کو محروم نہ کرے، تو ایسا شخص ''اوصیائے الٰہی'' میں سے ہے''۔

ج۔ خالصانہ محبت: اس جماعتِ صالحین کے دو بنیادی رکن محبت اور دوستی ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''واخلص مودتک للمؤمن''(۱)

''مومن سے دوستی میں خلوص سے کام لو''۔

د۔ دینی برادران کے حقوق کے لئے ایثار وقربانی کرنا: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''أشرف أخلاق الائمة والفاضلين من شيعتنا استعمال التقية و أخذ النفس بحقوق الاخوان''.(۲)

''ائمہ اور ہمارے بافضیلت شیعوں کا بہترین اخلاق یہ ہے: تقیہ پر عمل، اور دینی برادران کے حقوق کو زندہ کرنے کے لئے ایثار کرنا اور قربانی دینا''۔

ح۔ اجتماعی تعاون۔

ھ۔ نصرت اور پشت پناہی۔

ز۔ روابط میں استمرار۔

چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''ثلاثة من مكارم الدنيا والآخرة: أن تعفو عمّن ظلمک، وتصل من قطعک، و تحلم إذا جهل عليک''.(۳)

''تین چیزیں دنیا وآخرت کے لئے شرف ہیں: جس نے تجھ پر ظلم کیا اس کے ساتھ عفو وبخشش سے کام لینا، اور جس نے تجھ سے قطع تعلق کرلیا ہو اس سے تعلقات قائم کرنا، اور اگر کوئی جہل ونادانی کی وجہ سے تمہاری

---

۱۔ تحف العقول، ص۲۱۳۔ ۲۔ جامع الاخبار، ص۲۵۲۔

۳۔ تحف العقول، ص۲۱۴۔

بے عزتی کرے تو اس موقع [صبرو] بردباری سے کام لینا''۔

نیز امام علیہ السلام نے فرمایا:

''إنّ المؤمن أخ المؤمن لا يشتمه ولا يحرمه ولا يسيء به الظن''.(۱)

''مؤمنین، آپس میں ایک دوسرے کا بھائی ہیں جو؛ کبھی بھی ایک دوسرے کو گالی نہیں دیتا، کبھی ایک دوسرے کو محروم نہیں کرتا اور کبھی اس سے بدگمان نہیں ہوتا''۔

## ۲۔ دوسرے اسلامی گروہوں سے رابطہ

۱۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام علیہ السلام کی سیرت ہمیشہ یہ رہی ہے کہ آپ دوسرے عام مسلمانوں کے ساتھ وسیع القلبی کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے اگر چہ وہ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت و امامت کے معتقد نہیں تھے، لیکن وہ ان کے دشمنوں کے دائرے میں بھی نہیں تھے، اسی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب بھی بہت سے مسلمانوں سے وسیع پیمانے پر رابطہ رکھتے تھے۔

۲۔ دشمنان اہل بیت سے منفی روابط: اہل بیت علیہم السلام کے دشمن گروہ سے رابطہ کے سلسلہ میں غالباً جماعتِ صالحین پیش پیش تھی اسی طرح صاحبان بدعت، اہل غلو، اور ظالم حکومت کے عہدہ دار سبھی دشمنان اہل بیت شمار ہوتے تھے۔

لیکن ان سے قطع تعلق اور دشمنی شرائط اور حالات کے پیش نظر ہوتی تھی اور جب منفی روابط کے لئے حالات مناسب نہیں ہوتے تھے تو ایسے موقع پر امام علیہ السلام کی نظر کے مطابق اس گروہ سے جو رابطہ رکھا جاتا تھا وہ تقیہ کی بنا پر ہوتا تھا، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک روایت کے ضمن میں فرمایا:

''صانع المنافق بلسانک''.(۲)

''منافق سے رابطہ کے وقت [صرف] زبانی طور پر رابطہ رکھو''۔

۳۔ عام مسلمانوں کی امور میں [ظاہری] شرکت، ایسے امور ہیں جن میں عام مسلمانوں اور جماعتِ

---

۱۔ تحف العقول، ص ۲۱۶۔ ۲۔ تحف العقول، ص ۲۱۳۔

صالحین کی مصلحت ہوتی تھی ان میں ان سے رابطہ رکھا جاتا تھا جو خود ایک مطلوب عمل ہے، جو اہل بیت علیہم السلام کی وابستگی کے لئے نقصان دہ بھی نہیں تھا۔

### ۳۔ اہل ذمہ سے روابط

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے صالح جماعت کیلئے معین فرمایا کہ کس طرح اہل ذمہ سے رابطہ رکھا جائے، جس کی بنا پر آپس میں امن وسلامتی کی زندگی گزاریں اور ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی نہ کریں.

چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"...فإذا قبلوا الجزية على أنفسهم حرم علينا سبيهم، وحرمت أموالهم وحلّت لنا مناكحهم". (۱)

"جس وقت وہ جزیہ کو قبول کرلیں تو پھر ان کو اسیر کرنا حرام ہے اور اسی طرح ان کا مال ہم [مسلمانوں] پر حرام ہے اور ان سے نکاح کرنا جائز ہے"۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"ما من رجل أمن رجلاً علىٰ ذمة ثمّ قتله إلاّ جاء يوم القيامة يحمل لواء الغدر". (۲)

"اگر کوئی [مسلمان شخص] اپنے ذمہ کسی کی پناہ کو قبول کرلے لیکن پھر اس کو قتل کردے تو وہ روز قیامت عہد شکنی کا پرچم اٹھائے محشور ہوگا"۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے اہل ذمہ کے مال پر ناجائز طریقہ سے دست درازی یا ان کے مال کو غصب کرنا یا ان کے مال کو چوری کرنا اسی طرح ان کے ساتھ معاملہ میں دھوکہ بازی کو حرام قرار دیا ہے۔ (۳)

اس طرح امام علیہ السلام نے ان کے شرعی اور شہری احکام نیز قضاوت ومیراث کے احکام کو محترم قرار دیا

---

۱۔ تحف العقول، ص ۲۱۰، البتہ مکتب اہل بیت علیہم السلام کے علماء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ اہل ذمہ سے جو نکاح جائز ہے وہ وقتی نکاح یعنی متعہ ہے۔

۲۔ اصول کافی، ج ۵، ص ۳۱۔

۳۔ اصول کافی، ج ۵، ص ۵۶۸۔

ہے یہاں تک کہ وہ اسلامی شریعت کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔(۱)

۴۔ کفار سے رابطہ

ہمیشہ کفار سے رابطہ بنیادی اصل اور قاعدہ برائت (بیزاری) کی بنا پر ہوتا تھا، کیونکہ یہ وہی قاعدہ ہے جو اسلام وکفر کے درمیان حدّ فاصل کو معین کرتا ہے. پس کفار کی کسی طرح کی مدد اور تعاون جائز نہیں ہے، اور مسلمانوں کے لئے ان کی کسی طرح کی پشت پناہی جائز نہیں ہے۔

برائت و بیزاری کے لئے ضروری ہے کہ کفار کے مقابل مقاومت کی جائے بلکہ ضرورت کے وقت ان کا مقابلہ کیا جائے، اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے شیعوں کو کفار سے جنگ کرنے کے لئے دوسرے مسلمانوں کو اسلحہ فروخت کرنے کی اجازت دیتے تھے، یہاں تک کہ اگر اسلحہ خریدنے والے اہل بیت علیہم السلام کے دشمن ہوں، کیونکہ امام علیہ السلام کی نظر اس بات پر ہوتی تھی کہ اس کام سے دونوں کا مشترک دشمن نابود ہوتا ہے اور اسلامی حکومت کے لئے خطرہ بھی ٹل جاتا ہے۔

## ساتویں: امام محمد باقر علیہ السلام اور جماعتِ صالحین کا حفاظتی نظام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اصحاب اور جماعتِ صالحین کے لئے ایک خاص حفاظتی نظام تیار کیئے ہوتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ اپنے صالح اصحاب اور ارکان کو قتل و غارت سے محفوظ رکھ سکیں. تاکہ اصلاحی تحریک کے افراد آزاد طریقہ سے اپنی ذمہ داری پورا کرسکیں. چنانچہ یہ احتیاط اور حفاظتی مسائل کی رعایت کی وجہ سے شریعت کی حفاظت، عقیدہ کی سلامتی اور معاشرہ میں اسلامی اقدار کو صحیح وسالم باقی رکھیں، کیونکہ اگر اس صالح جماعت کے حفاظتی نظام میں ایک چھوٹا سا خلل بھی پیدا ہو جائے تو ایسے افراد کے قتل، اسیر یا شہر بدر ہونے کا سبب بن جاتا تھا جو معاشرہ میں کافی اثر ورسوخ رکھتے تھے. اور جس کے نتیجہ میں منحرف لوگوں کے لئے ایک بہترین موقع مل جاتا تاکہ اپنی فکر ونظر اور عقائد کو معاشرہ میں پھیلائیں، اور معاشرہ کے ماحول میں بدنظمی پھیلا کر لوگوں میں خوف واضطراب کے حالات پیدا کردیں. کیونکہ اہل بیت علیہم السلام سے

---

۱۔ وسائل الشیعۃ، ج ۲۶، ص ۳۱۹۔

وابستہ صالح جماعت سے میدان کو خالی پاکر وہ لوگ میدان عمل کو د پڑیں۔

اس حفاظتی نظام کو اہمیت دینے کی وجہ سے رہبری کی بقا بھی وابستہ تھی وہ رہبری جو امام معصوم علیہ السلام میں جلوہ گر ہوتی تھی، تا کہ ان کے درمیان رہبری کا وجود رہے اور ان کی تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت نیز احکام دین اور احکام شریعت کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری پوری کرسکیں۔

چنانچہ یہ حفاظتی نظام مخصوص نشانیاں اور صفات کا حامل تھا جن میں چند درج ذیل چیزوں کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔تقیہ

تقیہ، مثبت آثار کی وجہ سے جماعتِ صالحین کے لئے ایک جائز کام تھا جس کے ذریعہ معاشرہ کی اصلاح آسانی کے ساتھ انجام پاتی تھی، اور جس کی وجہ سے حکومت وقت بھی ان لوگوں پر اپنا دباؤ کم رکھتی تھی۔

تقیہ کے بہت سے مقامات ہوتے ہیں جو صالح جماعت یا بعض لوگوں کے لئے ان کی طاقت اور کمزوری کے لحاظ سے درپیش حالات یا حکومت وقت کی طرف سے امام باقر علیہ السلام کی نسبت سیاست کے لحاظ سے بدلتے رہتے تھے۔

تقیہ کے سلسلہ میں بنیادی قاعدہ حضرت امام باقر علیہ السلام کا وہ قول ہے جس میں آپ نے فرمایا:

''التقيّة في كل ضرورة''۔(۱)

''تقیہ ہر ضرورت کے وقت واجب ہے''۔

لہٰذا تقیہ پر عمل کرنے کے سلسلہ میں کہ تقیہ کہاں واجب ہے یا کہاں مستحب ہے یا کتنی دفعہ انسان تقیہ کرسکتا ہے ان سب چیزوں کو ''ضرورت اور حالات'' طے کرتے ہیں۔

اور چونکہ تقیہ کا مقصد خون کی حفاظت ہے، اور ان مقامات پر جان کو محفوظ رکھنا جن میں جان دینا ضروری نہ ہو، یا اس میں اصلاحی فوائد نہ پائے جاتے ہوں، لہٰذا اگر تقیہ کا مقصد پورا نہیں ہو رہا ہے تو تقیہ واجب نہیں ہے۔

---

۱۔بحار الانوار، ج۷۲،ص۳۹۹۔

حضرت امام باقر علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"إنما جعلت التقية ليحقن بها الدماء، فاذا بلغ الدم فلا تقيّة".(۱)

''تقیہ اس وجہ سے قرار دیا گیا ہے تا کہ خون بہنے سے حفاظت کی جا سکے، لیکن جب خون بہنے کی حد تک مسئلہ پہنچ جائے تو پھر تقیہ نہیں ہے''۔

تقیہ کے لئے درج ذیل مقامات کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے:

الف۔ اگر دین اسلام کا ماننے والا کسی غیر اسلامی معاشرہ میں زندگی بسر کرتا ہے جو مسلمانوں سے جنگ اور اختلافات کر رہا ہے تو اس موقع پر اپنے اعتقادات کو مخفی رکھا جائے۔اسی طرح اگر اہل بیت علیہم السلام کے مذہب کا ماننے والا کسی ایسے معاشرہ میں زندگی بسر کر رہا ہے جس میں دشمن اہل بیت زندگی کر رہے ہیں جو اہل بیت علیہم السلام سے منسوب یا ان سے وابستہ یا ان کے عقائد کو رائج کرنے والے کی جان و مال کو حلال جانتے ہوں تو ایسے موقع پر اپنے عقیدہ کو چھپانا چاہئے۔

یا ایسے موقع پر کہ جب اس عقیدہ کا ظاہر کرنا معاشرہ میں اس کی شخصیت کو مجروح کر رہا ہو یا جس کے بعد معاشرہ میں اس عقیدہ کے اظہار سے اس کے قول وفعل کو قبول نہ کیا جا رہا ہو، خلاصہ یہ کہ معاشرہ کی اصلاح میں ایسے شخص کے سامنے رکاوٹ بن رہی ہو تو ایسے موقع پر تقیہ کرنا واجب ہے۔

ب۔ احکام شرعی کو مخفی رکھنا اگر کسی اہم نقصان کا سبب بن رہے ہوں۔

ج۔ سیاسی نظریات کو مخفی رکھنا۔

د۔ سیاسی اسرار کو مخفی رکھنا۔

ھ۔ ان منصوبہ بندی اور پروگراموں کو مخفی رکھنا جو معاشرہ کی اصلاح اور اس میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔

ان تمام موارد میں کبھی تو ان چیزوں کو چھپا کر اور کبھی [ظاہری طور پر] ان چیزوں کے برخلاف کام انجام دے کر تقیہ کیا جاتا ہے۔

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۳۹۹۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے کہ تقیہ نام ہے مخالفین یا جماعت صالحین کے دشمنوں سے ایسے برتاؤ کیا تا کہ انسان ان کی دشمنی اور آزار واذیت سے بچ جائے اور معاشرہ کی اصلاح میں پیدا ہونے والی رکاوٹوں کو دور کر سکے۔

اس بنا پر تقیہ ایک ایسی میانہ روی ہے جو دو ناپسند حالتوں کے درمیان ہوتی ہے، ایک معاشرہ سے دور ہونا اور اصلاحی میدان سے دور ہونا، اور دوسرے براہ راست آمنے سامنے مقابلہ کرنا. کیونکہ بہت سے موقع پر تقیہ سے کام نہ لیے سے ان دو حالتوں میں سے ایک حالت پیش آتی ہے، اور دونوں صورتوں میں مومن شخص اپنی اجتماعی زندگی کے اہداف تک نہیں پہنچ سکتا، اور کبھی کبھی تقیہ پر عمل نہ کرنا اصلاحی کارکردگی کے ختم ہونے یا تھک کر ہار کر بیٹھ جانے کا سبب بنتا ہے اور آخر کار انسان راہ مستقیم کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستے پر چلنے لگتا ہے۔

معاشرہ سے دور ہونا یا معاشرہ میں مطرود ہونا بعض اوقات غلو جیسے جال میں پھنسنے یا ''فرقہ باطنی'' کی طرف رجحان کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ ''فرقہ اسماعلیہ'' کے لئے اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔

اسی طرح حاکم وقت اور اس کے نظام سے براہ راست مقابلہ میں سخت کاروائیوں، یا مکاریوں اور گمراہ کن چالوں کے سامنے کمزوری کا احساس ہوتا تھا، جبکہ جماعت صالحین جنگ کرنے اور براہ راست مقابلہ کرنے کی تیاری بھی نہیں رکھتی تھی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے قاعدہ تقیہ پر تاکید کرتے ہوئے اپنے اصحاب کی صالح جماعت کی حفاظت کی. اور اس جماعت کی عوامی طاقت میں بڑھاوا دیا اور اس جماعت میں بعض نئی چیزوں کے ذریعہ اس کو مضبوط کیا. اسی طرح اہل بیت علیہم السلام کے علم کو معاشرہ میں نشر کیا جس سے معاشرہ میں مکارم اخلاق اور فضیلت کی نشر واشاعت ہوئی، بغیر اس کے کہ حاکم وقت کو امام علیہ السلام کے قتل، یا قید کرنے کا موقع مل سکے یا آپ کو تعلیمی فرائض اور شیعوں سے ملاقات کے لئے روک سکے۔

تقیہ کا مسئلہ کبھی تو خاص مسائل تک پہنچ جاتا تھا یہاں تک کہ بعض لوگ تو اس بات کے لئے مجبور ہو جاتے تھے کہ اپنے کو دیوانہ ظاہر کر کے اپنی جان محفوظ کر لیں، اور جس جماعت سے وہ وابستہ ہیں اس کو بھی دشمن کے خطرہ سے محفوظ کر لیں. اگر چہ ایسا موقع بہت ہی کم پیش آیا ہے، جس کا نمونہ صرف جناب جابر بن یزید

جعفی ہیں جنہیں امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک خط لکھ کر ان کو ایسا حکم دیا تھا. اور جب امام علیہ السلام کا خط جابر کو ملا اور وہ شہر کوفہ میں وارد ہوئے تو کسی نے بھی ان کو خوشی کے عام اور ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، وہ اپنے کو دیوانہ ظاہر کرتے تھے. چنانچہ امام باقر علیہ السلام کے خط کو چند ہی روز گزرے تھے کہ ہشام بن عبد الملک کا خط حاکم کوفہ کے پاس پہنچا جس میں جابر بن یزید جعفی کے قتل کا حکم دیا گیا تھا، لیکن جیسے ہی حاکم کوفہ نے ان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو ان کو جنون اور دیوانگی کی حالت میں دیکھا جس کی بنا پر اس نے ان کے قتل کا منصوبہ ترک کر دیا۔(۱)

## ۲۔ اسرار کو مخفی رکھنا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کے زمانہ کے حالات کے پیش نظر ضروری تھا کے اسرار کو مخفی رکھا جائے، یہاں تک کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے:

"أكتموا أسرارنا ولا تحملوا الناس على أعناقنا".(۲)

''ہمارے اسرار کو مخفی رکھو اور لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار نہ کرو [کہ وہ ہمارے قتل کے درپہ ہو جائیں]۔

اس نکتہ کے پیش نظر کہ یہ جماعت صالحین همیںہ دوسرے گروہوں اور حفاظتی اداروں کے تحت نظر تھی جو ہمیشہ ان کی کارکردگی اور ان کے کاموں پر نظر رکھے ہوئے تھے، اور ہمیشہ کسی موقع کی تلاش میں رہتے تھے تاکہ اس گروہ کے عقیدہ، رفتار و گفتار کی خوبیوں کو لوگوں کے سامنے بُرے انداز میں پیش کریں، اور معاشرہ میں ان کے کردار کو محدود اور غیر موثر کریں. اسی وجہ سے خاص طور پر اس جماعت کے لئے ضروری تھا کہ اسرار کو مخفی رکھیں. چاہے وہ اسرار اہل بیت علیہم السلام کے فضائل کے سلسلہ میں ہوں جن کو مخالفین کی عقل سننے اور سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی، یا اس صالح گروہ سے متعلق اسرار ہوں کہ ان کی تعداد کتنا ہے، یا مال و دولت کتنی ہے یا ائمہ کے وکلا اور ان پیش پیش رہنے والوں کے نام کیا کیا ہیں جو معاشرہ میں کے حالات میں مثبت تاثیر رکھتے تھے، یا وہ اسرار روابط اور ملاقاتوں کے حوالہ سے ہوں، اسی طرح وہ سیاسی اسرار جو معاشرہ

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۸۳۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۲۲۵۔

کی اصلاح اور اس میں تبدیلی لانے کے لئے طے کئے جا چکے ہیں، یا تحریک شروع کے منصوبوں سے متعلق اسرار ہوں، یا اس طرح کے دوسرے اسرار ہوں۔

اس بنا پر امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اہم منصوبوں کو بہت ہی مخفی طور سے انجام دیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر جب سلاطین وقت کے پاس جانے اور ان کی مدد کرنے کو حرام قرار دیا تو اس حرمت کو محدود طور پر نشر کیا، صرف آپ کے قریبی اصحاب کو اس بات کی خبر ہوئی ان کے علاوہ کوئی خبردار نہیں ہوا۔

قیام زید کے لئے امام محمد باقر علیہ السلام کی منصوبہ بندی اور اس پر عمل اس طرح سے کیا کہ حکومت وقت کو بالکل خبر تک نہ ہوئی بلکہ جماعتِ صالحین کے بہت سے افراد بھی اس مسئلہ سے باخبر نہیں ہوئے۔۔ امام علیہ السلام صرف زید کی شخصیت کی مدح و تعریف پر اکتفاء کرتے تھے، تا کہ اس طرح بالواسطہ ان کی تائید ہو جائے اور لوگوں کی نظریں ان کی طرف متوجہ ہو جائیں، اور وہ آئندہ قیام کے لئے تیار ہو جائیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام ایک محدود دائرہ میں اور صرف اپنے بعض اصحاب کے سامنے جناب مختار کی تعریف و توصیف فرماتے تھے اور ان کو اہل بیت علیہم السلام کے دوستداروں میں سے مانتے تھے اور ان کے قیام کی تائید فرماتے تھے۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام صرف ان مخصوص افراد کہ جن پر اعتماد اور اطمینان رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ لوگ صرف مناسب موقع پر ہی اسرار کو آشکار کریں گے؛ کے سامنے اپنے بعد امام صادق علیہ السلام کی امامت کے بارے میں بیان فرماتے تھے۔

## ۳۔ حکّام وقت کے ساتھ میانہ روی سے کام لینا

اہل بیت علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت ظالم و جابر حکّام سے قطع تعلق کرنا ہے، اور امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے صالح گروہ کو اس بات کی مزید تاکید فرمائی کہ ظالم و ستمگر حکّام سے کسی بھی طرح کا رابطہ نہ رکھے کیونکہ ستمگر سے رابطہ کا نتیجہ درج ذیل چیزوں میں ظاہر ہوتا ہے:

الف۔ ستمگر میں استحکام اور اس کے حکومتی عہدہ داروں کی مدد و نصرت۔

ب۔ معاشرہ میں انحراف اور کج روی کا بڑھنا کیونکہ وہ اپنی منحرف چیزوں سے لگاؤ رکھتے تھے۔

ج۔ ظالم وستمگر حاکم سے رابطہ رکھنے والوں کا اس سے متاثر ہونا کیونکہ بعض اوقات ظالم وستمگر حکّام لوگوں کو مال و دولت، عہدہ، مقام اور اجتماعی منزلت کا لالچ دے کر مختلف حیلہ بازی اور مکاریوں سے پیش آتے ہیں، چنانچہ ان چیزوں کے ذریعہ شیعہ جماعت کے رابطہ کی صورت میں صالح جماعت سے دور کرنے کا خطرہ پایا جاتا تھا چاہے ایک مدت کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

د۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک وہ شخص جو صالح گروہ سے وابستہ تھا لیکن ستمگر حاکم سے رابطہ کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ اس گروہ کا دشمن بن جاتا تھا۔

اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس گروہ کے تمام افراد کو ستمگر حاکم کے ارکان وعہدہ داروں سے قطع تعلق کرنے کا حکم دے رکھا تھا(۱)، اور اس سلسلہ میں مزید تاکید فرمائی کہ گروہ صالح کے افراد کا ستمگر نظام میں آمد و رفت اور ان کے ساتھ تعاون کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جنت کو پسند نہیں کرتا اسی وجہ سے ان کے اعمال میں شریک رہتا ہے۔

عقبہ بن بشیر اسدی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں عرض کیا: میں اپنی قوم میں ایک بلند و بالا اجتماعی حیثیت رکھتا ہوں، ہمارے قبیلہ کا ایک نمائندہ حکومت میں تھا، لیکن اس کا انتقال ہوگیا ہے، چنانچہ میرے قبیلہ والے یہ چاہتے ہیں کہ اس کی جگہ مجھے حکومت میں اپنے نمائندہ کی حیثیت سے بھیج دیں. اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

”فإن کنت تکره الجنة و تبغضها، فتعرّف علی قومک، یأخذ سلطان جائر بامریءٍ مسلم یفسک دمه، فتشرکهم فی دمه، و عسیٰ أن لا تنال من دنیاهم شیئاً“.(۲)

”اگر تم جنت کو پسند نہیں کرتے اور اس سے نفرت رکھتے ہو، تو پھر اپنی قوم سے کہو، تاکہ وہ تمھیں نمائندہ بنا کر حکومت میں بھیج دے، اور جب وہ ظالم وستمگر حاکم کسی مسلمان کو قتل کرے گا تو تم بھی اس کے خون میں شریک رہنا، اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ تمہیں اس کی طرف سے کوئی مال و دولت بھی نہ مل سکے“۔

---

۱۔ کفایۃ الاثر، ص ۲۵۱۔ ۲۔ رجال الکشی، ص ۲۰۴۔

اگر چہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ظالم و جابر حکّام سے قطع تعلق کرنے کا حاکم دے رکھا تھا لیکن اس کے باوجود بھی بعض مواقع پر اسلام کے مصلحت کی خاطر آپ نے ستمگر کے ساتھ تعاون کی اجازت دی، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ظالم حکومت کو دشمنان اسلام (کفار) سے مقابلہ کی صورت میں اسلحہ فروخت کرنے یا کرایہ پر اسلحہ لے جانے کو جائز قرار دیا، امام علیہ السلام اپنے اس کام میں ایک دوسرا مقصد بھی رکھتے تھے وہ یہ کہ جب ستمگر حاکم اس تعاون کو دیکھے گا تو گروہ صالح کی نسبت اس میں اعتماد اور حسن ظن پیدا ہوگا۔(۱)

اگر ستمگر حاکم، امام محمد باقر علیہ السلام کو ملاقات کے لئے بلاتا تھا تو امام علیہ السلام انکار نہیں کرتے تھے. اسی طرح اپنے اصحاب کو بھی اس کام سے نہیں روکتے تھے تا کہ اس کام کے ذریعہ ان کی امنیت اور سلامتی محفوظ رہے، کیونکہ اگر اس حاکم کے اس حکم کی مخالفت کی جائے تو پھر اس سے یہ واضح ہو جاتا کہ یہ لوگ مجھ سے راضی نہیں ہیں بلکہ حکومت سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔

اسی طرح امام علیہ السلام اپنے اصحاب اور جماعت صالحین کو ستمگر حکام اور کفار کے درمیان ہونے والی مختلف جنگوں میں شرکت کرنے سے نہیں روکتے تھے۔

## ۴۔مختلف مرتبوں کی رعایت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے تعلیمات اور احکام میں اسی طرح جماعتِ صالحین اپنی جد جہد اور مختلف کاموں میں معاشرہ کے مختلف لوگوں کے عقل وشعور اور بیداری لحاظ سے پائے جانے والے مختلف استعداد [درجوں] کی رعایت کیا کرتے تھے، تا کہ ان کے استعداد کے لحاظ سے ہی ان کے لئے احکام وعقائد بیان کئے جائیں۔

جناب سدیر سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''إنَّ المؤمنين على منازل، منهم على واحدة، ومنهم على اثنين، ومنهم على ثلاث، ومنهم على اربع، ومنهم على خمس، ومنهم على ست، ومنهم على سبع، فلو ذهبت

---

۱۔اصول کافی، ج۵، ص۱۱۲۔

تحمل علی صاحب الواحدة ثنتین لم یقوَ، وعلی صاحب الثنتین ثلاثاً لم یقوَ، وعلی صاحب الثلاث اربعاً لم یقوَ...".(۱)

''مومنین [استعداد کے لحاظ سے] مختلف مرتبے اور درجے رکھتے ہیں، بعض پہلے درجے پر، بعض دوسرے درجے پر، بعض تیسرے درجے پر، بعض چوتھے درجے پر، بعض پانچویں درجے پر، بعض چھٹے درجے پر، اور بعض ساتویں درجے پر، ہیں. لہٰذا اگر پہلے درجے والے کو دوسرے درجے کی ذمہ داریاں اور فرائض انجام دینے کے لئے کہا جائے تو وہ اس کو برداشت نہیں کر پائے گا، اسی طرح اگر دوسرے درجے والے کو تیسرے درجے کی فرائض انجام دینے کی ذمہ داری سونپ دی جائے یا تیسرے درجے والے کو چوتھے درجے کی ذمہ داری دیدی جائے تو وہ اس کو برداشت نہیں کرسکتا''۔

اہل بیت علیہم السلام کے فضائل اور کرامات سے متعلق اسرار، یا دیگر سیاسی اسرار سے لوگوں کو باخبر کرنا بھی اسی طرح ہے، امام محمد باقر علیہ السلام ہر انسان کو اس کی عقلی، بدنی اور قلبی طاقت کے لحاظ سے اسرار سے آگاہ کرتے تھے۔

## آٹھویں: امام محمد باقر علیہ السلام اور جماعتِ صالحین کے لئے اقتصادی نظام

امت یا کسی بھی گروہ کی ہر تحریک ترقی، ثبات، تکمیل اور مشکلات سے مقابلہ کرنے کی طاقت کے لئے اقتصادی مسئلہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے تاکہ وہ کام ترقی کرتا ہوا اپنے مقصد تک پہنچ جائے. اصول بقا کی بنیاد پر تمدن کی بنا اور معاشرہ کی تربیت کے لئے اقتصاد ایک بنیادی مسئلہ ہوتا ہے. اسلام کے مقاصد بھی (چاہے وہ فوری ہوں یا طولانی مدت والے) اقتصادی اور پیسہ کی مدد کے بغیر آگے نہیں بڑھتے ہیں، کیونکہ مال اور پیسہ ہی اقتصاد کی شہ رگ قرار دیا جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے جماعتِ صالحین کے لئے جو رہنمائی فرمائی اور احکام بیان کئے ہیں ان سے مقاصد کی تکمیل اور نظام کے استحکام کے لئے مال اور سرمایہ کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے چنانچہ امام علیہ السلام اس سلسلہ میں بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے جیسا کہ آپ نے فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۴۵۔

"...وهي الدنانير والدراهم خواتيم الله في أرضه، جعلها مصلحة لخلقه، وبه تستقيم شؤونهم ومطالبهم".(۱)

"درہم و دینار زمین میں خداوند عالم کی مہریں ہیں، جن کو خداوند عالم نے اپنی مخلوق کی مصلحت کے لئے قرار دیا ہے اوران کی زندگی کے امور انھیں درہم و دینار سے حل ہوتے ہیں"۔

## اقتصادی اسباب کی اہمیت پر تاکید

اس طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ معاشرہ کے افراد کو رزق و روزی حاصل کرنے اور دوسروں کی محتاجی ہونے سے بچنے کے لئے کام اور کاروبار کے سلسلہ میں بہت تاکید اور ترغیب فرماتے تھے. امام علیہ السلام ہمیشہ سبھی کو تجارت، زراعت، صنعت گری اور دوسرے فنون حاصل کرنے کی تشویق و ترغیب دلاتے تھے. یہاں تک کہ خود امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ کام میں مشغول رہتے تھے، اور کام کرنے اور درآمد حاصل کرنے کو خداوند عالم کی اطاعت اوراس کی بندگی شمار کرتے تھے. حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"محمد بن منکدر ہمیشہ کہتے تھے: میں ہمیشہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ معاشرہ میں حضرت علی بن حسین امام سجاد علیہ السلام کا جانشین ان سے بہتر نہیں ہوگا، یہاں تک کہ میں نے ان کے فرزند ارجمند حضرت محمد بن علی امام باقر علیہ السلام کی زیارت کی. اور [چونکہ ان کی معرفت اور شناخت نہیں رکھتا تھا] ان کے پاس وعظ و نصیحت کرنے کے لئے گیا، لیکن خود امام مجھ کو موعظہ اور نصیحت کرنے لگے، محمد بن منکدر کے دوستوں نے ان سے کہا: محمد بن علی [امام باقر علیہ السلام] نے تمھیں کیا نصیحت کی؟ تو محمد بن منکدر نے جواب میں کہا: میں گرمیوں کے موسم میں گرمی کے وقت مدینہ کے اطراف واکناف میں گیا، اس موقع پر ابو جعفر محمد بن علی [علیہ السلام] جو کہ صحت اور تندرستی کے لحاظ سے صحیح و سالم تھے، دو سیاہ فام غلاموں کے سہارے گھڑے ہوئے ہیں. میں نے دل ہی دل میں کہا: سبحان اللہ، خاندان قریش کی عظیم شخصیت کو ایسی گرمی کے وقت اس رال میں دنیا طلبی میں مشغول دیکھ رہا ہوں، خدا کی قسم ان کو جا کر نصیحت کرتا ہوں، چنانچہ میں ان کے نزدیک

---

۱۔ امالی شیخ طوسی، ج ۲، ص ۱۲۳۔

گیا اور سلام عرض کیا. انھوں نے بھی اس حال میں جوابِ سلام دیا کہ وہ پسینہ سے شرابور ہیں. میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: خداوند عالم آپ کو جزائے خیر دے، بزرگان قریش میں سے ایک بزرگ ہستی اس قدر گرمی کے عالم میں اس طرح دنیا طلبی میں مشغول ہے؟ اگر ایسے موقع پر آپ کی موت آ جائے تو کیا کیجئے گا؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

''لو جاء ني الموت وأنا على هذه الحالة جاء ني وانا في طاعة من طاعة الله عزّ وجلّ؛ اكفُّ بها نفسي وعيالي عنک وعن الناس، وإنما كنت أخاف أن لو جاء ني الموت و أنا على معصية من معاصي الله''

''اگر میری موت اسی عالم میں آ جائے تو یہ ایسی حالت میں موت آنا ہے کہ جب میں اطاعت خدا اور اس کی بندگی میں مشغول ہوں؛ کیونکہ میں اس کام سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کو لوگوں اور تجھ جیسے افراد سے بے نیاز کرنا چاہتا ہو. لیکن اگر میری موت اس عالم میں آئے کہ جب میں گناہ کر رہا ہوں تو واقعاً میں اس عالم میں موت آنے سے ڈروں گا''۔

[یہ سن کر] میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: آپ نے صحیح فرمایا خدا آپ پر رحمت کرے، میں چاہتا تھا کہ آپ کو نصیحت کروں لیکن آپ نے تو مجھے نصیحت فرمائی۔(۱)

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے آباء واجداد کی سیرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سبھی کو کار وکوشش اور طلب روزی کے لئے شوق ورغبت دلاتے تھے، چنانچہ امام علیہ السلام سے منقول ہے:

''إنَّ رجلا لقيَ امير المؤمنين (عليه السلام) وتحته وسق من نوى، فقال له: ما هذا يا ابا الحسن تحتک؟ فقال: مائة عذق إن شاء الله، فغرسه فلم يغادر منه نواة واحدة''.(۲)

''ایک شخص حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں آیا، آپ ایک کھجور کی گٹھلیوں کی بوری پر بیٹھے

---

۱۔ اصول کافی، ج ۵، ص ۷۳ تا ۷۴۔

۲۔ اصول کافی، ج ۵، ص ۷۵۔

ہوئے تھے، اس نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: یا ابوالحسن! اس بوری کے اندر کیا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: انشاء اللہ سو درخت ہیں، چنانچہ امام علیہ السلام نے ان تمام سو گھٹلیوں کو زمین میں بویا، اور ان میں سے کوئی بھی بے کار نہیں گئی، [یعنی تمام گٹھلیاں درخت بن گئیں].

امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ اپنے اصحاب اور دوستوں کو اپنے مفید کاموں میں کاہلی اور سستی سے منع کرتے رہتے تھے، اور اس بات پر زور دیتے رہتے تھے کہ جو شخص دنیا میں کاہلی اور سستی سے کام لیتا ہے وہ طلب آخرت میں بھی سستی اور کاہلی سے کام لیتا ہے، چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"إنّي لأبغض الرجل - أو أبغض للرجل - أن يكون كسلاناً عن أمر دنياه، ومن كسل عن أمر دنياه، فهو عن أمر آخرته اكسل".(۱)

"میں اس شخص سے نفرت کرتا ہوں جو طلب دنیا اور رزق وروزی حاصل کرنے میں سستی اور کاہلی سے کام لے، کیونکہ جو شخص دنیاوی امور میں سستی سے کام لیتا ہے وہ آخرت کے لئے تو بہت زیادہ سستی اور کاہلی سے کام لے گا"۔

امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ اس مطلب کو بیان کرتے رہتے تھے کہ رزق وروزی خداوند عالم کی جانب سے نازل ہوتی ہے اور خداوند عالم نے ہر شخص کی روزی روٹی معین کردی ہے. لیکن انسان پر واجب ہے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے سعی وکوشش کرے. چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"ليس من نفس إلاّ وقد فرض الله عزّ وجلّ لها رزقاً حلالاً يأتيها في عافية، وعرض لها بالحرام من وجه آخر، فإن هي تناولت شيئاً من الحرام قاصّها به من الحلال الذي فرض لها، وعند الله سواهما فضل كثير، وهو قوله عزّ وجل: ﴿واسألوا الله من فضله﴾.(۲)...(۳)

---

۱۔ اصول کافی، ج۵، ص۸۵۔

۲۔ سورہ نساء، آیت ۳۲۔

۳۔ اصول کافی، ج۵، ص۸۰۔

"کوئی شخص ایسا نہیں جس کی حلال روزی خداوند عالم نے معین نہ فرمائی ہو جو اس کو عافیت اور سلامتی کی حالت میں پہنچتی ہے، اور وہی روزی دوسری صورت میں حرام طریقہ سے بھی اس تک پہنچتی ہے. لہٰذا اگر انسان اپنی روزی کو حرام طریقہ سے حاصل کرے تو اس کی حلال روزی کم کردی جاتی ہے. اور ان دونوں موارد کے علاوہ خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے لوگوں کے لئے بہت روزی رکھتا ہے، جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: "فضل خدا سے سوال کرو"۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے حرام طریقہ جیسے "غلول" (۱) کے ذریعہ مال حاصل کرنے سے نہی فرمائی ہے. جیسا کہ عمار بن مروان نے بیت المال میں خیانت کے ذریعہ درآمد حاصل کرنے کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے عمار کے جواب میں اس طرح فرمایا:

"کل شيء غلّ من الإمام فهو سحت، و أكل مال اليتيم و شبهة سحت والسحت أنواع كثيرة: منها أجور الفواجر، وثمن الخمر والنبيذ، والمسكر، والربا بعد البينة، فامّا الرُّشا في الحكم، فان ذلک الكفر بالله العظيم وبرسوله". (۲)

"ہر وہ چیز جو امام [حاکم برحق] سے چوری کی جائے اور یتیم کا شبہ والا مال کھانا اور اس طرح کا مال کھانا حرام ہے، اور حرام آمدنی کی بہت سے قسمیں ہیں، منجملہ: بدکار عورت کی اجرت، شراب، نبیذ [وہ شراب جو خرما اور جو سے بنی ہو] اور دیگر نشہ آور چیزوں کی قیمت، سود لیا، (اس کی حقیقت واضح ہونے کے بعد) فیصلہ میں کسی سے رشوت لینا خداوند عالم اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کا انکار کرنا اور کفر کی طرح ہے"۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے سود لینے سے منع کیا ہے کیونکہ سود میں دوسروں کے حقوق پر ظلم ہوتا ہے، اور دوستی اور بھائی چارہ کے تعلقات کمزور ہوتے ہیں، نیز دنیا میں تقویٰ و پرہیزگاری اور دوسروں کے ساتھ نیکی کرنے کا رجحان بھی انسان کے دل سے ختم ہوجاتا ہے. اسی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے

---

۱۔ غلول کے لغوی معنی غنائم جنگی کے تقسیم ہونے سے پہلے چوری کرنے کے ہیں جس کو آج کل دھوکہ دھڑی کے مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۲۔ اصول کافی، ج ۵، ص ۱۲۶۔

سود کی آمدنی میں سب سے خبیث اور بُری درآمد قرار دیا ہے، جیسا کہ آپ کا فرمان ہے:

''اخبث المکاسب کسب الربا''.(۱)

''سب سے خبیث اور ناپاک آمدنی سود کے ذریعہ حاصل ہونے والی آمدنی ہے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اصحاب اور چاہنے والوں کو ایسے حلال کام جوان کی شایان شان نہیں ہیں، جیسے حجامت بنانے وغیرہ کو پسند نہیں فرماتے تھے۔(۲)

## حصول رزق اور مکارم اخلاق میں اعتدال پسندی سے کام لینا

امام باقر علیہ السلام لوگوں سے بے نیاز ہونے اور اپنے اہل وعیال کو سیر کرنے کے لئے کاروکوشش اور حلال روزی کی طلب کو بلند مقاصد کو حاصل کرنے کا ایک مقدمہ شمار کرتے تھے، تا کہ اس کے ذریعہ ایسا شخص اپنے فرض کو پورا کرنے اور جن مقاصد کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے، نیز امانت الٰہی کا بار اٹھانے، سبھی لوگوں تک اس کو پہنچانے اور معاشرہ میں اس کے اصول وبنیادوں کو مضبوط کرنے جیسے بلند مقاصد میں کامیاب ہو.امام باقر علیہ السلام اپنے چاہنے والوں سے یہ چاہتے تھے کہ بلند ہمت اور کوشش کے ذریعہ معنوی اقدار اور روحانی مقامات حاصل کریں جو تمام مالی مسائل پر مقدم ہیں، اور بری باتوں سے پرہیز کریں، اور نفسانی پہلوؤں کو شکار کرنے کی فکر میں نہ رہیں، چنانچہ امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

''إنَّ أهل التقویٰ هم الاغنیاء، أغناهم القلیل من الدنیا، فمؤنتهم یسیرة... أخّروا شهواتهم ولذاتهم خلفهم''.(۳)

''بے شک اہل تقویٰ ہی دوسروں سے بے نیاز ہیں، وہ دنیا کی کم چیزوں پر دوسروں سے بے نیاز ہوجاتے ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جن کی زندگی کے اخراجات بہت ہی کم اور آسان ہیں...وہ ایسے لوگ ہیں جو اپنی خواہشات اور لذتوں کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں''۔

---

۱۔اصول کافی، ج۵،ص۱۴۷۔

۲۔اصول کافی، ج۵،ص۱۱۶۔

۳۔تحف العقول،ص۲۰۹۔

امام محمد باقر علیہ السلام اپنی ایک دعا کے ضمن میں انسان کے رزق و روزی حاصل کرنے اور اس سلسلہ میں لازمی حدود کی رعایت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں اور اس بات پر تاکید کرتے ہیں کہ رزق اور معنوی اقدار حاصل کرنے میں اعتدال باقی رہے، چنانچہ آپ کی دعا کے فقرات آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

"أسالک أللّٰھمَّ الرفاهية في معيشتي ما أبقيتني، معيشة اقویٰ بها علیٰ طاعتک، و أبلغ بها رضوانک، وأصير بها بمنّک الیٰ دار الحيوان، ولا ترزقني رزقاً يطغيني، ولا تبتلني بفقر أشقیٰ به، مضيّقاً عليّ، أعطني حظاً وافراً فی آخرتي، ومعاشاً واسعاً هنيئاً مريئاً في دنياي...".(۱)

پروردگارا! میں جب تک زندہ ہوں اس وقت تک رزق میں کشادگی [اور سکون] چاہتا ہوں تاکہ میری زندگی ایسی ہو کہ میں تیری اطاعت اور بندگی میں مستحکم رہوں، اور جس کے ذریعہ تیری رضا کے مقام تک پہنچ جاؤں، اور تیرے لطف و کرم کے واسطہ اور اس رزق کے ذریعہ ابدی منزل اور حیات ابدی تک پہنچ جاؤں، پالنے والے! مجھے ایسی روزی نہ دے جس کے ذریعہ میں طغیان کا شکار ہوجاؤں، اور مجھے اس فقر و ناداری میں مبتلا نہ کر جس سے بدبختی اور مشکل میں گرفتار ہوجاؤں، خدایا! مجھے آخرت میں شایان شان حصہ عنایت فرما، اور دنیا میں وسیع، گوارا اور آسان معاش عنایت فرما"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے جماعت صالحین کے لئے کام، کاروبار اور اقتصادی مسائل کی حدود کو بیان کیا تاکہ اس معیار کے ذریعہ یہ سمجھ سکیں کہ ہم دنیاوی امور میں کتنی توجہ کرتے ہیں اور آخرت کے لئے کتنا کام کرتے ہیں۔

چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"إنّا لنحبّ الدنيا ولا نؤتاها، وهو خير لنا، و ما أوتيَ عبد منها شيئاً إلّا كان أنقصُ لحظة في آخرة، وليس من شيعتنا من له مائة ألف ولا خمسون ألفاً ولا أربعون ألفاً، ولو شئت

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۹۴ ص ۳۷۹، طبع دوم، ج ۹۷ ص ۳۷۹۔

أن أقول: ثلاثون ألفاً لقلت، وما جمع رجل قط عشرة آلاف من حلّها".(۱)

''ہم دنیا کو عزیز رکھتے ہیں لیکن ہمیں دنیا نہیں دی گئی ہے، اور یہ ہمارے لئے بہتر ہے، کسی بندہ خدا کو دنیا دی نہیں گئی ہے، مگر یہ کہ اُخروی نقصان اس میں پایا جاتا ہے، اور [جان لو] کہ وہ شخص ہمارے شیعوں میں نہیں ہے جو ایک لاکھ، پچاس ہزار یا چالیس ہزار اور اگر تم چاہتے ہو تو کہوں، یہاں تک کہ تیس ہزار دینار جمع کرے. حالانکہ کوئی بھی شخص دس ہزار دینار سے زیادہ حلال طریقہ سے جمع نہیں کرسکتا''۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے سبھی کو خواہشات اور شہوات میں میانہ روی سے کام لینے پر تاکید فرمائی ہے، تاکہ یہ عمل انسان کا مقصد قرار نہ پائے، اسی وجہ سے امام علیہ السلام نے فرمایا:

"إذا شبع البطن طغی"(۲)

''جب انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر سرکشی پر تُل جاتا ہے''۔

اسی طرح آپ نے فرمایا:

"ما من شيء أبغض إلی الله عزّ وجلّ من بطن مملوء"(۳)

''خداوند عالم کے نزدیک کوئی بھی چیز بھرے پیٹ سے زیادہ مبغوض نہیں ہے''۔

## جماعتِ صالحین کے ذرائع آمدنی

### اول: زکوٰۃ

جماعتِ صالحین کے ذرائع آمدنی میں سے ایک زکوٰۃ ہے جو ایک مالی عبادت ہے، جس کے لئے خداوند عالم نے حکم دیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ بھوکوں کو پیٹ بھر دیا جائے اور برہنہ لوگوں کو کپڑا پہنایا جائے اور غریب محتاج لوگوں کی زندگی مناسب ہو جائے، نیز معاشرہ کے طبقاتی نظام میں اعتدال قائم ہو جائے،

---

۱۔ بحار الانوار، ج۹۶، ص۶۶، طبع دوم، ج۲۷، ص۶۶۔

۲۔ اصول کافی، ج۶، ص۲۷۰۔

۳۔ اصول کافی، ج۶، ص۲۷۰۔

اور اس کے ذریعہ مالی لحاظ سے طبقاتی نظام سے روک تھام کی جائے، تاکہ تمام مال و دولت خاص لوگوں کے پاس جمع نہ ہو جائے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے زکوٰۃ ادا کرنے کے سلسلہ میں بہت زیادہ ترغیب و تشویق کی ہے، اس سلسلہ میں آپ سے منقول روایت یہ ہے جس میں آپ نے فرمایا:

"فرض الله الزكاة مع الصلاة" (۱)

"خداوند عالم نے زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ واجب کیا ہے"۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے زکوٰۃ نہ دینے پر مرتب ہونے والے آثار کو بیان کیا ہے جیسے بندگان خدا سے برکت کا اٹھ جانا، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"وجدنا في كتاب علي (عليه السلام) قال رسول الله (ص): إذا منعت الزكاة منعت الأرض بركاتها". (۲)

"ہم نے کتاب علی (علیہ السلام) میں دیکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس وقت بندگان خدا زکوٰۃ دینے سے ممانعت کریں تو پھر زمین بھی اپنی برکتوں کو روک لیتی ہے"۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا انسان عالم آخرت میں عذاب خداوندی کا مستحق ہوتا ہے، امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"إنّ الله تبارک تعالیٰ يبعث يوم القيامة ناساً من قبورهم مشدودة ايديهم الى اعناقهم لا يستطيعون أن يتناولوا بها قيس أنملة، معهم ملائكة يعيّرونهم تعييراً شديداً، يقولون: هؤلاء الذين منعوا خيراً قليلاً من خير كثير، هؤلاء الذين أعطاهم الله، فمنعوا حقّ الله في أموالهم". (۳)

---

۱۔ اصول کافی، ج ۳، ص ۴۹۸۔

۲۔ اصول کافی، ج ۳، ص ۵۰۵۔

۳۔ اصول کافی، ج ۳، ص ۵۰۶۔

''خداوند عالم روز قیامت [ کچھ ] لوگوں کو ان کی قبروں سے اس عالم میں محشور کرے گا کہ ان کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوں گے اور وہ اپنے ہاتھوں سے چھوٹی سی چیز بھی نہیں اٹھا سکتے ہوں گے اور ان کے ساتھ چند ملائکہ ہوں جو ان کو بُری طرح ملامت کرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے: یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خیر کثیر سے تھوڑی خیر کو روک لیا، یہ وہ لوگ ہیں جن کو خداوند عالم نے [ مال و دولت ] دیا تھا لیکن انھوں نے اپنے مال سے ''حق خدا'' [ زکوٰۃ ] ادا نہیں کیا''۔

## دوسرے: خمس

اسی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام خمس دینے پر بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے، کیونکہ خمس بھی ان واجبات میں سے ہیں جن کا وجوب شریعت اسلام میں ثابت ہے اور وہ ایک ایسا مسلم حق ہے کہ اگر کوئی شخص ادا نہ کرے تو وہ [ دوسروں کا ] حق کھانے والا شمار کیا جائے گا، اور جس نے اس خمس میں تصرف کیا گویا اس نے دوسروں کے مال میں تصرف کیا. امام محمد باقر علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''من اشتریٰ شیئاً من الخمس لم یعذره الله، اشتریٰ ما لا یحل له''.(۱)

''جو شخص خمس نہ دئے ہوئے مال سے کوئی چیز خریدے تو اس سلسلہ میں خداوند عالم اس کا کوئی عذر قبول نہیں کرے گا، اس نے ایسی چیز خریدی ہے جو اس کے لئے حلال نہیں تھی''۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے فرمایا:

''لا یحلّ لأحد أن یشتري من الخمس شیئاً حتیٰ یصل إلینا حقّنا''.(۲)

''جس چیز کا خمس نہیں دیا ہے اس سے کوئی چیز خریدنا جایز نہیں ہے، مگر یہ کہ ہمارا حق ہم تک پہنچا دے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ یہ حق [ خمس ] اور اس کی طرح دوسرے حقوق؛ ائمہ معصومین علیہم السلام کے غصب شدہ حقوق ہیں، امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں ایک عام قاعدہ کے عنوان سے فرمایا:

---

۱۔ تہذیب الاحکام، ج۴، ص۱۳۶۔

۲۔ اصول کافی، ج۱، ص۴۵۸۔

"ما کان للملوک فھو للإمام". (۱)

"ہر وہ چیز جو بادشاہوں کے پاس ہے وہ درحقیقت امام کا حق ہے"۔

اسی طرح دوسرے مالی واجبات میں کفارہ کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ہیں جو واجب نہیں ہیں جیسے تحفے، صدقات اور راہ خدا میں انفاق کرنا۔

## صالح جماعت کے درمیان ایک دوسرے کی مدد

صالح جماعت کے لئے مستقل ذرائع آمدنی رکھے گئے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، اور خدا کے معین کردہ مقامات پر خمس وزکوٰۃ کو خرچ کرنا صالح جماعت کی امداد کے طریقے ہیں۔

اس وجہ سے زکوٰۃ غریب محتاج زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے والوں کے درمیان تقسیم ہوتی ہے، نیز مومن غلام کو آزاد کرنے، اور جن کا قرض بہت زیادہ ہو ان کی اس پریشانی سے نجات دینے، اور اس مسافر پر جو سفر میں [خرچ کے لئے] مجبور ہو گیا ہو، اور مذہب اسلام و مذہب اہل بیت علیہم السلام سے لوگوں کے دلوں کو نزدیک کرنے یا مسلمانوں سے خطرہ کو دور کرنے کے لئے زکواۃ خرچ کی جاتی ہے، البتہ زکوٰۃ کے لئے "فی سبیل اللہ" کے تحت آنے والے عام قانون کے عنوان سے دوسرے مقامات بھی ہیں۔

زکوٰۃ کو براہ راست [انسان] اس کے مصرف پر خرچ کر سکتا ہے جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے زکوٰۃ کے خرچ کے لئے امام علیہ السلام کی اجازت شرط نہیں ہے۔(۲)

زکوٰۃ دراصل انہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو صالح جماعت سے وابستہ یا شیعہ ہوں۔

"ضریس" سے منقول ہے: مدائنی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا: ہم اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتے ہیں، اس کو کن لوگوں کو دیا جائے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"فی اھل ولایتک"

---

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص۴۵۸۔ ۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج۲، ص۳۰۔

''اپنے بستی اور شہر والوں تک پہنچا دو''

مدائنی نے عرض کیا: میں ایسے شہر میں رہتا ہوں جس میں کوئی آپ کا چاہنے والا نہیں ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

''إبعث بها الیٰ بلدهم تدفع الیهم، ولا تدفعها الیٰ قوم ان دعوتهم غداً إلی أمرک لم یجیبوک''.(۱)

''اس پیسوں کو ان شہروں میں بھیج دو جہاں ایسے افراد موجود ہوں، اور وہ پیسے ان لوگوں کو ادا کردو، لیکن اس پیسہ کو ان لوگوں کو نہ دیا جائے کہ اگر کل ان کو اپنی ولایت کی طرف دعوت دی تو وہ قبول نہ کریں''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''إنّما موضعها أهل الولایة''.(۲)

''زکوٰۃ صرف انھیں لوگوں کو دی جاسکتی ہے جو ولایت [اہل بیت علیہم السلام] کو قبول کرتے ہوں''۔

امام محمد باقر علیہ السلام زکوٰۃ دیتے وقت مہاجرین اور جو لوگ فکر وشعور کے لحاظ سے دوسروں پر برتری رکھتے تھے ان کو دوسرے پر مقدم رکھتے تھے ۔اور جب آپ سے زکوٰۃ ادا کرنے کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

''أعطهم علیٰ الهجرة في الدین و العقل و الفقه''.(۳)

''زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ دیکھو کہ کون دین کی راہ میں ہجرت اور عقل وفقہ کے لحاظ سے افضل ہے، اور اسی لحاظ سے ادا کرو''۔

لیکن غلاموں کو آزاد کرنے اور مولفۃ القلوب [یعنی اسلام اور مذہب اہل بیت علیہم السلام سے لوگوں کو قریب کرنے کے لئے] زکوٰۃ ادا کرنے میں مشہور قول کے مطابق شیعہ ہونا شرط نہیں ہے۔

---

۱۔ اصول کافی، ج۳، ص۵۵۵۔

۲۔ اصول کافی، ج۳، ص۵۴۵۔

۳۔ اصول کافی، ج۳، ص۵۴۹۔

واجب زکوٰۃ درج ذیل لوگوں سے مخصوص ہے:

غریب محتاج اور کام کرنے کی قدرت نہ رکھنے والے. لہٰذا جو لوگ ایسے نہیں ہیں ان کو زکوٰۃ دینا سزاوار نہیں ہے. اس سلسلہ میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"إن الصدقة لا تحلّ لمحترف، ولا لذي مرّة سويّ قويّ، فتنزهوا عنها".(۱)

"جو شخص کوئی فن اور کاروبار رکھتا ہو اور جو شخص عقل سلیم اور صحیح وسالم اور قوی بدن رکھتا ہو، اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسے لوگوں [کو زکوٰۃ دینے] سے پرہیز کرو"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے زکوٰۃ کے مستحق لوگوں کے طبقات اور ان کے اوصاف بیان کئے ہیں.

چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"المحروم: الرجل الذی لیس بعقله بأس، ولم یُبسط له في الرزق و هو محارف".(۲)

"محروم" وہ شخص ہے جو عقل کے لحاظ سے بالکل صحیح وسالم ہو اور اس کا کوئی مشغلہ بھی ہو لیکن رزق وروزی کے لحاظ سے اس کے ہاتھ تنگ ہوں"۔

"الفقیر: الذي لا یسأل، والمسکین الذی هو أجهد منه الذي یسأل".(۳)

"فقیر" وہ ہے جو مالی مشکل کے باوجود کسی سے سوال نہ کرے، لیکن "مسکین" وہ ہے جس کی مالی مشکل اس حد تک ہو کہ وہ دوسروں سے سوال کرنے پر مجبور ہو"۔

لیکن زکواۃ ادا کرتے وقت واجب ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو احترام کے ساتھ دیا جائے. ابوبصیر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہمارے دوستوں میں ایک ایسا شخص ہے جو مستحق ہے لیکن زکوٰۃ لینے میں شرم محسوس کرتا ہے، میں اس کو زکوٰۃ دیتا ہوں لیکن اس سے نہیں کہتا کہ یہ زکوٰۃ ہے تو کیا یہ کام صحیح ہے؟

---

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۹، ص ۲۳۱۔

۲۔ اصول کافی، ج ۳، ص ۵۰۰۔

۳۔ اصول کافی، ج ۳، ص ۵۰۲۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا:

"أعطه ولا تسمّ له ولا تذل المؤمن".(۱)

"اس کو [زکوٰۃ کا] پیسہ دیدو لیکن زکوٰۃ کا نام نہ لو، اور کسی مومن کی ذلت کا سبب نہ بنو"۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے سزاور ہے کہ ایک مستحق کو اس مقدار میں زکوٰۃ دی جائے کہ وہ بے نیاز ہو جائے یا اس میں حالت نیاز باقی نہ رہے، جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"إذا أعطيته فاغنه". (۲)

"جب کسی [مستحق] کو زکوٰۃ دو تو اس کی ضرورت کو برطرف کر دو"۔

زکوٰۃ کے مقابلہ میں خمس کا مصرف صرف امام معصوم علیہ السلام سے مخصوص ہے. امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"والخمس لله والرسول ولنا".(۳)

"خمس مخصوص ہے خدا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہم اہل بیتؑ سے"۔

خمس امام معصوم علیہ السلام کی ملکیت ہے، البتہ یہ ملکیت منصب امامت کے اعتبار سے ہے، اور خمس کبھی بھی امام کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا، خود امام محمد باقر علیہ السلام اور آپ سے قبل ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت اس بات کی گواہ ہے، یہ حضرات خمس لیتے تھے اور دوسروں پر خرچ کر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مختصر طور پر باقی بچتا تھا، اور وہ ہمیشہ حالت احتیاج میں زندگی بسر کرتے تھے، کیونکہ یہ مال ان کا ذاتی نہیں تھا بلکہ منصب امامت کے اختیار میں سے تھا کہ خمس لے کر ضرورت مندوں پر خرچ کریں۔

امام محمد باقر علیہ السلام اقتصادی اور اجتماعی امور میں ایک دوسرے کا تعاون اور امداد کرنے کے لئے مستحب زکوٰۃ کی رغبت دلایا کرتے تھے، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج ۳، ص ۵۶۴۔ ۲۔ اصول کافی، ج ۳، ص ۵۴۸۔

۳۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۵۳۹۔

"إنّ الصدقة لتدفع سبعين بلية من بلايا الدنيا مع ميتة السوء".(۱)

"بے شک صدقہ انسان کو دنیا کی ستر بلاؤں اور بُری موت سے محفوظ رکھتا ہے"۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"إنّ صنائع المعروف تدفع مصارع السوء".(۲)

"نیک اعمال اس بات کے باعث ہوتے ہیں کہ انسان بُری موت سے محفوظ رہے"۔

اسی طرح امام علیہ السلام دوسروں کے لئے دسترخوان بچھانے، قربانی کرنے اور غریب ومحتاج لوگوں کو کھانا کھلانے کی بہت زیادہ ترغیب دلاتے تھے، چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"إنّ اللّٰہ عزّ وجلّ یحبّ اطعام الطعام واراقة الدماء".(۳)

"بے شک خداوند عالم لوگوں کو کھانا کھلانے اور ان کے لئے قربانی کرنے کو دوست رکھتا ہے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نیک صفات جیسے بخشش وکرم، سخاوت، انفاق، تحفے دینا، قرض دینا اور اگر قرضدار قرض دینے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو مزید مہلت دینا وغیرہ جیسے نیک کاموں کی طرف ترغیب فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ اس موضوع کی بہت سے احادیث امام محمد باقر علیہ السلام سے دوسری حدیث و روایات کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔

امام باقر علیہ السلام ہر روز جمعہ صدقہ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

"الصدقة یوم الجمعة تضاعف لفضل یوم الجمعة علی غیره من الایام".(۴)

"روز جمعہ صدقہ کا ثواب کئی برابر ہوتا ہے جیسا کہ روز جمعہ دوسرے دنوں پر فضلیت رکھتا ہے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اصحاب پر پیسہ خرچ کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ "اسود بن کثیر" کو سات سو درہم دیدو، اور اس سے کہو: اس پیسہ سے اپنا خرچ چلاؤ اور جب یہ تمام ہوجائیں تو مجھے اطلاع دینا۔(۵)

---

۱۔ اصول کافی، ج۴، ص۶۔ ۲۔ اصول کافی، ج۴، ص۲۹۔ ۳۔ اصول کافی، ج۴، ص۵۱۔

۴۔ ثواب الاعمال، ص۱۶۸۔ ۵۔ صفة الصفوة، ج۲، ص۱۱۲۔

آپ کی کنیز ''سلمیٰ'' سے روایت ہے کہ اس نے کہا: امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں دینی برادران حاضر ہوتے تھے اور وہ وہاں سے اس وقت تک نہیں جاتے تھے جب تک آپ ان کو بہترین کھانا نہ کھلا دیتے تھے اور بہترین لباس نہیں دیتے تھے. اور بعض موقع پر ان کو کچھ درہم و دینار بھی دیتے تھے، میں کبھی کبھی آپ پر اعتراض کرتی تھی اور کہتی تھی کہ آپ اس طرح کے کام کم کیا کریں۔

چنانچہ اس موقع پر امام علیہ السلام فرماتے تھے:

**''یا سلمیٰ! ما حسنة الدنیا إلاّ صلة الاخوان والمعارف''.(۱)**

''اے سلمیٰ! دنیا میں اس کے علاوہ نیکی نہیں ہے کہ اپنے دینی بھائیوں کی مدد اور ان کو دینی تعلیمات سے آشنا کرنا''۔

امام محمد باقر علیہ السلام دینی بھائیوں پر پیسہ خرچ کرنے کو دینی بھائی ہونے کا معیار قرار دیتے ہوئے اپنے بعض اصحاب سے اس طرح فرماتے تھے:

**''یُدخل أحدکم یده في کُمِّ أخیه یأخذ حاجته؟''**

کیا تم اپنے دینی بھائیوں سے اتنی محبت اور دوستی کرتے ہو کہ اگر تم سے کوئی شخص دوسرے کی جیب میں ہاتھ ڈالے اور اپنی ضرورت کے لئے پیسہ نکال لے، [اور تم کچھ نہ کہو]

انھوں نے کہا: نہیں، ایسا نہیں ہے۔

تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

**''ما أنتم بإخوان''.(۲)**

''تم ابھی اتنی برادری اور بھائی چارہ تک نہیں پہنچے ہو''۔

امام محمد باقر علیہ السلام جبکہ ہمیشہ سبھی کو سائل اور محتاج کو ردّ نہ کرنے کی تاکید کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود اپنے اصحاب کو دوسروں سے سوال کرنے سے منع کرتے تھے، چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

---

۱۔ الفصول المھمة، ص۲۱۵۔

۲۔ مختصر تاریخ دمشق، ج۲۳، ص۸۵۔

"لويعلم السائل ما في المسألة ما سأل أحد أحداً، ولو يعلم المعطي ما في العطية ما ردّ أحد أحداً". (۱)

"اگر سوال کرنے والا یا لوگوں سے سوال کرنے والے فقیر کو معلوم ہو جائے کہ [اس کام میں کتنی ذلت ہے] تو وہ کسی سے سوال نہیں کرے گا، اور اگر دینے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ سائل کو پیسہ دینے میں کتنا ثواب قرار دیا گیا تو کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ پلٹائیں"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی صالح جماعت کے درمیان یہاں تک کہ دوسرے گروہوں کو بھی معاملات میں قاعدہ "لاضرر ولا ضرار" (۲) پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی، جس کو آپ نے اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمایا ہے۔

## نو۔ امام محمد باقر علیہ السلام اور صالح جماعت کا اجتماعی نظام

جماعت صالحین یعنی شیعوں کا اجتماعی نظام، اسلامی اجتماعی نظام کا حقیقی مصداق ہے، جس کی بنیاد قرآن کریم ہے اور جس کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترتیب دیا تھا۔ یہ نظام اخلاقی اور معاملات کے اصول کی بنیادوں پر استوار تھا، کہ جن میں سرفہرست "اخلاق حسنہ" ہے، چنانچہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"إنّ أكمل المومنين ايماناً أحسنهم خُلقاً". (۳)

"مومنین کے درمیان سب سے مکمل ایمان اس شخص کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو"۔

حسن خُلق کی نشانیوں میں یہ ہے کہ انسان دوسروں کے مقابلہ خندہ پیشانی سے پیش آئے. امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"أتىٰ رسول الله فقال: يا رسول الله أوصني، فكان فيما أوصاه أن قال: القِ أخاك بوجه منبسط". (۴)

---

۱۔ اصول کافی، ج۴، ص۲۰۔
۲۔ اصول کافی، ج۵، ص۲۹۲۔
۳۔ اصول کافی، ج۲، ص۹۹۔
۴۔ اصول کافی، ج۲، ص۱۰۳۔

''ایک شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے... چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کچھ نصیحتیں فرمائیں جن میں یہ نصیحت بھی ہے: ''ہمیشہ اپنے [دینی] بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرو''۔

حسن اخلاق کا ایک مصداق تمام لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آنا ہے. چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''من قُسم له الرفق قُسم له الایمان''.(۱)

''جو شخص لوگوں سے نرم لہجہ اور خاطر مدارا سے پیش آئے تو اس کا ایمان میں بھی حصہ ہے''۔

حضرت امام باقر علیہ السلام نے اجتماعی نظام کی ہر فرد کے لئے مخصوص پروگرام معین فرمائے ہیں نیز ان تمام کے ایک دوسرے سے تعلقات کو بھی بیان کیا ہے، اور چونکہ اجتماعی اور معاشرتی نظام کی ایک فرد انسان کا گھر اور آخری فرد عظیم معاشرہ ہوتا ہے۔

## ۱۔ گھر اور خاندان

اجتماع کی متعدد فردوں کے درمیان گھر سب سے پہلی اور اس عظیم ادارہ کی بنیاد ہے، یہ گھر ہی ہے جو نیک اور صالح افراد معاشرہ کے حوالہ کرنے کی عظیم ذمہ داری پورا کرتا ہے، اور یہ مسئلہ وہ نقطہ آغاز ہے جہاں سے تربیت یافتہ صحیح وسالم انسان معاشرہ میں روانہ ہوتے ہیں. امام باقر علیہ السلام نے گھر کے افراد کے لئے اور ان کی صحیح تربیت کے لئے کچھ بنیادی قوانین مقرر فرمائے ہیں. یہ قوانین اپنی زندگی کے لئے شریک حیات کے عنوان سے مناسب زوجہ کے انتخاب کی بنیاد دینداری، حُسن خلق اور نیک خاندان سے تعلق جیسے صفات سے شروع ہوتے ہیں. اسی طرح گھر کے تمام افراد کے حقوق مقرر فرمائے ہیں جو ایک دوسرے کی نسبت پائے جاتے ہیں، اسی طرح میاں بیوی کے درمیان واجب حقوق کی رعایت کرنے سے گھر میں چین و سکون پیدا ہوتا ہے۔

---

۱۔ اصول کافی، ج۲، ص۱۱۸۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی ہے جس میں زوجہ پر شوہر کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے:

"...أن تطيعه ولا تعصيه، ولا تتصدق من بيتها بشيء إلّا باذنه، ولا تصوم تطوعاً إلّا باذنه، ولا تمنعه نفسها وإن كانت على ظهر قتب، ولا تخرج من بيتها إلّا باذنه...".(۱)

"[زوجہ] اپنے شوہر کی اطاعت کرے، اس کی نافرمانی نہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے صدقہ نہ دے، اور بغیر شوہر کی اجازت کے مستحب روزہ نہ رکھے، اور جب شوہر کو اس کی ضرورت ہو تو منع نہ کرے، یہاں تک کہ اگر پالان شتر پر ہی کیوں نہ ہو، اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے..."۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"جهاد المراة حسن التبعل".(۲)

"عورت کا جہاد بہترین شوہر داری ہے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے عورت کو اپنے شوہر کے [ساتھ] غم اور مصیبتوں کو برداشت کرنے کی تاکید کی ہے تاکہ ان کے درمیان زوجیت کا رشتہ جڑا رہے اور آپس میں جدائی کا سبب قرار نہ پائے، کیونکہ اگر عورت اپنے شوہر کے بعض کاموں کو برداشت نہ کرے تو ممکن ہے ایسا ہی نتیجہ نکلے، اس سلسلہ میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے:

"وجهاد المراة أن تصبر على ماترى من أذىٰ زوجها وغيرته".(۳)

"عورت کا جہاد یہ ہے کہ اپنے شوہر کی جانب سے دی جانے والی تکلیفوں اور ان پابندیوں پر صبر"۔

امام باقر علیہ السلام نے شوہر پر بھی عورت کے کچھ حقوق کو واجب قرار دیا ہے جن پر شوہر کو عمل کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان محبت ومودت میں اضافہ ہو، اور اس گھر میں چین وسکون کا

---

۱۔ مکارم الاخلاق، ص ۲۱۴۔

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۷۸۔

۳۔ مکارم الاخلاق، ص ۲۱۵۔

ماحول باقی رہے. چنانچہ ان حقوق میں سے کچھ حقوق اس طرح ہیں کہ شوہر اپنی زوجہ کی تمام کھانے اور پہنے کی ضرورت کو پورا کرے. اس سلسلہ میں امام علیہ السلام نے فرمایا:

''من كانت عنده امرأة فلم يكسها ما يواري عورتها و يطعمها ما يقيم صلبها كان حقاً على الإمام أنْ يفرّق بينهما''.(۱)

''جو شخص اپنی زوجہ کو ایسا لباس نہ دے جس سے وہ اپنے بدن کو ڈھانپ لے اور ایسی غذا نہ دے جس سے اپنے بدن کی طاقت کو محفوظ رکھے تو پھر امام علیہ السلام کو یہ حق ہے کہ ان دونوں کے درمیان جدائی کر دے''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے عورت کو اہمیت دینے اور اس کا خیال رکھنے پر بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''أوصاني جبرئيل بالمرأة حتىٰ ظننتُ أنه لا ينبغي طلاقها إلاّ من فاحشة بينة''.(۲)

''مجھے جبرئیل نے عورتوں کے بارے میں اتنی تاکید کی ہے کہ میں نے یہ گمان کیا کہ عورت کو طلاق دینا جائز نہیں ہے سوائے اس صورت میں کہ اس سے بہت بڑا گناہ ظاہر ہو جائے''۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے مردوں کو بھی عورتوں کی جانب سے دی جانے والی تکلیفوں پر صبر کرنے اور ان سے برا سلوک کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس کام سے زن و شوہر کے درمیان موجود رشتہ اور تعلق ختم ہو جاتا ہے اور گھر میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''من احتمل من امرأته ولو كلمة واحدة، أعتق الله رقبته من النار و أوجب له الجنة...''(۳)

''جو شخص اپنی زوجہ کی جانب سے آزار و اذیت کو برداشت کرے (چاہے ایک لفظ کی اذیت ہی کیوں نہ ہو) تو خداوند عالم اس کو آتش جہنم سے آزاد کر دیتا ہے اور اس پر جنت واجب کر دیتا ہے...''۔

---

۱۔ مکارم الاخلاق، ص ۲۱۷۔ ۲۔ مکارم الاخلاق، ص ۲۱۶۔

۳۔ مکارم الاخلاق، ص ۲۱۶۔

امام محمد باقر علیہ السلام خود بھی دوسروں کے آزار و اذیت برداشت کرنے میں سبھی کے لئے نمونہ تھے، حضرت امام صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے احوال زندگی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کانت لأبي امرأة و کانت تو ذیه و کان یغفر لها".(۱)

"پدر بزرگوار کی ایک زوجہ ایسی تھی جو آپ کو آزار واذیت دیتی تھی لیکن آپ اسے معاف فرماتے تھے"۔

قارئین محترم! امام باقر علیہ السلام کی وہ عظیم شخصیت ہے جس نے والدین اور اولاد کے درمیان حقوق کو منظّم کیا ہے، امام محمد باقر علیہ السلام کی نظر میں والدین پر اپنی اولاد کی اسلامی تعلیم اور اسلامی اقدار کے مطابق تربیت کرنا واجب ہے (۲) اسی طرح اپنی اولاد کو مختلف انحرافات سے محفوظ رکھنا بھی واجب ہے۔(۳) امام محمد باقر علیہ السلام نے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اولاد کی تربیت کے لئے ایک جامع منصوبہ پیش کیا ہے جس کا آغاز ولادت کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور پھر بلوغ اور رشد و کمال کی منزلوں پر ختم ہوتا ہے۔(۴)

امام باقر علیہ السلام نے اولاد سے برتاؤ کے سلسلہ میں اعتدال برقرار رکھنے پر بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"شرّ الآباء من دعاه التقصیر الی العقوق و شرّ الآباء من دعاه البرّ إلیٰ الافراط".(۵)

"سب سے بُرے وہ ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کے ساتھ کوتاہی کریں جس کی وجہ سے ان کی اولاد سرکشی اور نافرمانی میں گرفتار ہو جائے، اسی طرح سب سے بُرے ماں باپ وہ ہیں جو اپنی اولاد سے اتنی محبت اور دوستی کریں جو ان کے افراط اور انتہا پسند رویہ کا سبب بن جائے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اولاد کو اپنے ماں کے ساتھ نیکی اور احسان کی تاکید فرمائی ہے، جیسا کہ

---

۱۔ من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۲۷۹۔
۲۔ مکارم الاخلاق، ص۲۲۲۔
۳۔ مکارم الاخلاق، ص۲۲۳۔
۴۔ دیکھئے: کتاب تربیۃ الطفل فی الاسلام، مطبوعہ مرکز الرسالۃ۔
۵۔ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۳۲۰۔

آپ نے فرمایا:

''ثلاثة لم يجعل الله عزّ وجلّ فيهن رخصة: أداء الأمانة إلى البرّ و الفاجر، والوفاء بالعهد للبرّ و الفاجر، وبرّ الوالدين برّين كانا أو فاجرين''.(۱)

''خداوندعالم نے کسی بھی مسلمان کو تین چیزوں کے ترک کرنے کی اجازت نہیں دی ہے:

۱۔امانت کا ادا کرنا چاہے اس کا مالک نیک انسان ہو یا کوئی فاسق آدمی۔

۲۔اپنے عہدو پیمان کو پورا کرنا چاہے اس کے مقابل نیک انسان ہو یا کوئی فاسق اور گناہگار شخص۔

۳۔ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا چاہے اس کے ماں باپ نیک ہوں یا گناہگار اور فاجر ہوں''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اولاد پر ماں باپ کے حقوق کے سلسلہ میں دلیل بیان کی اور اس بات پر تاکید کی کہ اگرچہ کسی کے ماں باپ منحرف یا فاجر اور گناہگار ہیں لیکن اولاد پر یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ نیکی اور مہربانی سے پیش آئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اولاد کو ہر حال میں ان کی نافرمانی اور سرکشی سے ممانعت فرمائی ہے اور سبھی کو اس کام سے روکا ہے، یہاں تک کہ اگر ماں باپ اپنی اولاد کے ساتھ بدرفتار اور بداخلاق بھی ہوں، چنانچہ آپ نے اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم ﷺ سے روایت نقل کی کہ آپ نے فرمایا:

''إيّاكم وعقوق الوالدين، فإنّ ريح الجنة توجد من مسيرة ألف عام، ولا يجدها عاق...''(۲)

''اس بات سے بچو کہ کہیں والدین تم عاق نہ کردیں، کیونکہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کے راستہ سے آتی ہے، لیکن جو شخص والدین کا عاق شدہ ہوگا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا...''۔

## ۲۔رشتہ دار

رشتہ داران افراد کو کہا جاتا ہے جو گھر کے افراد سے نسبی (یا سببی) رابطہ رکھتے ہوں، جیسے بھائی، بہن، چچا، ماموں، دادا اور گھر کے وہ تمام افراد جو نزدیک یا دور اس گھر سے وابستہ ہوں وہ سبھی رشتہ دار ہوتے ہیں، امام

---

۱۔اصول کافی، ج۲،ص۱۶۲۔ ۲۔اصول کافی، ج۲،ص۳۴۹۔

محمد باقر علیہ السلام رشتہ داروں سے میل جول اور تعلقات اوران کے یہاں آمدورفت نیز ان کے حقوق کی رعایت کرنے پر بہت زیادہ تاکید فرماتے رہے ہیں.امام علیہ السلام نے اس نکتہ پر بھی توجہ دلائی ہے کہ رشتہ دار نیکی واحسان، ان کوخوش کرنے ،ان کی مدد کرنے اوران کی مشکلوں کوآسان کرنے کی نسبت دوسروں پر مقدم ہیں۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے ''صلہ رحم'' یا رشتہ داروں سے تعلقات رکھنے پر مرتب ہونے والے آثار کے سلسلہ میں اس طرح فرمایا:

''صلة الارحام تزكّی الاعمال، وتدفع البلویٰ، وتنمی الاموال، و تنسئ له فی عمره، وتوسّع في رزقه وتحبّب فی أهل بيته، فليتقِ الله و ليصل رحمه''.(۱)

''رشتہ داروں سے صلہ رحم کرنا اعمال کی پاکیزگی، دفع بلا، مال میں زیادتی، ناگہانی موت سے حفاظت، رزق میں برکت اوراہل خاندان کی نظر میں عزت کا سبب ہے،لہٰذا معاشرہ کا ہر فرد خداوند عالم سے ڈرے اوراپنے رشتہ داروں سے رابطہ رکھے''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

''أما إنّه قد حضر أجلک غير مر ة ولا مرتين، كلّ ذلک يؤخر الله بصلتک قرابتک''.(۲)

''آگاہ ہوجاؤ کہ تمہاری موت کئی مرتبہ پہنچ چکی تھی لیکن ہر دفعہ اپنے رشتہ داروں سے صلۂ رحم کرنے کی وجہ سے خداوند عالم نے تمہاری موت ٹال دی''۔

## ۳۔ پڑوسی

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنے پر تاکید فرمائی ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

---

۱۔اصول کافی، ج ۲،ص ۱۵۲۔ ۲۔رجال کشی،ص ۲۲۴۔

''قرأت في كتاب عليّ (عليه السلام): أنّ رسول الله (ص) كتب بين المهاجرين والأنصار ومن لحق بهم من أهل يثرب: أن الجار كالنفس غير مضار ولا اثم، وحرمة الجار على الجار كحرمة أمّه''. (۱)

''میں نے کتاب علی علیہ السلام میں پڑھا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین وانصار اوران سے ملحق ہونے والے اہل یثرب [مدینہ] کے لئے تحریر کیا کہ پڑوسی جب تک اپنے پڑوسی کونقصان دینے اوراس کے سلسلہ میں کسی گناہ کا مرتکب نہ ہوا ہوتو وہ خوداس کی طرح ہے اور پڑوسی کا احترام ماں کے احترام کی طرح ہے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے پڑوسیوں کوتکلیف پہنچانے اوران کے حقوق کو پامال کرنے سے روکا ہے. امام علیہ السلام نے اپنے جدّ بزرگوار حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے انھوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''من آذى جاره حرم الله عليه ريح الجنة، و مأواه جهنم وبئس المصير، ومن ضيّع حق جاره فليس منّا، وما زال جبرئيل يوصيني بالجار حتىٰ ظننت أنّه سيورثه...''. (۲)

''جوشخص اپنے پڑوسی کوتکلیف پہنچائے اوراس کوآزارواذیت دے توخداوند عالم اس پر بہشت کوحرام کردیتا ہے اوراس کاٹھکانہ جہنم ہے جوایک بُراٹھکانہ ہے، جوشخص اپنے پڑوسی کے حق کو پامال کرے وہ ہم سے نہیں ہے. جناب جبرئیل نے ہمیشہ پڑوسیوں سے نیکی کے بارے میں اتنی تاکید کی ہے کہ میں گمان کرنے لگا کہ پڑوسی پڑوسی سے میراث بھی پائے گا...''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے تھے:

''ما آمن بي من أمسىٰ شبعاناً و أمسىٰ جاره جائعاً''. (۳)

''جوشخص رات کوشکم سیر سوئے لیکن اس کا پڑوسی بھوکا سوئے تو ایسا شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا ہے''۔

---

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۱۲۶۔ ۲۔ وسائل الشیعۃ، ج۱۲، ص۱۲۷۔

۳۔ محاسن برقی، ص۹۸۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ اہل بیت علیہم السلام سے سے منقول روایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک ''پڑوسی کا عنوان'' معاشرہ کے سبھی لوگوں پر اطلاق ہوتا ہے چاہے وہ شیعہ اور اہل بیت علیہم السلام کا ماننے والا ہو یا نہ ہو، اور چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، [سبھی پڑوسی کے دائرے میں آتے ہیں].

## ۴۔ صالح جماعت کے افراد

صالح جماعت کا اندرونی اجتماعی نظام، عقائد، شریعت، قوانین، اقدار اور آداب و رسوم میں ایک ہم آہنگ اتحاد پر مبنی تھا. کیونکہ اس جماعت کے سبھی افراد اپنی زندگی کے تمام راہ و رسم ایک ہی سرچشمہ یعنی اہل بیت عصمت و طہارت سے حاصل کرتے تھے، اور ان کا ایک جگہ سے حاصل کرنا ان کے درمیان اتحاد و دوستی اور ایک دوسرے کے احترام کو اہمیت دینا ان کے مزید اتحاد کا سبب بنتے تھے۔

جماعت صالحین کا اندرونی اجتماعی نظام ایک مسلم اور ثابت قاعدہ پر استوار تھا اور وہ صرف حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا قول تھا، جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''المؤمن أخو المؤمن لأبيه و أمّه''.(۱)

''مومنین آپس میں حقیقی بھائی [کی طرح] ہیں''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس روایت میں صالح جماعت کے درمیان تعلقات کو بالکل نسبی اور حقیقی رابطہ قرار دیا ہے جس پر بہت سے حقوق مرتب ہوتے ہیں جیسے: مومنین کی حاجت کو پورا کرنا، ان کی مشکلات کو دور کرنا، ان کے لئے خیر و نیکی کا ارادہ کرنا، ان کی توفیق کے لئے دعا کرنا اور ان کے عیوب کو چھپانا وغیرہ۔ (۲)

اگر ایسے معاشرہ میں ایسے قوانین اور تعلقات کی حکومت ہو تو ان کے درمیان ایثار و قربانی اور حکم حق کے سامنے سر جھکانے کا جذبہ پایا جاتا ہے. جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''إنّ لله جنة لا يدخلها إلاّ ثلاثة: أحدهم من حكم في نفسه بالحق''.(۳)

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۶۶۔
۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۸۔
۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۲۸۵۔

''خداوند عالم کی جنت میں تین طرح کے لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جا سکتا جن میں سے ایک وہ ہے جو حکم حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے''۔

ایسا اجتماعی نظام ایک دوسرے کے احترام کی بنیاد پر استوار ہوتا ہے جس کے ذریعہ ان کے درمیان محبت و دوستی اور پیار و محبت کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں، امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اصحاب کو اس طرح وعظ و نصیحت فرماتے تھے:

''عظموا اصحابکم و وقّروهم ولا یتجهم بعضکم بعضاً، ولا تضارّوا ولا تحاسدوا، و ایّاکم والبخل، و کونوا عباد الله المخلصین''.(۱)

''اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو محترم شمار کرو اور [ہمیشہ] ان کی رعایت کا خیال رکھو خبردار کبھی ایک دوسرے سے سختی کے ساتھ پیش نہ آؤ، ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچاؤ، اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، بخل و کنجوسی سے پرہیز کرو اور خدا کے مخلص بندے بن جاؤ''۔

امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ اس جماعت کے افراد کو ایسے مختلف کاموں کی طرف ترغیب دلاتے تھے جن کے ذریعہ ایک دوسرے سے محبت اور انس پیدا ہو، جیسا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''تبسّمُ الرجل فی وجه أخیه حسنة، وصرف القذیٰ عنه حسنة، وما عبد الله بشیء أحبّ إلیٰ الله من إدخال السرور علی المؤمن''.(۲)

''کسی مومن کے سامنے مسکرانا نیکی حساب ہوتی ہے، کسی مومن کے راستہ سے کانٹا اٹھانا نیکی حساب ہوتا ہے اور خداوند عالم کے نزدیک کوئی بھی عبادت اس سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ انسان اپنے مومن بھائی کے دل کو خوش کر دے''۔

امام باقر علیہ السلام نے اپنے صالح اصحاب کے درمیان اجتماعی رابطہ کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے حقوق کے مجموعہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۷۳۔

۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۸۸۔

''من حقّ المؤمن على أخيه المؤمن أن يشبع جوعته ويواري عورته ويفرّج عنه كُربته و يقضي دَينه، فإذا مات خلفه في أهله و ولده''.(۱)

''مومنین پر ایک دوسرے کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کو سیر کرے، اس کے عیب کو چھپائے، اگر کوئی مومن پریشان ہے یا حزن و ملال کا شکار ہے تو اس کے غم و اندوہ کو دور کرے، اگر وہ قرضدار ہے تو اس کے قرض کو ادا کرائے، اور اگر وہ دنیا سے چلا جائے تو اس کی جانشینی کرتے ہوئے اس کے اہل و عیال کی دیکھ بھال کرے''۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے جماعت صالحین کے افراد کو ایسے کاموں کی ترغیب اور تشویق کی ہے جن کے ذریعہ ان کے دلوں میں محبت اور دوستی اور بھائی چارہ میں اضافہ ہو. ابوحمزۂ ثمالی روایت کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ سفر میں تھا، آپ ایک جگہ تھوڑی دیر آرام کے لئے بیٹھ گئے، اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام تھوڑی دور گئے اور پھر واپس آ کر مجھ سے گرم جوشی سے ملے. میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ پر قربان! کیا ہم چند منٹ پہلے ایک ساتھ نہیں تھے؟! تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''أما علمت أنّ المؤمن إذا جال جولة ثم أخذ بيد أخيه نظر الله إليهما بوجهه، فلم يزل مقبلاً عليهما بوجهه، ويقول للذنوب: تتحاتَّ عنهما، فتتحاتّ - يا أبا حمزه - كما يتحاتُّ الورق عن الشجر، فيفترقان وما عليهما من ذنب''.(۲)

''کیا تم نہیں جانتے کہ جب دو مومن مختصر سے دوری کے بعد ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور آپس میں ہاتھ ملاتے ہیں تو خداوند عالم ان دونوں کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے، اور اس حالت میں کہ خدا ان پر نظر رحمت رکھتا ہے ان کے گناہوں سے خطاب فرماتا ہے کہ ان دونوں سے دور ہو جاؤ، چنانچہ ان کے گناہ گر جاتے ہیں (اے ابوحمزہ) جیسا کہ فصل خزاں میں درختوں کے پتّے گر جاتے ہیں اسی طرح ان دونوں کے گناہ بھی گر جاتے ہیں اور وہ اس حال میں ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا''۔

---

۱۔ اصول کافی، ج۲، ص۱۶۹۔ ۲۔ اصول کافی، ج۲، ص۱۸۰۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام فرماتے تھے:

"ينبغي للمؤمنين إذا توارى أحدهما عن صاحبه بشجرة ثم التقيا أن يتصافحا".(۱)

"جب دو مومن ایک دوسرے سے جدا ہوں چاہے ایک درخت کے پیچھے جانے کا فاصلہ ہی کیوں نہ ہو اور پھر آپس میں ملاقات کریں تو ان کے لئے سزاوار ہے کہ ایک دوسرے سے مصافحہ کریں"۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إذا التقيتم فتلاقوا بالتسليم والتصافح، وإذا تفرّقتم فتفرّقوا بالاستغفار".(۲)

"جب تم ایک دوسرے سے ملاقات کرو تو سلام اور مصافحہ کے ساتھ ملو اور جب ایک دوسرے سے جدا ہو تو ایک دوسرے کے لئے استغفار کرو"۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام ایک دوسرے کے یہاں آمد و رفت پر خاص توجہ دلاتے تھے اور اپنے اصحاب کو اس عمل کی ترغیب فرماتے تھے کیونکہ اس آمد و رفت سے برادری کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور آپس میں ان کے دل و جان میں محبت پروان چڑھتی ہے، امام علیہ السلام نے اس طرح آمد و رفت کرنے والوں پر جو آثار و فوائد مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف اس طرح ترغیب دلائی ہے:

"أيّما مؤمن خرج الى أخيه يزوره عارفاً بحقه كتب الله له بكلّ خطوة حسنة، ومحيت عنه سيئة، ورفعت له درجة، واذا طرق الباب فتحت له أبواب السماء، فاذا التقيا وتصافحا وتعانقا أقبل الله عليهما بوجهه، ثم باهىٰ بهما الملائكة، فيقول: انظروا الىٰ عبدَيّ تزاورا وتحابا فيَّ، حقٌّ عليّ ألاّ أعذبهما بالنار بعد هذا الموقف، فاذا انصرف شيّعه الملائكة عدد نفسه وخطاه وكلامه، يحفظونه من بلاء الدنيا وبوائق الآخرة إلىٰ مثل تلك الليلة من قابل، فإن مات فيما بينهما أعفي من الحساب، وان كان المزور

---

۱۔ اصول کافی، ج۲، ص۱۸۱۔

۲۔ اصول کافی، ج۲، ص۱۸۱۔

**يعرف من حقّ الزائر ماعرفه الزائر من حقّ المزور؛ كان له مثل أجره".(۱)**

"جب کوئی مومن کسی برادر مومن کی زیارت کے لئے گھر سے نکلتا ہے جبکہ وہ اس کے حق کو پہچانتا ہو تو خداوند عالم اس کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھ دیتا ہے، ایک گناہ کو بخش دیتا ہے، اس کے لئے ایک درجہ بڑھا دیتا ہے، اور جب وہ اپنے مومن بھائی کے گھر پہنچ کر دق الباب کرتا ہے تو آسمان کے دروازے اس کے لئے کُھل جاتے ہیں، اور جس وقت وہ دونوں ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے اور بغل گیر ہوتے ہیں تو خداوند عالم ان دونوں پر نظر رحمت کرتا ہے، اور پھر ان دونوں کے ذریعہ اپنے ملائکہ پر فخر و مباہات کرتے ہوئے کہتا ہے: میرے ان دو بندوں کو دیکھو جو ایک دوسرے کے پاس آمد و رفت کرتے ہیں اور میری خوشنودی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، لہٰذا مجھ پر لازم ہے کہ اس کے بعد سے ان دونوں پر عذاب نہ کروں. اور جس وقت یہ مومن بندہ اپنے مومن بھائی کے یہاں سے واپس جاتا ہے تو اس کے سانس، قدم اور باتوں کے برابر ملائکۂ الٰہی اس کے ساتھ چلتے ہیں اور اس وقت سے دوسرے روز کے اسی وقت تک دنیا و آخرت کی بلاؤں سے اسے محفوظ رکھتے ہیں، اور اگر ایسا شخص اس مدت کے دوران اس دنیا سے اٹھ جائے، تو خدا کی طرف سے اس کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہوتا، اور یہ شخص جس شخص کے دیدار کے لئے گیا اگر وہ بھی اس کے حق کو پہچانتا ہے تو جتنا ثواب اس شخص کو دیا گیا اس کو بھی اتنا ہی اجر و ثواب دیا جائے گا"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سبھی ایسے کاموں سے منع فرماتے تھے جو ایک دوسرے کی ناراضگی اور دوری کا سبب بنے جیسے: غیبت، تہمت، ایک دوسرے کو ذلیل سمجھنا، ایک دوسرے کے عیب تلاش کرنا اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارنا، یا ایک دوسرے کو گالی دینا، یا ایک دوسرے کے مال یا عزت پر ہاتھ اٹھانا وغیرہ، ان سب کاموں کے مرتکب ہونے سے ڈراتے تھے۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام سبھی کو مومنین کے درمیان اصلاح کرانے اور ایک دوسرے سے انس و محبت کی دعوت دیا کرتے تھے جیسا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج۲، ص۱۸۳ تا ۱۸۴۔

"إنّ الشيطان يغرى بين المؤمنين ما لم يرجع أحدهم عن دينه، فإذا فعلوا ذلک استلقىٰ على قفاه وتمدد، ثم قال: فزت، فرحم الله امرئً ألّف بين وليين لنا، يا معشر المؤمنين تألّفوا وتعاطفوا". (۱)

"جب تک دو مومن اپنے دین کے منکر نہ ہو جائیں بے شک شیطان ان کے درمیان وسوسہ اور دشمنی پیدا کرنا چاہتا ہے، اور جب ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا ہے تو پھر شیطان سکون کی سانس لیتے ہوئے کہتا ہے: میں کامیاب ہو گیا۔ لہٰذا خداوند عالم رحمت کرے ہر اس شخص پر جو ہمارے دو محبوں کے درمیان الفت پیدا کر دے، اے مومنو! ایک دوسرے سے پیار و محبت کرو"۔

اسی طرح امام علیہ السلام اپنے شیعوں کو دوسروں کی خطاؤں اور لغزشوں کو تلاش کرنے سے منع فرماتے تھے، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

"إنَّ أقرب ما يكون العبد الى الكفر أن يؤاخي الرّجلُ الرّجلَ على الدين، فيحصي عليه عثراته وزلّاته ليعنفه بها يوماً ما". (۲)

"ایسا انسان کفر سے بہت زیادہ نزدیک ہے جو اپنے دینی بھائی سے ملاقات کرے، لیکن اس کے عیوب اور خطاؤں کو تلاش کرتا رہے اور ان کو جمع کرتا رہے تاکہ ایک روز ان کے ذریعہ اس کے خلاف فائدہ اٹھائے"۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام مومنین پر کفر کی تہمت لگانے سے منع فرماتے تھے، جیسا کہ آپ کا فرمان ہے:

"ماشهد رجلٌ علىٰ رجلٍ بكفر قطّ إلّا باء به أحدهما، إنْ كان شهد به على كافر صدق، وإنْ كان مؤمناً رجع الكفر عليه، فإيّاكم والطعن على المؤمنين". (۳)

"کوئی بھی شخص دوسرے [مومن] کے بارے کفر کی شہادت نہیں دیتا مگر یہ کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہو، اگر اس کی گواہی صحیح ہے تو اس کے سامنے والا کافر ہے اور اگر اس نے جھوٹی گواہی دی۔ ہے تو سامنے

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۴۵۔
۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۵۵۔
۳۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۶۰۔

والا مومن ہے اور کفر کی تہمت خود اسی شخص کی طرف پلٹ جائے گی، اور وہ خود کافر ہو جائے گا۔ لہٰذا مومنین پر تہمت لگانے سے پرہیز کرو"۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے سبھی کو ایک دوسرے کی غیبت اور چغلی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

"محرّمة الجنة على القتّاتين المشائين بالنميمة".(۱)

"ان لوگوں پر جنت حرام ہے جو [مومنین پر] تہمت لگاتے ہیں اور چغل خوری کرتے ہیں"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے مومنین کے اسرار کو فاش کرنے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ آپ کا فرمان ہے:

"يحشر العبد يوم القيامة وما ندىٰ دماً، فيدفع إليه شبه المحجمة أو فوق ذلک، فيقال له: هذا سهمک من دم فلان، فيقول: يا رب إنک لتعلم أنّک قبضتني وما سفکت دماً."

فيقول: بلى سمعت من فلان رواية كذا وكذا، فرويتها عليه فنقلت حتّى صارت إلى فلا ن الجبّار فقتله عليها وهذا سهمک من دمه".(۲)

"روز قیامت ایک ایسے شخص کو محشور کیا جائے گا کہ جس کی گردن پر کسی بھی خون نہ ہوگا، لیکن معمولی سا خون اس کو دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کے خون میں تیرا حصہ ہے۔ وہ خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! تو جانتا ہے کہ جب تو نے میری روح قبض کی تو میری گردن پر کسی کا خون نہیں تھا۔ خطاب ہوگا: ہاں ایسا ہی ہے، لیکن تو نے فلاں شخص سے یہ خبر سنی تھی اور وہ خبر دوسروں کے سامنے بیان کی، اور یہ بات لوگوں کی زبان پر گھومتی پھرنے لگی یہاں تک کہ فلاں ظالم تک پہنچ گئی اور اس ستمگر نے اسی بات کی وجہ سے اس شخص کو قتل کر ڈالا، اور یہ اس کے خون میں تیرا حصہ ہے"۔

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۶۹۔

۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۷۱۔

## ۵۔ اسلامی معاشرہ

اسلام ایک ایسا وسیع افق ہے کہ جو شخص بھی اپنی زبان سے کلمہ شہادتین کو جاری کرلے وہ دائرہ اسلام میں شامل ہو جاتا ہے، اسلام ایک وسیع افق ہے جس نے اپنی تمام طاقت اور وسائل کو جمع کیا جن کو ایک ہدف اور ایک مقصد تک پہنچنے کے لئے استعمال کرتا ہے، اسی وجہ سے اسلام کی محوریت اور عمل کی حدود تمام اسلامی معاشرہ پر شامل ہے۔

اسلامی معاشرہ کا اجتماعی نظام، اخوت و بھائی چارہ، وابستگی اور باہمی امداد کی بنیاد پر قائم ہے تاکہ بلند مقاصد اور مختلف خطرات کے سامنے اسلامی نظام کی حفاظت ہوسکے۔

اسی وجہ سے پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام سبھی مسلمانوں کو امور مسلمین کا خیال کرنے، اور مسلمانوں کی آرزوں اور پریشانیوں میں ایک دوسرے کے شریک ہونا، اسی طرح ایسے کاموں کے لئے کوشش کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے جن کے ذریعہ مسلمان ایک دوسرے سے نزدیک ہوں، اور فکر و عمل اور رفتار و کردار میں متفق ہو. چنانچہ ان حضرات نے ان تمام نکات پر توجہ دلائی ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے معاشرہ کے لئے ایک عام قاعدہ مقرر کیا جو مسلمانوں کے درمیان مفہوم ولایت کا اعتقاد عطا کرتا ہے. جیسا کہ جناب زرارہ سے منقول ہے کہ میں اور حمران امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور میں نے عرض کیا: ہم معاشرہ کی ہر فرد کو اس معیار پر پرکھتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے عقیدہ کی طرح عقیدہ رکھتا ہے یا نہیں، لہٰذا علوی یا غیر علوی شخص اگر ہمارا ہم عقیدہ ہوتا ہے تو ہم اس سے پیمان ولایت باندھتے ہیں اور اگر ہمارا ہم عقیدہ نہیں ہوتا چاہے وہ علوی ہو یا غیر علوی تو ہم ان سے بیزاری کرتے ہیں. تو امام باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

"یا زرارة قول الله أصدق من قولک، فأین الذین قال الله عزّ وجلّ: ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ...﴾ (۱)

---

۱۔ سورہ نساء، آیت ۹۸۔

''أین المرجون لأمر الله؟ أین الذین خلطوا عملاً صالحاً و آخرَ سیئاً؟ أین اصحاب الاعراف؟ أین المؤلفة قلوبهم؟(۱)

''اے زرارہ! خداوند عالم کا کلام تمہارے کلام سے زیادہ سچا ہے، لہٰذا کہاں ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ''علاوہ ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے...''۔

کہاں ہیں وہ لوگ جن کو قرآن مجید میں ''مرجون لأمر الله'' کہا گیا ہے، (یعنی وہ لوگ جن کا فیصلہ خداوند عالم کے حکم پر موقوف ہے)، کہاں ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے اپنے صالح اعمال کے ساتھ ناپسندیدہ اعمال کو مخلوط کرلیا ہے؟ ''اصحاب اعراف'' کہاں ہیں؟ اور مولفۂ قلوب (یعنی جو لوگ دین حق کی طرف مائل ہوں) کہاں ہیں''۔

قارئین کرام! ہم دیکھتے ہیں امام باقر علیہ السلام کی نظر میں گروہ صالحین سے وابستگی اور شیعہ ہونا معیار نہیں ہے بلکہ دین مبین اسلام سے وابستگی معیار ہے۔

اگر ہم اہل بیت علیہم السلام کی سیرت کو ان حضرات کی احادیث خصوصاً امام محمد باقر علیہ السلام کی احادیث پر جو مختلف کتابوں میں پھیلی ہوئی ہیں ان تمام کی تحقیق کریں اور ان پر غور وفکر کریں تو ان حضرات کے کلام میں ولایت کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ خداوند عالم کی ولایت۔

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت۔

۳۔ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت۔

۴۔ مسلمانوں کے درمیان ولایت۔

اس سے جو شخص خداوند عالم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت پر ایمان نہ رکھتا ہو وہ تمام مسلمانوں کے اجماع کے لحاظ سے کافر ہے، لیکن اگر کوئی شخص ان مذکورہ دو ولایتوں کا اقرار کرتا ہو لیکن اہل بیت علیہم السلام کی ولایت یعنی ان حضرات کی امامت پر ایمان نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا،

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۸۲۔

بلکہ وہ (جب تک اہل بیت علیہم السلام کا دشمن نہ ہو) مسلمان ہے، اس طرح اہل بیت علیہم السلام کا اتباع کرنے والے اور وہ دوسرے مسلمان جو [اہل بیت علیہم السلام کی ولایت] کے معتقد نہیں ہے، ان کے درمیان ولایت [اور دوستی] برقرار ہے اور اس ولایت کو توڑنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

امام باقر علیہ السلام ہمیشہ اسی اسلامی نظریہ کے تحت دوسرے مسلمانوں سے ملتے تھے۔

چنانچہ امام علیہ السلام نے اسی مطلب کے تحت اپنے اصحاب اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان اجتماعی تعلقات کے عام اصول بیان کئے ہیں، امام علیہ السلام اپنے اصحاب کو دوسرے مسلمانوں کی مدد اور ان کے ساتھ تعاون کی دعوت دیا کرتے تھے، اور اس تعاون کس سند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جس کو آپ نے اپنے اصحاب کے سامنے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

"من أطعم ثلاثة نفرٍ من المسلمين أطعمه الله من ثلاث جنان في ملكوت السماوات: الفردوس، وجنة عدن، و طوبىٰ". (۱)

"جو شخص مسلمانوں میں سے تین لوگوں کو کھانا کھلائے تو روز قیامت خداوند عالم اس کو ان تین بہشتوں کا کھانا کھلائے گا: جنت فردوس، جنت عدن اور بہشت طوبیٰ"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف کو نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من كسا أحداً من فقراء المسلمين ثوباً من عري أو أعانه بشيء ممّا يقوته من معيشته، وكّل الله عزّ وجلّ به سبعين ألف ملك من الملائكة يستغفرون لكل ذنب عمله إلىٰ أن ينفخ في الصور". (۲)

"جو شخص کسی ایک غریب مسلمان کو لباس دے، اور اس کو برہنگی سے نجات دے، یا اپنی غذا اور مال سے اس کی مدد کرے اور اس کو بھوک سے نجات دے، تو خداوند عالم اپنے ستر ہزار ملائکہ کو اس کے لئے مقرر کر دیتا ہے تا کہ اس کے ہر گناہ کے لئے صور پھونکے جانے تک استغفار کریں"۔

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۲۰۱۔ ۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۲۰۵۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام مسلمانوں پر در بند کرنے اور ان کو قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں شدت سے منع فرماتے تھے. چنانچہ ابوحمزہ نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ میں نے امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خدا مجھے آپ پر قربان کرے، اور اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے دیدار کے لئے یا کسی حاجت اور ضرورت کی وجہ سے اس کے پاس جائے آپ اس سے اندر آنے کی اجازت طلب کرے لیکن وہ دوسرا مسلمان گھر میں ہوتے ہوئے بھی اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دے اور اس کو دیکھنے کے لئے گھر سے باہر نہ نکلے؟

امام باقر علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا:

"یا أبا حمزہ أیّما مسلم أتیٰ مسلماً زائراً أو طالب حاجة وھو فی منزله، فاستأذن له ولم یخرج إلیه؛ لم یزل فی لعنة الله حتیٰ یلتقیا"

"اے ابوحمزہ! ہر وہ مسلمان جو کسی دوسرے مسلمان کے دیدار کے لئے یا طلب حاجت کے لئے اس کے پاس جائے اور وہ بھی اپنے گھر میں موجود ہو، وہ مسلمان اس سے اذن دخول مانگے، لیکن وہ مسلمان اس کو دیکھنے کے لئے گھر سے باہر نہ نکلے، تو ایسا شخص ہمیشہ لعنت خدا میں ہے یہاں تک وہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں"۔

ابوحمزہ کہتے ہیں: میں نے امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خدا مجھے آپ پر قربان کرے، جب تک وہ اس شخص کے دیدار کے لئے نہ جائے تو کیا اس پر خدا کی لعنت ہے؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"نعم یا أبا حمزة".(۱)

"ہاں، اے ابوحمزہ"

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے مسلمانوں کے عیوب تلاشی اور مخفی مسائل کی تلاش میں رہنے کو شدت کے ساتھ منع کیا ہے، چنانچہ آپ نے اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل فرمائی ہے

---

۱۔ اصول کافی، ج۲،ص ۳۶۵۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"یا معشر من أسلم بلسانه ولم یخلص الإیمان إلیٰ قلبه لا تذمّوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتهم فإنّه من تتبّع عوراتهم تتبّع الله عورته، ومن تتبّع الله عورته یفضحه ولو فی بیته". (۱)**

"اے وہ جماعت! جس نے صرف زبان سے اسلام قبول کیا لیکن مکمل ایمان ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا ہے، مسلمانوں کی مذمت نہ کرو، ان کے عیوب کو تلاش نہ کرو، کیونکہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کی عیب جوئی کرتا ہے خداوند عالم بھی اس کے عیب کو تلاش کرتا ہے اور جس کے عیوب کی تلاش خداوند عالم کرے وہ رسوا اور ذلیل ہو جائے گا چاہے وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لیس منّا من ماکرٍ مسلماً". (۲)

"وہ شخص ہم سے نہیں ہے جو کسی مسلمان کے ساتھ مکر وفریب کرے"۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام ہمیشہ اپنے شیعوں کو نیک کردار اپنانے، دوسروں کے آزار واذیت پر صبر کرنے اور ان کے ساتھ بدی کا بدلہ بدی سے یا ستم کا بدلہ ستم سے اور جدائی کا بدلہ جدائی کے ساتھ دینے سے منع فرمایا ہے. امام باقر علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"الندامة علیٰ العفو أفضل و أیسر من الندامة علیٰ العقوبة"۔(۳)

"عفو وبخشش پر پشیمان ہونا عقوبت پر پشیمان ہونے سے بہتر اور آسان ہے"۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۴۵۔

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۴۲۔

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۱۷۰۔

"ثلاث لا يزيد الله بهنّ المرء المسلم إلاّ عزّاً: الصفح عمّن ظلمه، وأعطاء من حرمه، والصلة لمن قطعه".(۱)

"تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ خداوند عالم مسلمانوں کی عزت میں اضافہ کرتا ہے: جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہے اس کو معاف کر دینا، اور جس نے کسی کو محروم رکھا ہے اس کے ساتھ بخشش وکرم سے پیش آنا، اور جس نے قطع تعلق کرلیا ہو اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنا"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہمیشہ اپنے شیعوں کے لئے ایسے کاموں کو پسند کیا کرتے تھے جیسے اچھے تعلقات اوران کے ساتھ نیک رفتار وگفتار تا کہ عام لوگ (یہاں تک غیر شیعہ مسلمان) بھی ان سے خوش رہیں، البتہ یہ مسئلہ وہاں تک صحیح ہے جہاں تک خداوند عالم کے غیظ وغضب کا باعث نہ ہو، امام باقر علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"من طلب مرضاة الناس بما يسخط الله كان حامده من الناس ذامّاً ،ومن آثر طاعة الله بغضب الناس كفاه الله عداوة كل عدوّ، و حسد كل حاسد، وبغي كل باغٍ، وكان الله عزّ وجلّ له ناصراً وظهيراً".(۲)

"جو شخص لوگوں کی خوشی کے لئے ایسا کام انجام دے جس سے خدا ناراض ہو تو لوگوں کی مدح وثنا اس کی عزت پر برعکس اثر کرتی ہے یعنی جو شخص بھی اس کی مدح وثنا کرتا ہے درحقیقت وہ اس کی مذمت کر رہا ہے، لیکن جو شخص خدا کی اطاعت اوراس کی فرمانبرداری کو ترجیح دے اوراس کام کے ذریعہ دوسرے لوگ اس سے ناراض ہو جائیں تو خداوند عالم اس کے ہر دشمن کی دشمنی، ہر حاسد کے حسد اور ہر ظالم کے ظلم سے محفوظ رکھتا ہے، اور خداوند عالم اس کا ناصر ومددگار رہے"۔

اگر چہ امام باقر علیہ السلام مومنین کو دوسرے مسلمانوں اور دوسرے گروہوں سے رابطہ رکھنے پر تاکید اور ترغیب فرماتے تھے، لیکن پھر بھی ان کو بعض گروہوں کی ہم نشینی سے منع فرماتے تھے، امام باقر علیہ السلام نے

---

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۱۷۳۔

۲۔ اصول کافی، ج۲، ص۳۷۲۔

اپنے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی کہ انھوں نے آپ کو اس طرح وصیت فرمائی:

"یا بنيّ إنظر خمسة فلا تصاحبهم، ولا تحادثهم، ولا ترافقهم فی طريق.

أيّاک ومصاحبة الكذّاب فإنّه بمنزلة السّراب يقرب لک البعيد، ويباعد لک القريب.

و أيّاک ومصاحبة الفاسق، فإنّه بائعک بأكلة أو أقلّ من ذلک.

و أيّاک ومصاحبة البخيل، فإنّه يخذلک في ماله.

و أيّاک ومصاحبة الاحمق، فإنّه يريد أن ينفعک فيضرّک". (۱)

"اے میرے نور نظر! پانچ گروہوں سے ہم نشین، ہم کلام اور ہمسفر نہ ہونا:

جھوٹوں کی صحبت سے پرہیز کرو، کیونکہ وہ ایک سراب کی طرح ہیں، وہ دور کو تمہارے ہی نزدیک اور نزدیک کو تمہارے لئے دور کرتے ہیں۔

فاسق اور گناہگار کی صحبت سے پرہیز کرو، کیونکہ وہ تم کو ایک لقمہ یا اس سے بھی کم میں فروخت کر ڈالے گا۔

بخیل اور کنجوس کی صحبت سے پرہیز کرو کیونکہ جہاں بھی مال کا مسئلہ ہوگا وہ تمہیں اکیلا چھوڑ دے گا۔

اور احمق کی صحبت سے پرہیز کرو کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا لیکن نادانی کی بنا پر تمہیں نقصان پہنچا دے گا۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے اپنے شیعوں کو خصومت اور [جنگ و] جدال سے منع کیا ہے. امام باقر علیہ السلام ہمیشہ ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دیا کرتے تھے تاکہ ان کے چاہنے والے معاشرہ میں بہترین کارکردگی انجام دینے اور عمل، اخلاص اور رفتار و کردار میں دوسروں کے لئے نمونہ عمل قرار پائیں، چنانچہ اس سلسلہ میں امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده... المؤمن من ائتمنه المسلمون على

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۷۶۔

**أموالهم و أنفسهم، والمسلم حرام علىٰ المسلم أن يظلمه أويخذله، أو يدفعه دفعة تعنته".(۱)**

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ امان میں ہوں.... مومن وہ ہے جو مسلمانوں کے درمیان ان کی جان و مال میں امین سمجھا جاتا ہو، ایک مسلمان کے لئے حرام ہے کہ کسی دوسرے مسلمان پر ظلم کرے یا اس کی مدد و نصرت سے پرہیز کرے، یا اس کو نیک کام سے روکے، اور گناہوں میں پھنسادے''۔

امام باقر علیہ السلام نے صالح جماعت کی حفاظت کے لئے ان کو حکومتی عہدہ داروں سے ظاہری ہمراہی کی دعوت دی ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

**"خالطوهم بالبرّانية و خالفوهم بالجوّانية إن كانت الإمرةُ صبيانية".(۲)**

''جس وقت حکومت کی باگ ڈور نا اہل لوگوں کے ہاتھوں میں ہو تو ظاہری طور پر ان کے ساتھ رہو لیکن باطنی طور پر ان کی مخالفت کرو''۔

## دسواں: امام محمد باقر علیہ السلام اور صالح جماعت کا مستقبل

انقلابی جماعتوں کی کامیابی کا ایک مہم راز بہترین رہبری ہوتا ہے جو ان کی ترقی اور کامیابی کی تحریک پر مکمل طور پر نظر رکھتا ہے، اور ان جماعتوں کے رخ کو موڑنے کی ذمہ داری رکھتا ہے، ان کے لئے منصوبہ بندی اور قواعد و ضوابط منظّم کرتی ہے، اور ان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے مکمل توجہ رکھتے ہوئے، روحانی اور معنوی طاقتوں میں روح پھونکتا ہے تا کہ وہ اپنے بلند مقاصد میں کامیاب ہوسکیں، اہل بیت علیہم السلام کی منطق میں رہبری ایک خدائی رہبری ہوتی ہے جس کے بارے میں خداوند عالم نے صاف طور پر بیان فرمادیا ہے اور اس کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دیا ہے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس رہبری کو حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام تک پہنچا دیا ہے، اور یہ وصایت و رہبری ایک امام سے دوسرے امام تک پہنچتی رہی ہے یہاں تک کہ خاتم اوصیاء اور آخری امام حضرت امام مہدی علیہ السلام تک پہنچی ہے۔

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۲۳۴۔

۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۲۲۰۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے بعد امامت کے مسئلہ کے لئے ایک خاص اہمیت کے قائل تھے اور اپنے اصحاب کو مسئلہ امامت کے شرائط، خصوصیات اور اس کے معین کرنے کی کیفیت کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے. امام علیہ السلام کبھی تو واضح طور پر اور کبھی اشاروں میں اپنے اصحاب کو اس بات کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے، اور امام باقر علیہ السلام اپنی امامت کے آغاز سے اپنے آخری وقت تک اس مسئلہ کو بیان کرتے رہتے تھے. امام علیہ السلام ہمیشہ ہر فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس مسئلہ پر تاکید فرماتے رہتے تھے اور لوگوں کو جانشین رسول خدا اور اپنے رہبر کی پیروی پر تاکید فرماتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کا اعلان ہمیشہ محدود دائرہ میں ایک طرح سے مخفی صورت میں بیان ہوتا رہتا تھا، امام علیہ السلام اس خبر کو اپنے خاص اور نزدیکی اصحاب کے علاوہ کسی دوسرے کے سامنے پیش نہیں کرتے تھے، تاکہ اپنے بعد والے امام کی حفاظت ہوتی رہے۔

محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں: میں امام ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام کے پاس تھا کہ اچانک ان کے فرزند ارجمند جعفر [علیہ السلام] آ گئے جن سے سر کے بال گھنگھریالے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جس سے کھیلتے ہوئے وہ وہاں پہنچے، امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کو اپنی آغوش میں لیا اور ان کو بغل گیر کیا، اور اس کے بعد فرمایا:

**"یا محمد هذا إمامک بعدي، فاقتدِ به، واقتبس من علمه، والله إنه لهو الصادق الذي وصفه لنا رسول الله(ص)..."(۱)**

اے محمد [بن مسلم] میرے بعد یہ تمہارے امام ہیں، انھیں کی اقتدار کرنا، اور ان کے مشعل علم سے نور حاصل کرو، خدا کی قسم کہ بے شک یہ وہی صادق اور سچا ہے جس کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے توصیف کی ہے"۔

اور ہمّام بن نافع روایت کرتے ہیں کہ ایک روز امام محمد باقر علیہ السلام نے امام جعفر صادق [علیہ السلام] کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے اصحاب سے فرمایا:

---

۱۔ کفایۃ الاثر، ص۲۵۳۔

"إذا افتقدتموني فاقتدوا بهذا فانه الامام بعدي". (۱)

"جب تم مجھے کھو بیٹھو تو ان کی پیروی کرو کہ میرے بعد یہی امام ہوں گے"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے "قائم" کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے امام جعفر صادق [علیہ السلام] کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھا"۔ (۲)

نیز فضیل بن یسار سے روایت ہے: میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس موجود تھا اس موقع پر [امام] جعفر صادق [علیہ السلام] آ گئے تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"هذا خير البريّة بعدي". (۳)

"یہی میرے بعد "خیر البریہ" [یعنی خلق خدا میں سب سے بہتر] ہیں"۔

اسی طرح عبد الغفار بن قاسم سے (ایک طولانی روایت میں) نقل ہوا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں، اور میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں، لیکن میں آپ کے درمیان خوشحال کرنے والے چیز نہیں دیکھ رہا ہوں، بلکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کے اصحاب گروہ بہ گروہ قتل ہو رہے ہیں یا خوف و وحشت کے عالم میں ہیں، اور میں ہر روز آپ کے قائم کا انتظار کرتا ہوں، اور ایک مدت سے یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ آج یا کل خروج کرے گا۔

اس وقت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

"يا عبد الغفار! انّ قائمنا (عليه السلام) هو السابع من ولدي، وليس هو أوان ظهوره، ولقد حدثني ابي عن ابيه عن آبائه قال: قال رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم): انّ الائمة بعدى اثنا عشر، عدد نقباء بني اسرائيل، تسعة من صلب الحسين والتاسع قائمهم، يخرج في آخر الزمان، فيملأ ها عدلاً كما ملئت جوراً وظلماً".

"اے عبد الغفار! جان لو کہ ہمارا قائم (علیہ السلام) میری نسل سے ساتواں فرزند ہوگا، اور یہ اس کے ظہور کا

---

۱۔ کفایۃ الاثر، ص۲۵۴۔ ۲۔ اثبات الوصیۃ، ص۱۵۲۔
۳۔ اثبات الوصیۃ، ص۱۵۵۔

زمانہ نہیں ہے، میرے والد بزرگوار نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میرے بعد بنی اسرائیل کے نقباء کے عدد کے برابر بارہ امام ہوں گے، جن میں سے نو امام، امام حسین [علیہ السلام] کی نسل سے ہوں اور ان کا نواں [امام] وہی قائم ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا، اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی"۔

عبد الغفار کہتے ہیں: میں امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر اس طرح ہے تو پھر آپ کے بعد کون امام ہوگا؟

تو امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

"...الیٰ جعفر وهو سيد أولادي وأبو الائمة، صادق في قوله وفعله".(۱)

"میرے بعد امامت کا مسئلہ جعفر تک پہنچے گا جو میری اولاد میں سب سے بزرگ ہیں، اور میرے بعد آنے والے ائمہ کے باپ ہیں، اور جو اپنی رفتار وگفتار میں صادق اور سچے ہیں"۔

ابو الصّباح کنانی کہتے ہیں: امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند [امام] جعفر صادق علیہ السلام پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا:

"تری هذا؟. هذا من الذين قال الله تعالیٰ: ﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾.(۲)(۳)

"کیا تم اس [جوان] کو دیکھ رہے ہو؟ یہ انھیں افراد میں سے ہے جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے: "اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انھیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں"۔

اسی طرح زرارہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک روز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بلایا، حالانکہ وہ صحیح وسالم تھے اور کسی طرح کی کوئی بیماری ان میں نہیں تھی، اور پھر

---

۱۔ کفایۃ الاثر، ص۲۵۲۔ ۲۔ سورہ قصص، (۲۸) آیت ۵۔

۳۔ اصول کافی، ج۱، ص۳۰۶۔

امام صادق علیہ السلام سے فرمایا:

''إنّي اُريد أن آمرک بأمر، فقال له:مرنی بما شئت، فقال: إيتنی بصحيفة و دواة فأتاه بها''

''میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایک حکم دوں، امام صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے فرمایا: آپ حکم کریں، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کاغذ اور دوات لے آؤ''۔

امام صادق علیہ السلام قلم دوات اور کاغذ لے آئے، امام باقر علیہ السلام نے واضح طور پر اپنی وصیت لکھی اور حکم دیا کہ قریش کے کچھ لوگوں کو جمع کیا جائے اور ان کو اپنی وصیت پر گواہ قرار دیا جو کہ اپنے بعد حضرت امام صادق علیہ السلام کی امامت کے سلسلہ میں تھی۔(۱)

البتہ ایسا اعلان ایک فطری کام تھا کیونکہ یہ ظاہراً ایک وصیت تھی جس پر تقریباً سبھی لوگ عمل کرتے ہیں، اور وہ بھی اس صورت میں کہ وصیت کرنے والا اپنے کسی بیٹے یا خاص طور پر بڑے بیٹے کے لئے کرتا ہے.

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

''إنّ أبي أستودعني ماهناک، وذلک أنّه لما حضرته الوفاة قال: ''ادعُ لي شهوداً فدعوت له أربعة، منهم: نافع مولىٰ عبد الله بن عمر، فقال: اكتب: هذا ما أوصىٰ به يعقوب بنيه، يا بنيَ إنّ الله اصطفىٰ لكم الدين فلا تموتنّ إلاّ وأنتم مسلمون، واوصىٰ محمد بن عليّ ابنه جعفر وأمره يكفّنه في بردته- التي كان فيها يصلّي الجمعة- وقميصه و أن يعمّمه بعمامته وان يرفع قبره مقدار أربع أصابع، و أن يحلّ أطماره عند دفنه.

ثم قال للشهود: انصرفوا رحمكم الله .

فقلت: يا أبتِ ماكان في هذا حتىٰ يشهد عليه؟ قال:يابني كرهت أن تغلب، وأن يقال:

---

۱۔ اثبات الوصیۃ، ص ۱۵۵۔

**لم یوصِ، فأردت ان یکون ذلک الحجة''.(۱)**

''پدر بزرگوار کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ میرے حوالہ کیا، اوراس مطلب کی کیفیت اس طرح تھی کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھ سے فرمایا: ''چند گواہوں کو میرے پاس حاضر کرو''، چنانچہ میں نے چار لوگوں کو بلایا جن میں نافع غلام عبداللہ بن عمر بھی تھے،اس کے بعد امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: لکھو: یہ وہ وصیت ہے جو جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندان کو کی: ''اے میرے بیٹو! خداوند عالم نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب کیا ہے، لہٰذا تم اسی دین پر مرنا اور مسلمان اس دنیا سے جانا''، اور میں محمد بن علی اپنے بیٹے جعفر کو یہی وصیت کرتا ہوں کہ مجھے اس ردا میں دفن کرنا جس میں نماز جمعہ پڑھتا ہو، اوران کے پیراہن کو کفن قرار دینا، اوران کا عمامہ ان کے سر پر رکھنا، اوران کی قبر زمین سے چار انگلیوں کے برابر بلند کرنا، اور دفن کے وقت ان کے بند کفن کھول دینا''۔

اور پھر گواہوں سے فرمایا: جاؤ کہ خداوند عالم تم پر رحمت نازل کرے۔

میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: بابا جان! یہ کوئی اہم وصیت نہیں تھی جس کے لئے آپ نے چار گواہوں کو بلایا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں نہیں چاہتا کہ میرے مرنے کے بعد لوگ تم پر غلبہ کریں، اورتم سے کہیں گے کہ انھوں نے وصیت نہیں کی، میں چاہتا ہوں کہ اس کام کے ذریعہ حجت اور دلیل باقی رہے''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور تمام شیعوں کو ہمیشہ یہ امید دلائی ہے اور ہمیشہ اس بات کی خبر دیتے رہتے تھے کہ حکومت بنی امیہ کا زوال قریب ہے۔(۲)

عملی طور پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت کے ۱۸ رسال کے بعد حکومت بنی امیہ کا زوال ہو گیا اور حکومت بنی امیہ، بنی عباس کے ذریعہ ختم ہو گئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے بعد امامت کے منصب پر فائز ہوئے، جیسا کہ

---

۱۔الفصول المہمۃ، ص۲۲۲؛ اور اصول کافی، ج۱، ص۳۰۷ میں یہ عبارت ہے: ''ان تکون لک الحجة''.

۲۔مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۲۰۳، الصواعق المحرقۃ، ص۳۰۷۔

عبد الحلیم جندی ان کے صفات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: امام جعفر صادق [علیہ السلام] ایک مشکل صدی کا وہ ثمرہ تھے جن کے سامنے بشریت نے تعظیم سے اپنا سر جھکایا اور انھوں نے بشریت کو وہ عظیم الشان تحفہ پیش کیا جس سے امت اسلامی نے فیض حاصل کیا۔(۱)

نیز موصوف کہتے ہیں: آپ ایسے بلند و بالا درخت تھے جس کا پتہ پتہ اہل بیت علیہم السلام کی خصوصیات بیان کرنے والا تھا اور [زمانہ] تین صدیوں تک آپ اور آپ کے پدر بزرگوار اور آپ کے جدّ بزرگوار سے فیضاب ہوا ہے۔(۲)

---

۱۔امام جعفر صادق، ص۴۔

۲۔امام جعفر صادق، ص۶۳۔

# دوسری فصل

## حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت

حضرت امام ابوجعفر امام باقر علیہ السلام اپنی طبیعی موت اس دنیا سے نہیں گئے ہیں، بلکہ بنی امیہ کی ذلیل و پلید حکومت جس کا خدا اور روز قیامت پر ذرا بھی ایمان نہیں تھا؛ نے آپ کو زہر دیا جس کی بنا پر آپ کی شہادت واقع ہوئی. البتہ امام کو قتل کرنے والوں کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔

بعض مورخین اس بات کے قائل ہیں کہ امام کو شہید زہر دینے والا ہشام بن عبدالملک ہے.(۱) ہم بھی اس نظریہ کو دوسرے نظریوں کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ہشام بن عبدالملک ہمیشہ آل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ بغض وحسد رکھتا تھا اور اس کا دل آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی سے بھرا ہوا تھا، یہ وہی شخص تھا جس نے زید بن علی علیہ السلام کی توہین وتحقیر کر کے قیام کے اعلان کے لئے مجبور کیا، اور ظاہر ہے کہ ایسے امام بزرگوار مثل حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے عظیم کارنامے کے ذریعہ اس ظالم کی راتوں کی نینداڑ چکی تھی، کیونکہ امام علیہ السلام کے فضائل اور مراتب تمام اسلامی ملکوں میں پھیل چکے تھے اور تمام مسلمان اسلامی معاشرہ میں آپ کے وجود کی برکت کے گن گا رہے تھے. اسی وجہ سے اس ذلیل وخوار آدمی نے اس پریشانی سے نجات پانے کے لئے آپ کو قتل کرا دیا۔

البتہ بعض مورخین کا ماننا یہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کو زہر دینے والا ابراہیم بن ولید تھا۔(۲)

---

۱۔ بحارالانوار، ج۴۶، ص۳۱۲۔

۲۔ اخبارالدول، ص۱۱۱۔

لیکن سید بن طاوس کا نظریہ یہ ہے کہ "ابراہیم بن ولید" امام محمد باقر علیہ السلام کے قتل میں شریک تھا(۱) اس کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیم امام محمد باقر علیہ السلام کے قتل میں اکیلا نہیں تھا بلکہ دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ شریک تھے۔

مورخین نے امام محمد باقر علیہ السلام کو زہر دینے والے کا نام ذکر نہیں کیا ہے بلکہ صرف یہ کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام زہر دغا سے شہید ہو کر اس دنیا سے گئے ہیں۔(۲)

## امام محمد باقر علیہ السلام کے قتل کے اسباب وعلل

جو علتیں بنی امیہ کے لئے سبب بنی کہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام کو قتل کریں وہ درج ذیل چیزوں میں خلاصہ کی جاتی ہیں:

### ۱۔ امام باقر علیہ السلام کی عظیم شخصیت:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شخصیت عالم اسلام میں سب سے بلند و بالا تھی، تمام مسلمان متفق طور پر آپ کے فضل و کمال کا اقرار کرتے تھے، اور امام علیہ السلام تمام علمائے اسلام اور تمام اسلامی شہروں کی مراد اور مقصود تھے۔

اور چونکہ امام محمد باقر علیہ السلام خاندان نبوت کے سب سے واضح اور بلند پرچم تھے، جس سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی قدر پائی جاتی تھی، اور لوگ ہمیشہ آپ کی قدر اور تعریف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام علیہ السلام کی یہ اجتماعی عظمت بنی امیہ سے برداشت نہ ہوتی تھی جس کی بنا پر امام علیہ السلام کی نسبت ان کا قہر و غضب جوش مارنے لگتا تھا یہاں تک انھوں نے امام علیہ السلام کے قتل پر اتفاق کرلیا۔

### ۲۔ دمشق میں پیش آنے والے واقعے

محققین اور مورخین اس بات کو بھی بعید نہیں جانتے کہ دمشق میں ہونے والے واقعات اس کے باعث بنے

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۱۶۔

۲۔ نور الابصار، ص ۱۳۱، الائمۃ الاثنی عشر، ابن طولون، ص ۲۸۱۔

کہ بنی امیہ امام باقر علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنائیں. چنانچہ ان واقعات کی تفصیل درج ذیل طریقہ سے بیان ہوئی ہے:

الف۔ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے، امام محمد باقر علیہ السلام کو ہشام بن عبد الملک نے حاضر کیا اور آپ اس کے دربار میں حاضر ہوئے، چنانچہ ہشام کا گمان یہ تھا کہ امام باقر علیہ السلام تیر چلانا نہیں جانتے اور تیر ہدف پر نہیں مار سکتے، لہٰذا یہ مسئلہ آپ کے مسخرہ اور مذاق کا سبب بنے گا اور ان کے مقام و منزلت کو شامیوں کے درمیان کم کردے گا، اسی وجہ سے اس نے امام علیہ السلام کو تیر چلانے کے لئے کہا، لیکن جب امام علیہ السلام نے تیر چلائے اور چند دفعہ تعجب آور صورت میں معین جگہ جا کر لگے جبکہ تاریخ نے کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا، یہ دیکھ کر ہشام شرمندہ ہوگیا اور اس پر غیظ و غضب کا ایسا غلبہ ہوا کہ زمین اپنی تمام وسعت کے باوجود اس پر تنگ ہوگئی، بعض مورخین کا خیال ہے کہ ہشام نے اسی وقت امام باقر علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کرلیا تھا۔

ب۔ بعض مورخین اس بات کے معتقد ہیں کہ جب امام محمد باقر علیہ السلام نے اسی وقت امامت کے سلسلہ میں ہشام سے مناظرہ کیا اور آپ اس پر غالب آگئے، اور شکست کے آثار ہشام کے چہرے پر ظاہر ہوگئے، تو اسی موقع پر بغض کے مارے اس نے امام علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کرلیا تھا۔

ج۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے مورخین اس بات کے قائل ہیں کہ جب امام محمد باقر علیہ السلام کا عیسائی عالم سے مناظرہ ہوا اور آپ اس عیسائی عالم پر غالب ہوگئے (یہاں تک کہ خود عیسائی عالم نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے اپنے عجز و ناتوانی کا اقرار شام کے بھرے مجمع کرلیا، اور یہ موضوع اس قدر با اہمیت ہوگیا کہ امام باقر علیہ السلام کی علمی حیثیت امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اور اہل شام میں زبان زد خاص و عام ہوگئی اور یہی آپ کی علمی شہرت ہشام کے بغض و حسد کا ایک سبب بنی، چنانچہ ہشام نے اسی وقت سے امام باقر علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ تیار کرلیا تھا، [اور وہ امام علیہ السلام کے قتل کے درپے تھا]. (۱)

---

۱۔ دیکھئے: بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۰۹ تا ۳۱۱۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کی اپنے بعد امام صادق علیہ السلام کی امامت پر وضاحت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی شہادت کے کچھ دنوں پہلے اپنے بعد امام صادق علیہ السلام کی امامت کی تصریح اور وضاحت فرمائی اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو جو دنیا کے لئے باعث فخر اور عالم اسلام کے لئے علم و دانش اور فکر نظر کا مرکز تھے اس مقام و منصب کے لئے معین کیا، اور امام علیہ السلام نے آپ کو اپنے بعد تمام امت کا مرجع قرار دیا اور اپنے شیعوں کو آپ کی پیروی اور اطاعت کی تاکید فرمائی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے فرزند گرامی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تائید فرمائی اور ہمیشہ آپ کی امامت کی طرف اشارہ کیا۔

ابوالصباح کنانی روایت کرتے ہیں: امام باقر علیہ السلام کی نگاہ اپنے فرزند حضرت امام صادق علیہ السلام پر گئی جو چلے آرہے تھے، چنانچہ انھوں نے مجھ سے فرمایا:

ترىٰ هذا؟ هذا من الذين قال الله عزّ و جلّ: ﴿ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴾(۱)(۲)

''کیا تم اس [جوان] کو دیکھ رہے ہو؟ یہ انھیں افراد میں سے ہے جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے: ''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انھیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں''۔

قارئین کرام! ان تمام واقعات میں سے صرف ایک ہی واقعہ ہشام کے لئے کافی تھا تاکہ وہ امام باقر علیہ السلام کے قتل کرنے کا منصوبہ بنالیتا لیکن یہ تمام واقعات اور وہ بھی ایک ہی سفر بھی رونما ہوئے. کیونکہ بنی امیہ جاہل و نادان تھے جن میں ایک انسان کے عام صفات بھی نہیں پائے جاتے تھے، اور ان میں امت کی رہبری کی ذرا بھی صلاحیت ان میں نہیں پائی جاتی تھی۔

---

۱۔ سورہ قصص، آیت ۵۔

۲۔ اصول کافی، ج۱، ص ۳۰۶۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کی وصیتیں

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند امام صادق علیہ السلام سے چند وصیتیں فرمائی ہیں جن میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔امام محمد باقر علیہ السلام نے امام صادق علیہ السلام سے فرمایا:

''یا جعفر أوصیک بأصحابي خیراً فقال له الامام الصادق: جعلت فداک والله لأدعنهم، والرجل منهم یکون في المصر فلا یسأل أحداً''.(۱)

''اے جعفر [صادق] میں تم کو اپنے اصحاب کے بارے میں نیکی کی وصیت کرتا ہوں، امام صادق علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں، میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کو ہرگز ترک نہیں کروں گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی کسی [بھی] اسلامی شہر میں زندگی بسر کرتا ہو، وہ کسی کا محتاج نہیں ہوگا''۔

۲۔امام محمد باقر علیہ السلام نے امام صادق علیہ السلام سے وصیت کی کہ مجھے اسی پیراہن میں دفن کرنا جس میں میں نماز پڑھتا تھا، تاکہ یہ پیراہن خداوند عالم کی بارگاہ میں اس کی عظیم عبادتوں اور اس کی خالصانہ اطاعت پر [امام] باقر [علیہ السلام] کے لئے گواہ قرار پائے۔(۲)

۳۔امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے مال کا ایک حصہ وقف کیا جس کے ذریعہ سرزمین منیٰ میں دس سال تک آپ کی عزاداری برپا کی جائے (۳).اور شاید اس حکم کی وجہ یہ ہو کہ سرزمین منیٰ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا مجمع جمع ہوتا ہے، اور آپ کی عزادری اس بات کا سبب قرار پائے کہ مسلمان اس عزادری کا سبب معلوم کریں، اور اس کے ذریعہ امام محمد باقر علیہ السلام پر بنی امیہ کی طرف سے ڈھائے جانے والے مصائب اور آخرکار آپ کی شہادت کے بارے میں باخبر ہوں، تاکہ اموی پروپیگنڈہ امام علیہ السلام کے خون کو ضائع نہ

---

۱۔اصول کافی، ج۱،ص ۳۰۶۔

۲۔صفۃ الصفوۃ، ج۲،ص ۶۳ ،تاریخ ابن الوردی، ج۱،ص ۱۸۴، تاریخ ابی الفداء، ج۱،ص ۲۱۴۔

۳۔بحارالانوار، ج۱۱،ص ۶۲۔

کر سکے، اور امام باقر علیہ السلام پر ہونے والے مصائب کو لوگ بھلا نہ پائیں۔

آخر کار امام محمد باقر علیہ السلام کے بدن میں زہر اثر کرنے لگا جس سے آپ کے جسم پر بہت زیادہ اثر ہو گیا، اور ہر لحظہ موت آپ کے نزدیک ہونے لگی. امام باقر علیہ السلام اپنی عمر کے آخری لمحات میں اپنے تمام احساسات اور عواطف کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کیا. امام علیہ السلام اس روحانی وقت میں قرآن کی تلاوت اور استغفار کرتے جاتے تھے. چنانچہ امام علیہ السلام کی موت اس عالم میں ہوئی جب آپ ذکر خدا میں مشغول تھے، اور ایسے عالم میں آپ کی روح اپنے خالق کی طرف پرواز کر گئی. ایسی روح جس نے عالم اسلام کی فکری اور علمی زندگی کو روشن کر رکھا تھا، اور اس زمانہ میں اس کا کوئی نظیر نہیں تھا۔

آپ کی شہادت سے کتاب رسالت اسلامی کا ایک عظیم الشان صفحہ بند ہو گیا جس نے اس وقت کے اسلامی معاشرہ کو بیداری اور سرگرمی تک پہنچا دیا تھا۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کے جنازے کو تجہیز کیا اور آپ کو غسل دیا حالانکہ پدر بزرگوار کی شہادت پر اشکوں کا سلسلہ جاری تھا اور پھر آپ کو کفن دیا، ایسا باپ جس کا علم وفضیلت اور دین اسلام کی حفاظت میں کوئی مثل ونظیر نہیں تھا۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا جسم اطہر پوری شان وشوکت کے ساتھ لوگوں کے درمیان اٹھا اور قبرستان بقیع میں لے جایا گیا، اور آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور آپ کے چچا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سردار اہل جنت کی قبروں کے برابر امام محمد باقر علیہ السلام کے لئے قبر بنائی گئی اور امام صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کو ابدی مقام [قبر] میں رکھا اور آپ کو وہیں دفن کر دیا، درحقیقت ان کے ساتھ علم وحلم اور لوگوں کے ساتھ خوبی اور نیکی دفن ہو گئی۔

اس زمانہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت، امت اسلامی کے لئے سب سے بڑی مصیبت تھی، کیونکہ امام باقر علیہ السلام کے اس دنیا سے چلے جانے سے مسلمان اپنے رہبر اور ہادی کو کھو بیٹھے تھے، جو علم ودانش کی راہ میں بہت کوشاں تھا، اور جس نے مسلمانوں کی فکری اور ثقافتی بیداری کے لئے بہت زیادہ کوشش کی تھی۔

راویوں کے درمیان مشہور یہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی عمر بابرکت آپ کی وفات کے وقت ۵۸ رسال تھی۔

اسی طرح مورخین کے درمیان مشہور ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ۱۱۴ھ ق میں ہوئی ہے۔

## مسلمانوں کا امام صادق علیہ السلام کو ان کے پدر بزرگوار کی شہادت پر تعزیت کہنا

مسلمان جن کے دل حزن و ملال سے پارہ پارہ ہو چکے تھے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں جوق در جوق آئے اور امام محمد باقر علیہ السلام کی دردناک شہادت پر آپ کی خدمت میں تعزیت وتسلیت کہنے لگے، اور عرض کیا کہ ہمیں اپنے پدر بزرگوار کے غم میں شریک سمجھیں. امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں تسلیت عرض کرنے والوں میں ''سالم بن ابی حفصہ'' بھی تھے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

جب ابوجعفر محمد بن علی امام باقر علیہ السلام کی وفات ہوئی، میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ تھوڑی دیر صبر کرو، تاکہ میں گھر کے اندر جاؤں اور حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمد [امام صادق علیہ السلام] کی خدمت میں تعزیت کہوں، چنانچہ میں گھر کے اندر گیا اور آپ کی خدمت میں تعزیت پیش کی، اور میں نے کہا: ﴿إنّا لله و إنّا اليه راجعون﴾ خدا کی قسم! ہمارے درمیان سے ایسا شخص اٹھ گیا ہے جو کہتا تھا: ''حضرت رسول خدا ﷺ نے یہ فرمایا ہے''، جبکہ آپ سے کوئی بھی یہ سوال نہیں کرتا تھا کہ رسول خدا ﷺ کے قول نقل کرنے کی سند کیا ہے؟ خدا کی قسم میں نے ان جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا. سالم کہتے ہیں: حضرت امام صادق علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر اپنے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

''إن من عبادي من يتصدق بشق من تمرة فاربيها له، كما يربي أحدكم فلوه''

''میرے بندوں میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو آدھے کھجور کو میری راہ میں تصدق کرے گا اور میں اس کے آدھے کھجور کی تربیت کروں گا جیسا کہ تم اپنے گھوڑے کے بچے کو پرورش کرتے ہو''۔

سالم، حیران و پریشان ہوتے ہوئے امام صادق علیہ السلام کے مکان سے باہر آئے اور اپنے دوستوں کی طرف رخ کر کے کہا: میں نے اس سے زیادہ تعجب والی کوئی چیز نہیں دیکھی!! ہم امام باقر علیہ السلام کو

بلا واسطہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرنے کو ایک بڑا کام سمجھتے تھے، لیکن آج امام صادق علیہ السلام نے مجھ سے بلا واسطہ خداوند عالم سے نقل قول کیا ہے۔(۱)

---

۱۔امالی شیخ طوسی، ص ۱۲۵؛ اور دیکھئے: حیاۃ الامام محمد الباقر علیہ السلام، ج ۲، ص ۳۸۶ تا ۳۹۵، تالیف شیخ باقر شریف قرشی۔

# تیسری فصل

## امام محمد باقر علیہ السلام کی میراث

ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میرا پوتا حضرت محمد بن علی بن الحسین [علیہ السلام] مستقبل قریب میں دریائے علم کو شگافتہ کرے گا اور اپنی ذات سے علم ودانش کا چشمہ بہائے گا۔

چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کے ہم عصر افراد نے اس بات کی گواہی دی ہے .امام علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ ان کے دلوں کو ایسا جذب کرلیا تھا کہ مورخین نسل بعد نسل آپ کے آثار کو بیان کرتے چلے آئے ہیں۔

صدیوں سے نسل بعد نسل میں بیان ہونے والی مورخین کی بات کی صداقت پر بہترین دلیل جو خود آپ کے جدّ بزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے ایک دلیل ہے، وہ آپ کی میراث ہے جو علم ودانش اور زرین اقوال کی شکل میں امام محمد باقر علیہ السلام نے چھوڑی ہے۔

جس زمانہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام زندگی فرماتے تھے وہ ایسا زمانہ تھا جس میں اسلامی ثقافت اور حقیقی اسلامی تعلیمات کے ذریعہ مسلمانوں کو مضبوط کرنے کی سخت ضرورت تھی تا کہ فتوحات کی وجہ سے امت اسلامی میں پیدا ہونے والی ثقافتی موجوں کا مقابلہ کیا جاسکے، امت اسلام کے دوسری امتوں سے تعلقات کی وجہ سے عظیم اسلامی مملکت میں ثقافتی آزادی پھیل رہی تھی اور بہت جلد ہی امت اسلام کی حیات کو لبوں تک پہنچانے والی تھی، [ان تمام حالات سے مقابلہ کرنے کے لئے ان کو ایک عظیم رہبر وپیشواء کی ضرورت تھی جو اسلام کی حقیقی ثقافت کے ذریعہ ان سے مقابلہ کی طاقت عطا کرے].

اسی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام کی رسالت [اور ذمہ داری] دو اصلی خصوصیات میں خلاصہ ہوتی ہیں: ایک عام مسلمانوں کو معرفت اور ثقافت کے لحاظ سے مستحکم کرنا اور دوسرے شیعوں کو خاص طور پر دینی اور ثقافتی لحاظ سے مضبوط اور مستحکم کرنا۔

اگر پہلی صدی کے دوسرے حصہ سے تیسرے صدی کے شروع تک کے زمانہ میں امت اسلام کے لئے ائمہ طاہرین علیہم السلام کی چھوڑی ہوئی علمی اور ثقافتی میراث پر غور وفکر کریں تو اس عظیم میراث کی عظمت اور اس کا منفرد ہونا نیز دوسرے تمام اسلامی فرقوں کے پاس موجود علمی میراث پر اس کی افضلیت واضح اور آشکار ہو جائے گی۔ کیونکہ اہل بیت علیہم السلام کی علمی میراث شناخت اور معرفت کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے، اور منابع و مصادر کے لحاظ سے مکمل طور پر صحیح و سالم اور مضمون کے لحاظ سے [بھی] بہت سے سنجیدہ اور منظّم ہے. یہ علمی میراث واضح اور آشکار صورت میں الٰہی معرفت کے مصادر یعنی کتاب و سنت رسول ﷺ سے بہت ہی گہرا رابطہ رکھتی ہے۔

اگر چہ اس کتاب میں ہمارا مقصد اختصار ہے، لہٰذا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ساری علمی اور ثقافتی میراث نہیں بیان کر سکتے، لیکن پھر بھی ضروری ہے کہ مختصر طور پر کچھ چیزیں قارئین کرام تک پہنچائیں تا کہ اس علمی وثقافتی میراث کی عظمت اور اس کا استحکام واضح ہو جائے۔

ہم نے اس کتاب کے لئے اسلامی علم و معرفت کے مختلف پہلوؤں کا انتخاب کیا ہے، البتہ اس مقدار میں کہ اس مجموعہ کی یہ جلد ہمیں اجازت دے، جو کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے مخصوص ہے، ہم خداوند عالم سے توفیق کے طالب ہیں۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کی تفسیری میراث

اس بات میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں ہے کہ قرآن کریم اسلامی تشریع [جواز حکم] کا سب سے پہلا مرکز اور اسلامی ثقافت کا سب سے اہم مرکز ہے جس نے امت اسلامی اور رسالت الٰہی کو امتیاز بخشا ہے، اور امت کو انسانی کمال کی طرف رہنمائی کی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تمام اہل بیت علیہم السلام کی طرح قرآن کریم کی تلاوت، حفظ، تفسیر قرآن،

اور جھوٹے دعوے کرنے والوں کے مقابلہ اس کی حفاظت کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے. امام باقر علیہ السلام کے تفسیری جلسات یا دروس آپ کی خاص فعالیت اور علمی جہاد کی بنا پر امت اسلامی کو ایک خاص امتیاز ملا، اسی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے ہر روز اپنے وقت کا ایک حصہ تفسیر قرآن سے مخصوص کر رکھا تھا جس میں آپ قرآن کے سبھی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے تھے. بہت سے علمائے تفسیر اپنے تمام اختلاف کے باوجود امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور بہت سے چیزوں کو امام علیہ السلام سے حاصل کرتے تھے۔(۱) اس بنا پر امام محمد باقر علیہ السلام عالم اسلام میں قرآن کریم کے مفسرین کے درمیان سب سے زیادہ چمکتے ہوئے ستارے کی حیثیت رکھتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام تفسیر قرآن میں ایک مخصوص علمی انداز اپنائے ہوئے تھے، جو اہداف رسالت اور اس کے اصول کے موافق تھا اور ذاتی رائے، استحسان، تاویل اور ظن وگمان کے مطابق تفسیر کرنے والوں کے نظریات کو رد کرنے والا تھا، مثال کے طور پر آپ نے ''قتادہ'' کے اوپر سخت اعتراض کرتے ہوئے اس سے فرمایا:

''بلغني انک تفسّر القرآن!''.

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم بھی تفسیر قرآن کرتے ہو''۔

اس نے کہا: جی ہاں، ایسا ہی ہے۔

امام علیہ السلام نے اس کام کو صحیح نہ مانتے ہوئے اس سے کہا:

**''یا قتادة ! إن کنت فسّرت القرآن من تلقاء نفسک فقد هلکت و أهلکت، و إن کنت قد فسّرته من الرجال فقد هلکت و أهلکت، یا قتادة ویحک إنما یعرف القرآن من خوطب به''(۲)**

''اے قتادہ! اگر تم قرآن کی تفسیر اپنی رائے کے مطابق کرتے ہو تو جان لو کہ تم خود بھی ہلاک ہونے والے

---

۱۔ دیکھئے: حیاة الامام محمد الباقر علیہ السلام، ج۱، ص ۱۷۴، تالیف شیخ باقر شریف قرشی۔

۲۔ البیان فی تفسیر القرآن، ص ۲۶۷۔

ہواور دوسروں کو بھی ہلاک کرنے والے ہو، اور اگر قرآن کی تفسیر الفاظ اور اپنی طرح دوسرے لوگوں کی عقلی تجربات کی بنا پر کرتے ہو تو معلوم ہونا چاہئے کہ تم بھی ہلاک ہونے والے ہو اور دوسروں کو بھی ہلاک کرنے والے ہو، اے قتادہ! وائے ہو تم پر، قرآن کو صرف وہی جانتے ہیں جو خداوند عالم کی طرف سے قرآن کے مخاطب ہیں''۔

امام محمد باقر علیہ السلام معرفت اور شناخت کو صرف اہل بیت علیہم السلام سے مخصوص جانتے تھے. کیونکہ اہل بیت علیہم السلام ہی وہ ہستیاں جو قرآن کے محکمات کو متشابہات سے اور ناسخ کو منسوخ سے جدا کر سکتے ہیں، اور ایسا علم اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسرے کے پاس نہیں ہے، اسی وجہ سے انھیں حضرات سے منقول ہے کہ فرمایا:

''إنّہ لیس شيء أبعد من عقول الرجال من تفسیر القرآن، والآیة یکون أولھا في شيء وآخرھا في شيء وھو کلام متصل ینصرف الی وجوہ''.(۱)

''کوئی بھی چیز تفسیر قرآن کے برابر انسانی عقل سے دور نہیں ہے، کیونکہ ایک آیت جو متصل ہے لیکن اس کے شروع کا حصہ کسی دوسرے مسئلہ کے بارے میں ہے اور آخری حصہ کسی دوسرے مسئلہ کے سلسلہ میں، اور یہ متصل کلام کئی وجوہات کی طرف پلٹا یا جا سکتا ہے''۔

البتہ قرآن کریم کے ظاہر پر عمل کرنا تفسیر بالرائے نہیں کہی جاتی، کیونکہ تفسیر بالرائے کی نہی کی گئی ہے اور ظاہر قرآن پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کے بارے میں محمد بن اسحاق ندیم اپنی کتاب فہرست میں جہاں تفسیر قرآن کو شمار کرتے ہوئے اس کتاب کا بھی نام لیتے ہیں، ابن ندیم لکھتے ہیں: ''کتاب باقر محمد بن علی بن الحسین [علیہم السلام] جس کتاب کو ابوالجارود زیاد بن منذر ''فرقۂ جارودیہ'' کے سربراہ نے آپ سے روایت کی ہے''. سید حسن صدر کہتے ہیں: ''اس کتاب تفسیر کو ابوالجارود نے اس زمانہ میں روایت کی ہے کہ جب وہ عقائد حقہ [شیعیت] پر ثابت قدم تھا، اس شیعہ موثق راویوں

---

۱۔ فرائد الاصول، ص ۲۸۔

سے روایت کی ہے جن میں ''ابوبصیر یحیٰ بن قاسم اسدی'' کے نام کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اسی تفسیری کتاب کو علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی نے اپنی کتاب تفسیر میں ابوبصیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۱)

## تفسیر امام محمد باقر علیہ السلام کے چند نمونے

۱۔امام محمد باقر علیہ السلام درج ذیل آیہ شریفہ:

﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى﴾.(۲)

''اور میں بہت زیادہ بخشنے والا ہوں، اس شخص کے لئے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اور پھر راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہے''۔

میں ''ہدایت'' کی تفسیر ''اہل بیت علیہم السلام کی ولایت'' قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''فوالله لو ان رجلاً عبد الله عمره ما بين الركن والمقام، ولم يجيء بولايتنا الا اكبه الله في النار على وجهه''.(۳)

''خدا کی قسم! اگر کوئی شخص اپنی پوری زندگی رکن ومقام [خانہ کعبہ] میں عبادت کرتا رہے لیکن ہم [اہل بیت] کی ولایت کے ساتھ قیامت میں وارد نہ ہوا تو خداوند عالم اس کو آتش جہنم میں ڈال دے گا''۔

۲۔اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے درج ذیل آیت شریفہ کی تفسیر میں فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾.(۴)

''اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے''۔

---

۱۔تاسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام، ص۳۲۷، الفہرست شیخ طوسی، ص۹۸، اس تفسیر کو سید شاکر غرباوی نے تحریر کیا ہے لیکن اس کو ابھی تک نہیں چھپوایا۔

۲۔سورۂ طہ، آیت ۸۲۔

۳۔مجمع البیان، ج۷، ص۲۳، مطبوعہ بیروت۔

۴۔سورۂ مائدہ، آیت ۶۷۔

''إنَّ الله اوحی الی نبیہ ان یستخلف علیاً فکان یخاف أنْ یشق ذلک علی جماعة من أصحابه فانزل الله تعالیٰ هذه الآیة تشجیعاً له علی القیام بماأمره الله فادائه''.(۱)

''خداوند عالم نے اپنے رسول پر وحی نازل فرمائی تاکہ اپنے بعد حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ معین اور منصوب فرمادیں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے خوف زدہ تھے کہ یہ مسئلہ بعض اصحاب کے لئے سخت نہ ہو، اسی وجہ سے خداوند عالم نے اس آیت میں آپ کو اس عمل اور اس حکم الٰہی کی تبلیغ کے لئے دلداری اور حوصلہ عطا کیا''۔

۳۔اسی طرح آپ نے درذیل آیہ شریفہ کی تفسیر میں فرمایا:

﴿تنزَّلُ الْمَلائِکَةُ وَالرُّوحُ فیها﴾.(۲)

''[اس میں] ملائکہ اورروح القدس اذن خدا کے ساتھ تمام امور کو لے کر نازل ہوتے ہیں''۔

''تنزل الملائکة والکتبة الی سماء الدنیا فیکتبون ما یکون في السنة من امور ما یصیب العباد والامر عنده موقوف له فیه علی المشیئة فیقدم مایشاء، ویؤخر ما یشاء ویثبت، وعنده ام الکتاب''.(۳)

''ملائکہ اور کاتبین آسمان دنیا پر آتے ہیں اور بندگان خدا کے لئے سال بھر میں پیش آنے والے واقعات کو لکھتے ہیں، لیکن جو کچھ وہ وہاں لکھتے ہیں مشیت الٰہی پر موقوف ہوتا ہے، پس خداوند عالم جس چیز کو چاہے مقدم کردے اور جس چیز کو چاہے موخر کردے، اور جس چیز کو چاہے ثابت رکھے، اور اسی کے پاس امّ الکتاب ہے''۔

۴۔اسی طرح درج ذیل آیہ شریفہ:

﴿ فَکُبْکِبوا فیها هُمْ وَالْغاوونَ﴾.(۴)

''پھر وہ سب مع تمام گمراہوں کے منہ کے بَل ڈھکیل دئے جائیں گے''۔

---

۱۔مجمع البیان، ج۴،ص۲۲۳۔
۲۔سورۂ قدر، آیت۴۔
۳۔دعائم الاسلام، ج۱،ص۳۳۴۔
۴۔سورۂ شعراء، آیت۹۴۔

کے ذیل میں امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"إنها نزلت في قوم وصفوا عدلاً بالسنتهم ثم خالفوه إلى غيره".(۱)

"یہ آیہ شریفہ اس قوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو زبان سے تو عدالت کا اقرار کرتے تھے لیکن مقام عمل میں اس کی مخالفت کرتے تھے اور دوسری راہ پر گامزن تھے"۔

۵۔ نیز درج ذیل آیت کے سلسلہ میں:

﴿فَاسْألوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنتُمْ لاتَعْلَمونَ﴾.(۲)

"پس اگر تم لوگ نہیں جانتے تو جاننے والوں سے دریافت کرلو"۔

محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کچھ لوگ ہمارے پاس ایسے ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ اس آیت سے یہود و نصاری ہیں [جن سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے] تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

"إذاً يدعونكم الى دينهم!"

اگر ایسا ہو تو وہ تمہیں اپنے دین [یہود و عیسائیت] کی دعوت دیں گے"۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"نحن أهل الذكر ونحن المسؤولون".(۳)

"ہم ہیں اہل ذکر اور وہ افراد ہیں جن سے سوال ہوتا ہے"۔

۶۔ اسی طرح درج ذیل آیہ شریفہ میں.

﴿يَوْمَ نَدْعو كُلَّ أُناسٍ بِإمامِهِمْ﴾.(۴)

"قیامت کے دن ہم ہر گروہ انسانی کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے"۔

جابر بن یزید جعفی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص ۴۷۔ ۲۔ سورۂ انبیاء، آیت ۷۔

۳۔ اصول کافی، ج۱، ص ۲۱۱۔ ۴۔ سورۂ اسراء، آیت ۷۱۔

"لـمّـا نزلت هذه الآية قال المسلمون: يا رسول الله ألست امام الناس كلهم أجمعين ؟ فقال صلى الله عليه وآله وسلم: "أنا رسول الله الى الناس أجمعين، ولكن سيكون من بعدي ائمة على الناس من اهل بيتي يقومون فى الناس فَيُكَذَّبونَ، ويظلمهم ائمة الكفر والضلال واشياعهم، فمن والاهم، واتبعهم، وصدقهم فهو مني ومعي وسيلقاني، الا من ظلمهم وكذبهم فليس مني، ولا معي، وأنا منه بريء".(۱)

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ تمام لوگوں کے امام نہیں ہیں؟ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: میں خدا کی طرف سے تمام لوگوں کا رسول ہوں، لیکن میرے بعد میرے اہل بیت سے لوگوں کے لئے امام ہوں گے جو ان کے درمیان قیام کریں گے، لیکن لوگ ان کو جھٹلائیں گے اور ظالم وستمگر حاکم ان پر ظلم وستم کریں گے. پس جو شخص ان کی ولایت کو قبول کرے، ان کی پیروی اور ان کی تصدیق کرے تو وہ مجھ سے ہے اور وہ میرے ساتھ ہیں اور وہ عنقریب مجھ سے ملاقات کرے گا، لیکن آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص ان پر ظلم وستم کرے اور ان کو جھٹلائے تو وہ مجھ سے نہیں ہے اور وہ میرے ساتھ نہیں ہے اور میں بھی اس سے بیزار ہوں"۔

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے درج ذیل آیہ شریفہ:

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنا مِنْ عِبادِنا فَمِنْهُمْ ظالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سابِقٌ بِالْخَيْراتِ بِإِذْنِ اللهِ﴾.(۲)

"اور پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنھیں اپنے بندوں میں سے چن لیا کہ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں"۔

کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص۲۱۵۔

۲۔ سورۂ فاطر (۳۵) ۳۲۔

"السابق بالخيرات الامام، والمقتصد العارف للامام، ولظالم لنفسه الذي لا يعرف الامام".(۱)

"سابق الخیرات" یا وہ لوگ جو نیک کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں ان سے مراد امام ہے، اور "مقتصد" یا میانہ روی کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو امام کی معرفت رکھتا ہو. اور اپنے نفس پر ستم کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو امام کو نہ پہچانے"۔

۸۔ جب حضرت امام باقر علیہ السلام سے درج آیت میں:

﴿إِنَّ في ذٰلِکَ لَآياتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ﴾.(۲)

"بے شک [ان باتوں] میں صاحبان ہوش کے لئے بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں"۔

"متوسّمین" کے بارے میں سوال ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

"قال أمير المؤمنين (عليه السلام): كان رسول الله(ص) المتوسم، و أنا من بعده والأئمة من ذريتي المتوسمون".(۳)

"حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے: پیغمبر اکرم ﷺ اس سلسلہ کی سرفہرست ہیں اور میں اور میرے بعد میری نسل سے ہونے والے ائمہ [علیہم السلام] ہیں اور یہ سب "متوسّمین" یا دانشمند گروہ ہیں"۔

۹۔ اسی طرح امام علیہ السلام نے درج ذیل آیہ شریفہ:

﴿وَأَلَّوْ اسْتَقاموا عَلَى الطَّريقَةِ لَأَسْقَيْناهُمْ ماءً غَدَقًا﴾(۴)

"اور اگر یہ لوگ سب ہدایت کے راستہ پر ہوتے تو ہم انھیں وافر پانی سے سیراب کرتے"۔

کی تفسیر کے بارے میں فرمایا:

"يعني لو استقاموا على ولاية علي بن ابي طالب امير المؤمنين (عليه السلام) والاوصياء من ولده، وقبلوا طاعتهم في أمرهم ونهيهم لأسقيناهم ماءاً غدقاً يعنى اشربنا

---

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص۲۱۴۔ ۲۔ سورۂ حجر، آیت ۷۵۔

۳۔ اصول کافی، ج۱، ص۲۱۹۔ ۴۔ سورۂ جن، آیت ۱۶۔

قلوبهم الايمان، و الطريقة: هي الايمان بولاية عليّ والاوصياء"(۱)

''یعنی اگر لوگ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کی اولاد اصفیاء کی ولایت قبول کرتے اور اس پر استقامت کرتے اور امر و نہی میں ان کی اطاعت قبول کرتے تو ان کے دلوں کو ایمان کے پاک و پاکیزہ پانی سے سیراب کردیتے۔ اور اس آیت میں لفظ ''طریق'' سے مراد علی علیہ السلام اور ان کے بعد دیگر ائمہ علیہم السلام کی ولایت ہے۔!

۱۰۔ اسی طرح درج ذیل آیہ شریفہ:

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِى وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾(۲)

سے متعلق جب آپ سے آیت کے اس فقرے ﴿وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ کے بارے میں یزید بن معاویہ نے امام باقر علیہ السلام سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

"إيّانا عنى، وعليّ أولنا، وأفضلنا وخيرنا بعد النبى"(۳)

''مذکورہ آیت سے مراد ہم [اہل بیت] ہیں، جن میں حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سے برتر ہیں''۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیثی میراث

قرآن کریم کے بعد اسلامی منابع و مصادر میں ''حدیث شریف نبوی'' ہے اور اسی سنت شریفہ نے امت اسلام کی بنیادی اور مستحکم عام منصوبہ بندی اور خاص صورت میں حیات انسانی کے لئے دینی و شرعی بنیادوں کو استوار کرنے میں بہترین کردار ادا کیا ہے۔

البتہ عالم اسلام پر ایک بڑی مصیبت یہ نازل ہوئی کہ ایک زمانہ تک جعلی اور من گڑھنت حدیثوں کو بھی

---

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص۲۲۰۔

۲۔ سورۂ رعد، آیت ۴۳۔ ''اے رسول کہہ دیجئے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رسالت کی گواہی کے لئے خدا کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے''۔

۳۔ اصول کافی، ج۱، ص۲۲۹ مجمع البیان، ج۶ ص۳۰۱ روی عن ابی جعفر انها نزلت فی آل البیت۔

حدیث نبوی میں شامل کیا گیا، کیونکہ اس زمانہ کے خلفاء نے حدیث لکھنے یا اس کو نشر کرنے بلکہ حدیث بیان کرنے پر پابندی لگادی تھی جس کی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام نے سنت رسول اور حدیث نبوی ﷺ کو نشر کرنے اور اس کی تبلیغ میں بہت ہمت سے کام لیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے احادیث رسول اکرم ﷺ پر خاص طور توجہ دی، یہاں تک کہ جابر بن یزید جعفی نے آپ کے ذریعہ پیغمبر اکرم ﷺ سے ستر ہزار حدیثیں نقل کی ہیں (۱) اسی طرح ابان بن تغلب اور دوسرے شاگردوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس عظیم میراث کا ایک عظیم مجموعہ نقل کیا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام صرف حدیث کے نقل اور اس کو نشر کو کافی نہیں سمجھتے تھے، بلکہ آپ اپنے اصحاب کو احادیث سمجھنے اور اس کے معنی سے آشنائی پیدا کرنے کی دعوت دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے کسی راوی کی فضیلت کا معیار یہ قرار دیا کہ وہ جس مقدار میں حدیث کو سمجھتا ہے اور اس کے معنی واسرار سے مطلع ہوتا ہے۔

یزید رزّاز نے اپنے باپ سے، انھوں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت نقل کی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"أعرف منازل الشيعة على قدر رواياتهم ومعرفتهم؛فاشربن فانَّ المعرفة هي الدراية للرواية ،وبالدراية للرواية يعلو المؤمن الى اقصىٰ درجات الايمان".(۲)

"ہمارے شیعوں کو احادیث اہل بیت علیہم السلام کے بیان اور ان کی احادیث کی معرفت کے ذریعہ پہچانو، معرفت نام ہے روایت کی پہچان اور درایۃ الحدیث کا اور مومن روایت اور درایت کے فہم وشعور سے ایمان کے درجوں کو طے کرتا ہے"۔

ہم نے گزشتہ بحث میں ان احادیث رسول اکرم ﷺ کو بیان کیا ہے جن کو امام محمد باقر علیہ السلام نے روایت کیا ہے، ذہن نشین کرنے کے لئے آپ دوبارہ ان احادیث کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ (۳)

---

۱۔اصول کافی، ج۱،ص۱۴۰،اور دیکھئے: مقدمۂ صحیح مسلم۔

۲۔حیاۃ الامام محمد الباقر علیہ السلام، تالیف: استاد باقر شریف قرشی،ص۱۴۰تا۱۴۱،نقل از ناسخ التواریخ، ج۲،ص۲۱۹۔

۳۔خصال،ص۴۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کی کلامی میراث

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کلامی سلسلہ میں بھی بحث وتدریس فرمائی ہے. اسی طرح علم کلام کے مشکل اور دقیق مسائل کے بارے میں آپ سے سوالات ہوئے اور آپ نے ان کا بہترین جواب دیا ہے۔

اس کا بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ امام باقر علیہ السلام کا زمانہ تاریخ اسلام کے دوسرے زمانوں کی نسبت اعتقادی اور کلامی بحث کے لحاظ سے ایک بہت ہی حساس زمانہ تھا. کیونکہ اس زمانہ میں اسلامی فتوحات دنیا کے بہت سے ممالک تک پہنچ چکے تھے، اور یہ بات اس چیز کا سبب بنی کہ دشمنان اسلام کے دل وجان میں خصوصاً جو قومیں اسلام کے ذریعہ شکست کھا چکی تھیں ان کے دلوں میں بغض وحسد پیدا ہونے لگا، چنانچہ انھوں نے اسلام سے شکست کا ردّ عمل یہ ظاہر کیا کہ اسلامی عقائد کے خلاف حملہ شروع کردئے اور مسلمانوں کے درمیان بہت سے شک وشبہات پیدا کردئے. البتہ اس وقت کی اموی حکومتوں نے اسلام مخالف حملوں کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ مزید ان کو مضبوط کرنے کی کوشش کی، اور اگر بنی امیہ کا کوئی بھی حاکم ان چیزوں میں سے کسی کا بھی مقابلہ کرتا تو تاریخ اسے ضرور نقل کرتی، لیکن اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں تو ہمیں اس طرح کے مقابلہ میں کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی، چنانچہ ان بحرانی حالات میں مسلمانوں کو اعتقادی مسائل میں نجات دینے والا کوئی نہیں تھا، امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سلسلہ میں بہت زیادہ کوشش کی، اور دشمنان اسلام کے منحرف اعتراضات کو رسوا کردیا، اور بہترین دلائل اور مستحکم براہین کے ذریعہ ان کے عقائد اور شک وشبہات کو باطل اور ردّ کردیا. قارئین کرام! اب ہم یہاں امام محمد باقر علیہ السلام کے کلامی بحث کے چند نمونے ذکر کرتے ہیں:

### ۱۔ انسانی عقل خداوند عالم کی حقیقت کو درک کرنے سے عاجز ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے درج ذیل آیت کے بارے میں سوال ہوا:

﴿ لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ﴾(۱)

''نگاہیں اسے پا نہیں سکتیں اور وہ نگاہوں کا برابر ادراک رکھتا ہے''۔

امام علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''أوهام القلوب أدق من ابصار العيون، أنت قد تدرك بوهمك السند والهند والبلدان التي لم تدخلها، ولا تدركها ببصرك. وأوهام القلوب لا تدركه فكيف أبصار العيون؟!''(۲)

''انسان کی آنکھوں سے زیادہ دقیق اور وسیع انسان کے عقلی تصورات ہوتے ہیں، کیونکہ تم اسی وقت اپنے خیال میں سندھ اور ہند جیسے ملکوں کا تصور کر سکتے ہوں، اسی طرح دوسرے شہروں کا بھی تصور کر سکتے ہو جن میں آج تک نہیں گئے ہو، اور اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے لیکن عقل وخیال کے تصور سے خداوند عالم کی کُنہ اور حقیقت کو درک کرنے پر قادر نہیں ہو تو پھر سر کی آنکھوں سے کس طرح خداوند عالم کو درک کیا جا سکتا ہے؟!''

عبد الرحمٰن بن ابی نجران نے امام محمد باقر علیہ السلام سے خداوند عالم کے بارے میں سوال کیا اور کہا: میں اپنے ذہن میں [خداوند عالم کا] ایک تصور خیال کرتا ہوں. امام باقر علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

''نعم، غير معقول ولا محدود، فما وقع وهمك عليه من شيء فهو خلافه، ولا يشبهه شيء، ولا تدركه الأوهام، كيف تدركه الأوهام وهو خلاف ما يعقل وخلاف ما يتصور في الأوهام، إنما يتوهم شيء، غير معقول ولا محدود''(۳)

''ہاں، عقل سے باہر اور نا محدود، اس طرح تمہارے ذہن میں جو تصور آتا ہے وہ خداوند عالم کی حقیقت کے

---

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۱۰۳۔

۲۔ یہ حدیث امام محمد تقی امام جواد علیہ السلام سے بھی منسوب ہے۔

۳۔ اصول کافی، ج۱، ص۸۲۔

برخلاف ہے. کیونکہ کوئی بھی چیز اس کے شبیہ نہیں ہے، اور تصورات وخیالات ہرگز اس کو درک نہیں کر سکتے، اور کس طرح خیالات میں اس کا تصور کیا جا سکتا ہے حالانکہ وہ جنس معقول سے نہیں ہے (یعنی عقل میں سما نہیں سکتی) اور اس چیز کے برخلاف ہے جس کا انسان تصور کرتا ہے. انسانی ذہن صرف چیزوں کے بارے میں تصور سکتا ہے جبکہ وہ نہ تو ذہن میں سما سکتا ہے اور نہ ہی اس کی حد بندی کی جا سکتی ہے

## ۲۔ واجب الوجود کا ازلی ہونا

ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا: مجھے اپنے پروردگار کے بارے میں آگاہ کریں کہ کس زمانہ سے ہے؟ تو امام باقر علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

"ویلک! إنما يقال لشيء لم يكن، متى كان؟ إنّ ربي تبارك وتعالىٰ كان ولم يزل حياً بلا كيف، ولم يكن له كان، ولا كان لكونه كون. كيف ! ولا كان له أين، ولا كان في شيء، ولا كان على شيء، ولا ابتدع لمكانه مكاناً، ولا قوي بعد ما كوّن الاشياء، ولا كان ضعيفاً قبل أن يكوّن شيئاً، ولا كان مستوحشاً قبل أن يبتدع شيئاً، ولا يشبه شيئاً مذكوراً، ولا كان خلواً من الملك قبل انشاءه، ولا يكون منه خلواً بعد ذهابه، لم يزل حياً بلا حياة، وملكاً قادراً قبل ان ينشئ شيئاً، وملكاً جباراً بعد انشاءه لكون، فليس لكونه كيف ولا له اين، ولا له حد، ولا يعرف بشيء، ولا يهرم لطول البقاء، ولا يصعق لشيء بل لخوفه تصعق الاشياء كلها. كان حياً بلا حياة حادثة، ولا كون موصوف ولا كيف محدود، ولا أين موقوف عليه، ولا مكان جاور شيئاً، بل حيّ يعرف، وملك لم يزل له القدرة والملك، أنشأ ماشاء حين شاء بمشيئته، ولا يحد ولا يبعض، ولا يفنى، كان أولاً بلا كيف، ويكون آخراً بلا أين، وكل شيء هالك إلّا وجهه، له الخلق والامر تبارك الله رب العالمين.

ويلك أيّها السائل!! إنّ ربّي لا تغشاه الأوهام، ولا تنزل به الشبهات، ولا يحار، ولا يجاوزه شيء، ولا تنزل به الاحداث، ولا يسأل عن شيء ولا يندم على شيء، ولا

تاخذه سنة ولا نوم له ما في السماوات وما في الارض وما بينهما، وماتحت الثرىٰ"(۱)

''وائے ہو تجھ پر، تیرا سوال ان چیزوں کے سلسلہ میں صحیح ہے جو پہلے نہیں تھیں لیکن بعد میں وجود میں آئیں، اور کہا جاتا ہے کہ وہ چیزیں کب وجود میں آئیں.لیکن خداوند عالم ازل سے ہے اور ہمیشہ باحیات ہے جبکہ اس کی حیات مقولہ ''کیف'' [یعنی کیفیت] سے نہیں تھی اور نہ ہے، (کیونکہ کیفیت خود حادث اور مخلوق ہیں، جبکہ خداوند عالم ایک بسیط موجود ہے جس میں کسی طرح کی ترکیب نہیں پائی جاتی، تا کہ اس کی کوئی کیفیت ہو)۔

میرا پروردگار اس حالت میں تھا کہ جس کا ہونا ''کون و کیف'' [یعنی ہونا اور کیفیت] سے متصف نہیں تھا، اس کے رہنے کے لئے کوئی خاص جگہ نہیں ہے، اور ''أین'' [یعنی کہاں] کی اس میں گنجائش نہیں ہے، وہ کسی چیز میں نہیں ہے [کیونکہ اس کا کسی چیز میں حلول کرنا باطل ہے] اور اسی طرح وہ کسی چیز پر نہیں ہے [کیونکہ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے] اور اس نے اپنے رہنے کے لئے کوئی مکان معین نہیں کیا ہے۔
وہ مخلوقات کو پیدا کرنے کے بعد طاقتور نہیں ہوا [کیونکہ وہ کبھی کمزور نہیں تھا] اور ان کے خلق کرنے سے پہلے کمزور نہیں تھا [تا کہ ان کے پیدا کرنے سے اس کی کمزوری ختم ہو جاتی] اسی طرح وہ مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے خوف زدہ نہ تھا [تا کہ انس حاصل کرنے کے لئے موجودات کو پیدا کیا ہو] وہ کسی چیز سے مشابہ نہیں ہے چاہے اس چیز کے لئے کوئی لفظ ہو یا صرف ذہن میں تصور کیا گیا ہو [کیونکہ وہ مخلوقات کی تشبیہ سے پاک و پاکیزہ ہے] وہ مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے، پیدا کرنے کے بعد اور ان کی نابودی کے بعد کبھی سلطنت اور بادشاہی سے جدا نہیں ہے [کیونکہ اس کی سلطنت مخلوقات کی وجہ سے نہیں ہے] وہ ازل سے زندہ ہے بغیر زندگی کے، وہ مخلوقات کو خلق کرنے سے پہلے صاحب قدرت بادشاہ تھا اور کائنات کو خلق کرنے کے بعد بھی طاقتور بادشاہ ہے۔

اس کے لئے کیفیت، مکان اور کوئی حد نہیں ہے وہ کسی چیز سے شباہت کی وجہ سے نہیں پہچانا جاتا اور وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا، وہ کبھی بھی کسی چیز سے نہیں ڈرتا بلکہ تمام چیزیں اس سے ڈرتی ہیں، وہ زندہ ہے لیکن ایسی

---

۱۔اصول کافی، ج۱، ص۸۸تا۸۹۔

زندگی سے نہیں جو اس کو عدم سے وجود میں لائے، وہ موجود ہے لیکن نہ ایسا موجود جس کی صفت بیان کی جائے [یعنی اس کی صفت زائد بر ذات ہو یا زمان و مکان سے موصوف ہو] اور اس کی کیفیت نہیں ہے اس کے لئے کوئی مکان نہیں ہے جس میں وہ رہتا ہو یا وہ کسی دوسری چیز کے برابر میں قرار پائے، ایسی بھی کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ وہ ایسا زندہ ہے جو شناختہ شدہ ہے اور وہ ایسا بادشاہ ہے جو صاحب طاقت وقدرت ہے اور ایسا بادشاہ ہے جو ارادہ کر لے تو [بغیر کسی واسطہ، مادہ اور حرکت کے] انجام پا جاتا ہے۔

وہ نہ محدود ہے اور نہ اس کے اجزاء ہیں، وہ ہرگز زوال پذیر نہیں ہے اور کبھی فانی ہے، وہ بغیر کیفیت کے کائنات کا سر آغاز ہے (کیونکہ خداوند عالم کی ذات مقدس کے علاوہ ہر وہ چیز جو کسی دوسری چیز کا سر آغاز ہو اسی آغاز سے اس میں کیفیت پیدا ہو جاتی ہے)، اور وہ کائنات کا آخر ہے بغیر اس کے کہ اس کے لئے کوئی جگہ اور مکان ہو (چونکہ جو چیز آخر کے رتبہ پر فائز ہو تو وہ دوسری چیز سے مؤخر ہوتا ہے، سوائے خداوند عالم کے جس کا اول و آخر اس کی عین ذات ہے)، سوائے اس کی ذات کے تمام چیزیں نابود ہونے والی ہیں، اسی کے حکم کے تابع ہیں اسی کے لئے خلق بھی ہے اور امر بھی ہے وہ نہایت ہی صاحب برکت اللہ ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے"۔

اے سوال کرنے والے تجھ پر وائے ہو، میرے پروردگار تک خیالات کی پہنچ نہیں ہے اور اس تک شبہات کی رسائی نہیں ہے، وہ کسی چیز میں حیرت زدہ اور پریشان نہیں ہوتا، کوئی بھی چیز اس کے نزدیک تک نہیں پہنچ سکتی، اور کوئی بھی واقعہ اور حادثہ اس پر واقع نہیں ہو سکتا (کیونکہ وہ واقعات اور زمانہ کے حوادث سے مافوق ہے) اس سے باز پرس کی جا سکتی ہے کسی بھی چیز کے بارے میں، اور وہ کسی کام کے انجام سے پشیمان نہیں ہوتا، نہ اسے نیند آتی ہے اور نہ اونگھ، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کی تہ میں ہے سب اسی کا ہے"۔(۱)

---

۱۔ قارئین محترم! جیسا کہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا اس روایت میں بہت سی فلسفی اصطلاحیں استعمال ہوئی ہیں اور چونکہ اس کتاب میں صرف ترجمہ مقصود تھا لہٰذا اس کی توضیح وتفصیل بیان نہیں کی گئی ہے، اس سلسلہ میں مزید تحقیقات کرنا چاہیں وہ شرح اصول کافی کی طرف رجوع فرمائیں۔

## ۳۔امام علیہ السلام کی اطاعت کا وجوب

امام معصوم علیہ السلام کی اطاعت ایک دینی فریضہ ہے جس کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے:

﴿أطيعوا اللهَ وَأطيعوا الرَّسولَ وَأُوْلي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾(۱)

''ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تمہیں میں سے ہیں''۔

اور اس کے بارے میں احادیث و روایات متواتر ہیں، چنانچہ جناب زرارہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''...ذروة الأمر وسنامه، ومفتاحه، وباب الأشياء، ورضا الرحمن تبارك وتعالیٰ، والطاعة للامام بعد معرفته... إن الله تبارك وتعالیٰ يقول: ﴿مَنْ يُطِعْ الرَّسولَ فَقَدْ أطاعَ اللهَ وَمَنْ تَوَلّی فَمَا أَرْسَلْناكَ عَلَيْهِمْ حَفيظًا﴾(۲)(۳)

''ہر زمانہ کے امام کی معرفت اس کی مکمل اطاعت و پیروی، ایمان کے بلند چوٹی اور ایمان کی کنجی اور ہر چیز میں خداوند عالم کی خوشنودی کی سبب ہے...خداوند عالم فرماتا ہے: ''جو رسول کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو منہ موڑے گا تو ہم آپ کو اس کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا''۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کی تاریخی میراث

امام محمد باقر علیہ السلام نے بہت سی حکمتوں اور انبیاء گزشتہ کی سنتوں خصوصاً اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ اور سیرت اور آپ کے زمانہ کے تاریخی واقعات کو اپنے احادیث کے ضمن میں بیان کیا ہے. جو حضرات اس طرح کی بحث و گفتگو میں مہارت رکھتے ہیں انھوں نے اس سلسلہ میں امام محمد باقر علیہ السلام بہت سی روایتیں نقل کی ہیں، ہم بھی یہاں پر بعض روایات کو آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

---

۲۔سورۂ نساء، آیت ۵۹۔

۲۔سورہ نساء، آیت ۸۰۔

۳۔اصول کافی، ج۱، ص۱۸۵۔

## ا۔ حضرت آدم علیہ السلام پر وحی الٰہی

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے سامنے جناب آدم علیہ السلام پر خدا کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کے بارے میں بیان کیا جن میں حکم اور اخلاقی مسائل بیان ہوئے ہیں، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

**"أوحی الله تبارک وتعالیٰ لآدم إني اجمع لک الخیر کله في أربع کلمات: واحدة منهن لي، وواحدة لک، وواحدة فیما بیني وبینک، وواحدة فیما بینک وبین الناس، فأمّا التي لي فتعبدني، ولا تشرک بي شیئاً، واما التي لک فأجازیک بعلمک في وقت أحوج ماتکون إلیه وأمّا التي بیني وبینک فعلیک الدعاء وعليّ الاجابة، وأما التي بینک وبین الناس فترضی للناس ما ترضیٰ لنفسک"(۱)**

خداوند عالم نے جناب آدم [علیہ السلام] پر وحی نازل کی کہ میں نے تمام خیر و بھلائی کو چار چیزوں میں جمع کر دیا ہے، جن میں سے ایک چیز میرے لئے ہے اور ایک تمہارے لئے، اور ایک تمہارے اور میرے لئے ہے، اور ایک تمہارے اور دوسرے بندوں کے لئے ہے. لیکن وہ چیز جو میرے لئے وہ یہ ہے کہ میری عبادت کرو اور میرے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دو، اور جو تمہارے لئے ہے وہ یہ ہے کہ میں تمہارے نیک اعمال کی جزا اس وقت دوں گا کہ جب تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہوگی، لیکن وہ چیز جو میرے اور تمہارے لئے ہے وہ یہ ہے کہ تم دعا کرو اور مجھے پکارو تا کہ میں جواب دوں، اور وہ چیز جو تمہارے اور دوسرے بندوں کے لئے ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو"۔

## حکمت سلیمان

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے لئے جناب سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی بہترین حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بیان کی، چنانچہ آپ نے فرمایا:

---

۱۔ امالی شیخ صدوق، ص ۵۴۴۔

"قال سليمان بن داود: أوتينا ما أوتي الناس، ومالم يؤتوا، وعلمنا ما علم الناس وما لم يعلموا، فلم نجد شيئاً أفضل من خشية الله في الغيب والمشهد، والقصد في الغنى والفقر وكلمة الحق في الرضا والغضب، والتضرع إلى الله عزّ وجلّ في كل حال".(۱)

جناب سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ چیز جو لوگوں کی دی گئی یا نہیں دی گئی وہ سب مجھے عطا ہوئی ہیں اور ہر وہ علم جو لوگوں کو دیا گیا یا نہیں دیا گیا وہ مجھے عطا ہوا ہے، چنانچہ [اس کے باوجود] میں کہتا ہوں: خلوت وجلوت میں خوف خدا سے بافضیلت کوئی بھی چیز نہیں ہے، اسی طرح بے نیازی اور غربت کی حالت میں میانہ روی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے، اسی طرح حالت خوشی اور غم میں حق کی پابندی اور ہر حال میں خدا کی بارگاہ میں تضرع سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے"۔

## ۳۔ حکمت توریت

امام محمد باقر علیہ السلام نے توریت میں لکھی ہوئی حکمتوں کو اپنے اصحاب کے لئے بیان کیا جن میں سے ایک یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"إنّ في التوراة مكتوباً يا موسىٰ إني خلقتک واصطفيتک، وقويتک، وامرتک بطاعتي ونهيتک عن معصيتي فإن اطعتني اعنتک على طاعتي، و إن عصيتني لم أعنک على معصيتي، ياموسىٰ ولي المنّة عليک في طاعتک لي، ولي الحجة عليک في معصيتک لي".(۱)

"بے شک توریت میں لکھا ہوا ہے کہ اے موسیٰ! میں نے تمہیں خلق کیا اور تمہیں انتخاب کیا ہے، میں نے تمہیں طاقت دی اور حکم دیا کہ میری اطاعت کرو، اور تمہیں اپنی نافرمانی سے منع کیا لہٰذا اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں تمہیں اپنی اطاعت میں مدد کروں گا اور اگر میری معصیت کرو گے تو میں اپنی نافرمانی میں تمہاری مدد نہیں کروں گا، اے موسیٰ! اس لحاظ سے میری ہر اطاعت اور فرمانبرداری میں تم پر میرا احسان ہے

---

۱۔ خصال شیخ صدوق، ص۲۱۹۔

۲۔ امالی شیخ صدوق، ص۴۷۲۔

اور ہر معصیت میں میری حجت تم پر تمام ہے''۔

## ۴۔ جناب نوح کو''عبدشکور'' کا لقب ملنا

محمد بن مسلم، امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''إنَّ نوحاً إنما سُمّی عبداً شکوراً لأنه کان یقول إذا أمسی و أصبح: اللّٰهم إني أُشهدک أنه ما أمسی و أصبح بي مِن نعمته أو عافیة في دین أو دنیا فمِنک وحدک لا شریک لک، لک الحمد والشکر بها عليّ حتیٰ ترضی''.(۱)

جناب نوح [علیہ السلام] کا لقب ''عبدشکور'' رکھے جانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر صبح وشام کہتے تھے: پالنے والے! میں تجھے گواہ قرار دیتا ہوں کہ تونے اس روز جو مجھے نعمت دی ہے یا دین و دنیا میں جو مجھے سلامتی ہے وہ سب تیری طرف سے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے. لہٰذا تمام نعمتوں پر تیری حمد اور تیرا شکر واجب ہے تاکہ تو راضی ہوجائے''۔

## ۵۔ جناب نوح علیہ السلام کا اپنے قوم کے لئے بددعا کرنا

جناب سُدیر نے امام باقر علیہ السلام سے جناب نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے لئے بددعا کے بارے میں سوال کیا اور عرض کیا: جس وقت جناب نوح [علیہ السلام] نے اپنی قوم کے لئے اس طرح بددعا کی:

﴿رَبِّ لاتَذَرْ عَلَی الْأَرْضِ مِنَ الْکافِرِینَ دَیَّاراً ☆ إِنَّکَ إِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوا عِبادَکَ وَلایَلِدُوا إِلاَّ فَاجِرًا کَفَّاراً﴾(۲)

''اور [جناب نوح نے] کہا کہ پروردگار! اس زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑنا، تو انھیں چھوڑے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور فاجر و کافر کے علاوہ کوئی اولاد بھی نہ پیدا کریں گے''۔

تو کیا جناب نوح اپنی قوم کے بارے میں جانتے تھے؟

تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱۔ علل الشرائع، ص ۲۹۔ ۲۔ سورہ نوح آیت ۲۶۔

''أوحی اللہ إلیہ: أنہ لا یؤمن من قومک إلاّ من قد آمن. فعند ذلک دعا علیھم بھذا الدعاء''(۱)

''خداوندعالم نے جناب نوح [علیہ السلام] پروحی نازل کی کہ جولوگ آپ کی قوم میں ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ اب کوئی ایمان نہیں لائے گا تو اس موقع پر جناب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے اس طرح بددعا کی''۔

## ۶۔سب سے پہلے جناب اسماعیل علیہ السلام کا عربی زبان میں گفتگوکرنا

حضرت امام باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنے نبی حضرت اسماعیل کی زبان پر عربی کلمات جاری کئے، چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''اوّل من فتق لسانہ بالعربیة المبینة اسماعیل، وھو ابن عشر سنة''(۲)

''جس شخص کی زبان پر سب سے پہلے واضح عربی کے الفاظ جاری ہوئے وہ جناب اسماعیل [علیہ السلام] تھے اوران کی عمر اس وقت دس سال تھی''۔

## ۷۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھے لکھے نہ ہونے کا انکار

علی بن اسباط روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: لوگوں کا گمان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے! امام باقر علیہ السلام نے ان کی بات کو ردّ کرتے ہوئے فرمایا:

''أنّی یکون ذلک؟!! وقد قال اللہ تعالیٰ: ﴿هُوَ الَّذی بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسولاً مِنْهُمْ يَتلو عَلَيْهِمْ اياتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كانُوا مِنْ قَبْلُ لَفي ضَلالٍ مُبينٍ﴾. (۳) کیف یعلمھم الکتاب والحکمة ولیس یحسن أن یقرأ ویکتب؟!''.

---

۱۔علل الشرائع ص ۳۱۔

۲۔البیان والتبیین، ج۳،ص ۲۹۰۔

۳۔سورہ جمعہ، آیت ۲۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟! جبکہ خداوند عالم ان کے بارے میں فرماتا ہے: ''اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا جو انھیں میں سے تھا کہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اگرچہ یہ لوگ بڑی کُھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے''، تو پھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے تھے جبکہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے؟!

علی بن اسباط نے تعجب کے ساتھ عرض کیا: تو پھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''نبی اُمّی'' کیوں کہا گیا؟

تو امام علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا:

''لأنه نسب الی مكة، وذلک قول الله عزوجل: ﴿لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرى وَمَنْ حَوْلَها﴾(۱) فأمُ القرىٰ مكة فقيل أُمّي''۔(۲)

کیونکہ ان کی نسبت مکہ معظّمہ کی طرف ہے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ''آپ اُمّ القریٰ [یعنی مکہ] اور اس کے اطراف والوں کو ڈرائیں''، لہٰذا مکہ اُمّ القریٰ ہے اسی وجہ سے ان کو اُمّی کہا گیا ہے''۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کا سیرۂ نبوی کا بیان کرنا

### ۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صفوان سے عاریتاً اسلحہ لینا

طبری اپنی سند کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''لمّا اجمع رسول الله (ص) السير الی هوازن ليلقاهم ذكر له أن عند صفوان بن اُمية أدراعاً وسلاحاً، فأرسل إليه فقال: يا أبا اُمية - وهو يومئذٍ مشرک - أعرنا سلاحک هذا نلق فيه عدونا غداً. فقال له صفوان: أغصباً يا محمد؟ قال: بل عارية مضمونة، حتى نؤديها اليک، قال: ليس بهذا بأس، فأعطاه مائة درع بما يصلحها من السلاح، وزعموا أن رسول الله(ص) سأله ان يكفيه حملها ففعل.

''فمضت السُنَّةُ إن العارية مضمونة''(۳)

---

۱۔ سورہ انعام، آیت ۲۔ ۲۔ علل الشرائع ص ۱۲۵۔ ۳۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۷۳، مطبوعہ دار المعارف۔

''جس وقت پیغمبر اکرم ﷺ قبیلہ ہوازن سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہونا چاہتے تھے تو کچھ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ صفوان بن امیہ (جو اس وقت تک کافر تھا) کے پاس کافی مقدار میں زرہیں اور اسلحے ہیں. یہ سن کر پیغمبر اکرم ﷺ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا تا کہ اس سے کہے: اے ابوامیہ تم اپنے اسلحوں کو ہمیں عاریہ کے طور پر دیدو تا کہ ہم ان کے ذریعہ کل دشمن سے جنگ کریں. یہ سن کر صفوان نے کہا: کیا مجھ سے یہ اسلحہ غصبی طور پر لینا چاہتے ہو؟ تو پیغمبر اکرم ﷺ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ ہم اس کو ''عاریۂ مضمونہ'' کے عنوان سے لینا چاہتے ہیں اور پھر صحیح و سالم تمہیں واپس کر دیں گے. یہ سن کر صفوان نے کہا: اگر ایسا ہے تو کوئی بات نہیں [میں اسلحے دیدیتا ہوں] چنانچہ اس نے پیغمبر اکرم ﷺ کو سو زرہیں ان کے لازمی سامان کے ساتھ اور دوسرے اسلحے عاریۃ دیئے. بعض لوگوں کا گمان ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے صفوان سے کہا کہ ان اسلحوں کو پہنچانا بھی تمہارے ہی ذمہ ہے چنانچہ اس نے یہ کام بھی انجام دیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اضافہ فرمایا: اس کے بعد ''عاریہ مضمونہ'' کی سنت مسلمانوں کے درمیان جاری ہوگئی''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس ظریف نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس تاریخی واقعہ سے شرعی قاعدہ ''عاریۂ مضمونہ'' سمجھ میں آتا ہے، اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کو عاریہ لے اور اس کی حفاظت میں بے احتیاطی کرتے تو وہ شخص ضامن ہے. لہٰذا جب تک عاریہ لی ہوئی چیز اس کے مالک تک صحیح و سالم نہ پہنچادے تو وہ اس کا ضامن رہتا ہے۔

## ۲۔ قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف خالد کی روانگی

ابن ہشام اپنی سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے خالد بن ولید کو فتح مکہ کے وقت قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا تا کہ ان کو اسلام کی دعوت دیں، اور ان کو جنگ کے لئے نہیں بھیجا، لیکن خالد ان کی طرف دوڑتے ہوئے گئے جس کو دیکھ کر وہ ڈر گئے اور ڈر کے مارے اپنے اپنے اسلحوں کی طرف دوڑے، اور اسلحے لئے ان کی طرف بڑھے. جب خالد نے ان کو دیکھا تو کہا: اپنے اسلحوں کو زمین پر رکھ دو کیونکہ [مکہ کے لوگ] اسلام لے آئے ہیں. انھوں نے خالد کی بات کا

یقین کرتے ہوئے اسلحوں کو زمین پر رکھ دیا لیکن یہ صرف خالد کی ایک چال تھی جس کے بعد اس نے سب کو رسّی میں باندھ دیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا. جس وقت یہ خبر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ بہت غمگین ہوئے اور دعا کے لئے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور فرمایا:

''اللهم إنّي أبرأ إليک مما صنع خالد''

پالنے والے! میں میری تیری بارگاہ میں خالد کے انجام دئے کام سے برائت کرتا ہوں''۔

اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو بلایا اور آپ سے فرمایا:

''أخرج الى هؤلاء القوم فانظر في أمرهم، واجعل أمر الجاهلية تحت قدميک''.

''[یا علی] آپ اس قوم کے پاس جائیں اور معاملہ کی تحقیق کریں اور اس نکتہ پر توجہ رکھیں کہ جاہلیت کے قوانین کی ذرا بھی رعایت نہ کی جائے''۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوئے اور اس قوم والوں کے پاس پہنچے، حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ساتھ لائے مال سے خالد کے ذریعہ قتل ہونے والوں کو خون بہا دیا اور ان کا غارت کئے گئے مال کو بھی ادا کیا، یہاں تک کہ انھوں نے کتوں کے پانی پینے کے ظرف کا بھی حساب کیا اور ان کے ہونے والے تمام نقصان کا معاوضہ دیا لیکن اس حساب و کتاب کے بعد بھی حضرت علی علیہ السلام کے پاس کچھ مقدار پیس کچھ رقم باقی بچ گئی. اس موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے ان سے کہا:

''هل بقي لكم بقية من دم أو مال لم يؤدَّ لكم؟''

''کیا کسی کے خون یا مال کا معاوضہ باقی رہ گیا ہے؟

انھوں نے کہا: نہیں، اب کچھ باقی نہیں رہا ہے. تب حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

''فإني أُعطيكم هذه البقية من هذا المال احتياطاً لرسول الله (ص) مما يعلم ولا تعلمون، فأعطاهم ثمّ رجع الى رسول الله (ص) فاخبره الخبر، فقال: أصبت وأحسنت، وقام رسول الله (ص) فاستبقل القبلة شاهراً يديه، حتىٰ كان يُرى ماتحت

**منكبيه، وهو يقول: أللّٰهم إني أبرأ اليك مما صنع خالد بن الوليد"(۱)**

"میں یہ مال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تمہیں احتیاطاً بخش دیتا ہوں، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً ان چیزوں کو جانتے ہیں جو تم نہیں جانتے، اور پھر وہ مال ان کو دیا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ساری تفصیل آپ کی خدمت میں بیان کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے بہت ہی صحیح اور اچھا کام کیا ہے، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمایا اور قبلہ کی طرف اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند فرمایا کہ آپ کی بغلیں دکھائی دی رہی تھیں، اس موقع پر آپ نے تین بار فرمایا: "پالنے والے! میں میری تیری بارگاہ میں خالد کے انجام دئے کام سے برائت کرتا ہوں"۔

قارئین کرام! یہ تھی امام محمد باقر علیہ السلام کی بیان کی ہوئی وہ روایات جو آپ نے سیرۂ نبوی سے متعلق بیان کی تھیں اور ہم نے اس مختصر کتاب کے لئے انتخاب کی تھیں۔

## امام محمد باقر علیہ السلام اور سیرت حضرت علی علیہ السلام

حضرت امام باقر علیہ السلام نے اپنے بہت سے احادیث میں اپنے جدّ بزرگوار حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی سیرت کو بیان کیا ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حق وعدالت کے پیشوا اور امام تھے، ہم یہاں پر چند نمونے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

زرارہ بن اعین نے اپنے باپ سے انھوں نے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

**"كان علي (عليه السلام) إذا صلى الفجر لم يزل معقباً إلىٰ أن تطلع الشمس، فإذا طلعت اجتمع إليه الفقراء والمساكين وغيرهم من الناس فيعلّمهم الفقه والقرآن، وكان له وقت يقوم فيه من مجلسه ذلک، فقام يوماً، فمرّ برجل فرماه بكلمة هجر۔ ولم يسمّ أبو جعفر ذلک۔ فرجع الامام، وصعد المنبر، وأمر فنودي الصلاة جماعة، فلمّا حضر الناس، حمد الله وأثنى عليه، وصلّى على نبيه، ثم قال: "أيها الناس انه ليس شيء أحب إلى الله، ولا أعم نفعاً من حلم إمام وفقهه، ولا شيء أبغض الى الله، ولا أعم**

---

۱۔ سیرۂ نبوی ابن ہشام، ج ۲، ص ۴۲۹ تا ۴۳۰۔

ضرراً من جهل إمام وخرقه، ألا و إنّه من لم يكن له من نفسه واعظ لم يكن له من الله حافظ، ألا وإنّه من أنصف من نفسه لم يزده الله، إلاّ عزاً، ألا وإن الذل في طاعة الله أقرب إلى الله من التعزز في معصيته، ثمّ قال: أين المتكلم آنفاً؟فلم يستطع الانكار ،فقال:ها أنا ذايا أمير المومنين ،فقال:إن تعف و تصفح فأنت أهل لذلک، فقال:أما إني لو أشاء لقلت"

"قد عفوت وصفحت".(۱)

''حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ نماز صبح کے بعد سورج طلوع ہونے تک تعقیبات نماز میں مشغول رہتے تھے،اور جب سورج نکل آتا تھا تو غریب اور فقیر وغیرہ آپ کے چاروں طرف جمع ہو جاتے تھے، آپ ان کو دینی مسائل اور قرآن کریم کی تعلیم دیا کرتے تھے، اور ایک معین وقت تک اس کام میں مشغول رہتے تھے، ایک روز اس جلسہ سے فارغ ہو کر جانا چاہتے تھے کہ اچانک ایک شخص نے آپ کو نازیبا الفاظ کہے.(امام باقر علیہ السلام نے اس کا نام نہیں لیا)، حضرت علی علیہ السلام دوبارہ منبر پر گئے اور حکم دیا کہ ''صلاۃ جامعہ'' کے لئے لوگوں کو بلایا جائے [صلاۃ جامعہ لوگوں کو مسجد کی طرف بلانے کے لے استعمال کیا جاتا تھا] اور جب سب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو آپ نے خداوند عالم کی حمد وثنا کی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا اور پھر فرمایا: اے لوگو! خداوند عالم کے نزدیک بندوں کے لئے سب سے زیادہ سودمند کوئی چیز امام کی بردباری اور اس کے علم ودانش سے زیادہ محبوب نہیں ہے، اور خداوند عا[illegible] نزدیک بندوں کے لئے سب سے زیاہ غضب ناک چیز نہیں ہے کہ بندے [اپنے] امام اور رہبر کے ساتھ جہ[illegible] نامناسب طریقہ سے پیش آئیں، جان لو کہ جو شخص اپنے نفس کے اندر وعظ ونصیحت کرنے والا نہیں رکھتا تو خداوند عالم کی طرف سے بھی اس کا کوئی محافظ نہیں ہے، اور جان لو کہ جو شخص اپنی زندگی میں انصاف سے کام لیتا ہے تو خداوند عالم اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے. جان لو کہ خداوند عالم کی اطاعت وفرمانبرداری میں ذلت وخواری، خدا سے نزدیک کر دیتی ہے، اور اس عزت وسربلندی سے بہتر ہے جو خدا کی نافرمانی اور اس کی معصیت کے ذریعہ حاصل کی جائے۔

---

۱۔شرح نہج البلاغہ، ج ۴، ص ۱۰۹ تا ۱۱۰۔

اور پھر فرمایا: جس شخص نے چند منٹ پہلے گفتگو کی تھی وہ کہاں ہے؟

چنانچہ وہ شخص انکار نہ کرسکا اور اس نے کہا: یا امیر المومنین وہ میں تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جان لے کہ اگر میں چاہتا تو [بہت کچھ] کہتا۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا: لیکن اگر آپ معاف کردیں گے تو آپ اس کام کے لئے سزاوار ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا اور تجھ سے درگزر کیا۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کی غیب کی خبریں

ا۔ منصور دوانیقی کہتے ہیں: بنی امیہ کے زمانہ میں، میں اور میرا بھائی ابوالعباس سفاح [خطرہ کی وجہ سے] بھاگے ہوئے تھے، ایک روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے، دیکھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے جیسے ہی ہمیں دیکھا تو اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کہا:

"كأني بهذا الامر قد صار الى هذين"

"گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس امت کی خلافت ان دونوں تک پہنچ گئی ہے"۔

اور ہماری طرف اشارہ کیا، وہ شخص ہمارے پاس آیا اور ہمیں وہ خبر سنائی، چنانچہ ہم امام علیہ السلام کی خدمت میں گئے اور آپ سے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیا فرماتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"هذا الامر صائر إليكم عن قريب ولكنكم تسيؤون إلى ذريتي، وعترتي فالويل لكم".(۱)

"یہ امر [حکومت] تم تک ضرور پہنچے گا، لیکن تم میری اولاد اور خاندان والوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرو گے، پس وائے ہو تم پر"۔

اور جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے خبر دی تھی، جب منصور دوانیقی خلافت پر قابض ہوا تو اس نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذریت کے ساتھ بہت برا سلوک کیا، وہ ان کو بہت بری طرح شکنجہ دیتا تھا. چنانچہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس ظالم وستمگر کے زمانہ میں وہ مصائب ڈھائے گئے ہیں کہ بنی امیہ کے زمانہ میں کبھی

---

ا۔ دلائل الامامہ، ص۶۰۔

ایسے مصائب نہیں دیکھے گئے، منصور دوانیقی کے زمانہ میں آل رسول نے بہت سخت مصائب اٹھائے ہیں۔

۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی غیب کی خبروں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے خبر دی تھی کہ حجر الاسود کو مسجد جامع کوفہ میں نصب کیا جائے گا () اور یہ کام ''قرامطہ'' کے زمانہ میں انجام پایا. انھوں نے خانہ کعبہ سے حجر الاسود کو اکھاڑا اور مسجد جامع کوفہ میں نصب کیا، ان کا ماننا یہ تھا کہ جہاں حجر الاسود ہو وہاں حج کیا جا سکتا ہے، وہ یہ چاہتے تھے کہ کوفہ میں ہی اعمال حج بجالائیں جائیں، حجر الاسود تقریباً بیس سال تک مسجد کوفہ میں باقی رہا ہے، لیکن اس کے بعد اس کو اپنی جگہ واپس کرنا پڑا۔(۱)

۳۔ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام کی غیب کی خبروں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ نافع بن ازرق مدینہ رسول ﷺ پر حملہ کرے گا اور اپنی لشکر والوں کے لئے اس شہر کو مباح کر دوں گا، حضرت امام صادق علیہ السلام روایت کرتے ہیں:

''كان أبي في مجلس عام إذا أطرق برأسه إلى الارض ثم رفعه وقال: ياقوم كيف أنتم إذا جاء كم رجل يدخل عليكم مدينتكم فى اربعة آلاف حتىٰ يستعرضكم على السيف ثلاثة أيام متوالية، فيقتل مقاتلكم، وتلقون منه بلاءاً لاتقدرون عليه ولا على دفعه؟ ذلک من قابل۔ أي السنة التى تاتى۔ فخذوا حذركم، واعلموا أن الذى قلت لكم هو كائن لا بد منه''.

''ہمارے پدر بزرگوار مدینہ کی ایک مجلس عام میں تشریف فرما تھے، اچانک آپ نے سر مبارک کو نیچے جھکایا اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا: اے قوم والو! تمہارا [اس وقت] کیا حال ہوگا کہ جب ایک شخص تمہارے شہر پر قبضہ کرے گا اور چار ہزار کا لشکر تین دن تک مسلسل تلوار چلائے گا، اور تمہارے بہت سے افراد قتل کئے جائیں گے اور اس کی طرف سے تم پر بہت مصائب ڈالے جائیں گے، جن کو تم روک نہیں سکتے، اور یہ واقعہ آئندہ سال رونما ہوگا، لہٰذا تم لوگ ابھی سے اس کے لئے چارہ جوئی کرو، اور جان لو کہ میری یہ خبر ضرور سچ ہو کر رہے گی''۔

۱۔ اتعاظ حنفاء، مقریزی، ص ۲۴۵۔

لیکن اہل مدینہ نے امام علیہ السلام کی بات پر توجہ نہیں کی، اور کہا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا، اور جب دوسرا سال آیا تو امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اہل خاندان اور بنی ہاشم کے ایک گروہ کو اپنے ساتھ لیا اور مدینہ سے روانہ ہوگئے۔ اسی سال نافع بن ازرق نے مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک اپنے لشکریوں کے لئے مدینہ کو مباح کردیا، چنانچہ اس شہر میں بہت سے لوگ قتل ہوگئے۔ (۱) اور اس طرح اہل مدینہ پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی صداقت واضح ہوگئی۔

۴۔ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے برادر بزرگوار جناب زید بن علی علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں خبر دی تھی۔ زید بن حازم کہتے ہیں: میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ تھا چنانچہ وہاں سے زید بن علی [علیہ السلام] گزرے تو امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

"أما رأيت هذا؟ ليخرجن بالكوفة، وليقتلن، وليطافن براسه." (۲)

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا، یہ ضرور کوفہ میں قیام کرے گا اور قتل ہوجائے گا، اور ان کے سر کو شہر بہ شہر پھرایا جائے گا"۔

چنانچہ تاریخ نے ذکر کیا ہے ایک مدت بعد [زید نے قیام کیا] اور وہ کوفہ میں شہید کئے گئے اور ان کے سر مبارک کو شہر بشہر پھرایا گیا۔

۵۔ جن حوادث کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام نے خبر دی تھی ان میں ہشام بن عبدالملک کے گھر کی ویرانی کی خبر بھی تھی، اور یہ گھر مدینہ میں سب سے بڑا محل تھا عبدالملک نے اس مکان کو "زیت" کے پتھروں سے بنوایا تھا جس کو ظاہراً کوہ زیتون (فلسطین) سے منگوایا گیا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"أما والله لتهدمنّ، أما والله لتندر أحجار الزيت".

"جان لو کہ خدا کی قسم یہ گھر ویران ہوجائے گا اور خدا کی قسم یہ "زیت" کے پتھر مدینہ میں کمیاب ہوجائیں گے"۔

---

۱۔ نور الابصار، ص ۱۳۰، جوہرۃ الکلام فی مدح السادۃ الاعلام، ص ۱۳۴، الخرائج والجرائح، ص ۸۰، کتب خانۂ حکیم میں قلمی نسخے۔

۲۔ نور الابصار، ص ۱۳۱۔

ابو حازم کہتے ہیں: جب میں نے امام علیہ السلام کا یہ کلام سنا تو مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے کہا: اس عظیم الشان محل کو کون ویران کر سکتا ہے؟ جب کہ اس کو امیر المومنین ہشام نے بنایا ہے!! لیکن جب ہشام اس دنیا سے گیا اور اس کا بھائی ولید تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے حکم دیا کہ اس گھر کو ویران کر دو، اور اس کے پتھروں کو بھی وہاں سے لے گئے اور وہ ''زیت'' کے پتھر مدینہ میں کمیاب ہو گئے ۔(۱)

## امام محمد باقر علیہ السلام کی فقہی میراث

جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے شیعوں میں سے ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی جنگوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسلام میں جنگ و جہاد کے حکم کو اس طرح بیان کیا ہے:

''بعث الله محمداً بخمسة أسياف: ثلاثة منها شاهرة لا تغمد حتىٰ تضع الحرب أوزارها، ولن تضع الحرب أوزاوها حتىٰ تطلع الشمس من مغربها فإذا طلعت الشمس من مغربها أمن الناس كلهم فى ذلك اليوم، فيومئذٍ لا ينفع نفساً إيمانها لم تكن آمنت من قبل أو كسبت فى إيمانها خيراً، وسيف مكفوف، وسيف منها مغمود، سلّه إلىٰ غيرنا، وحكمه إلينا.

فأما السيوف الثلاثة شاهرة: فسيف على مشركى العرب، قال الله عزوجل: ﴿فَاقْتُلوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُموهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُروهُمْ وَاقْعُدوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ﴾. (۱) ﴿فَإِنْ تَابوا وَأَقاموا الصَّلاةَ وَآتَوْا الزَّكاةَ فَإِخوانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾. (۲) هؤلاء لايقبل منهم إلّا القتل أو الدخول فى الاسلام، واموالهم في ء وذراريهم سبيّ على ما سن رسول الله فانه سبى وعفا وقَبِلَ الفداء.

والسيف الثانى: على اهل الذمة قال الله سبحانه: ﴿وَقُولوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾. (۳) نزلت هذه الآية فى اهل الذمة، ونسخها قوله: ﴿قَاتِلوا الَّذينَ لايُؤْمِنونَ بِاللهِ وَلابِالْيَوْمِ الْآخِرِ

---

۱۔ دلائل الامامہ، ص ۱۱۰۔ ۲۔ سورۂ توبہ، آیت ۵۔
۳۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۱۔ ۴۔ سورۂ بقرہ، آیت ۸۳۔

وَلایُحَرِّمونَ مَا حَرَّمَ اللهُ وَرَسولُهُ وَلایَدینونَ دینَ الْحَقِّ مِنْ الَّذینَ أُوتوا الْكِتابَ حَتّى يُعْطوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صاغِرُونَ﴾ (۱) فمن كان منهم فى دارالاسلام فلن يقبل منهم الا الجزية اوالقتل، ومالهم فی ء، وذراريهم سبي، فاذاقبلوا الجزية على انفسهم حرم علينا سبيهم وحرمت اموالهم، وحلت لنا مناكحهم(۲) ومن كان منهم فى دارالحرب حل لنا سبيهم واموالهم،و لم تحل لنا مناكحتهم، ولم يقبل منهم إلّا دخول دار الاسلام والجزية اوالقتل.

"والسيف الثالث: على مشركي العجم كالترك والديلم والخزر، قال الله عزّوجلّ: فى اول السورة التى يذكرفيها الذين كفروا فقص قصتهم ،ثم قال:﴿ فَضَرْبَ الرِّقابِ حَتّى إِذا أَثْخَنتُموهُمْ فَشُدّوا الْوَثاقَ فَإِمّا مَنّا بَعْدُ وَإِمّا فِداءً حَتّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزارَها﴾(۳).

فأما قوله: ﴿فامّا منّاً بَعْدُ﴾ يعنى بعد السبي منهم "واما فداء" يعنى المفاداة بينهم، وبين أهل الاسلام، فهؤلاء لن يقبل منهم الا القتل اوالدخول فى الاسلام، ولا يحل لنا نكاحهم ما داموا فى الحرب.

واما السيف المكفوف: فسيف على اهل البغي والتاويل قال: ﴿وَإِنْ طائِفَتانِ مِنَ الْمُؤْمِنينَ اقْتَتَلوا فَأَصْلِحوا بَيْنَهُما فَإِنْ بَغَتْ إِحْداهُما عَلى الْأُخْرى فَقاتِلوا الَّتي تَبْغي حَتّى تَفيءَ إِلى أَمْرِ اللهِ﴾ (۴) فلما نزلت هذه الآية قال رسول الله: إن منكم من يقاتل بعدي على التاويل كما قاتلت على التنزيل، فسال النبيّ من هو؟ فقال: خاصف النعل - يعني امير المؤمنين - وقال عمار بن ياسر: قاتلت بهذ الراية مع رسول الله ثلاثاً وهذه الرابعة والله لو ضربونا حتىٰ يبلغوابنا السعفات من هجر لعلمنا انّا على الحق، وانهم

---

۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۲۹۔ ۲۔ فی التہذیب والکافی "مناکحتھم"۔

۳۔ سورۂ محمد، آیت ۴۔ ۴۔ سورۂ حجرات، آیت ۹۔

على الباطل، وكانت السيرة فيهم من امير المؤمنينؑ مثل ما كان من رسول الله فى اهل مكة يوم فتحها فإنه لم يسب لهم ذرية، وقال: من اغلق بابه فهو آمن، ومن القى سلاحه فهو آمن، وكذلك قال امير المؤمنينؑ: يوم البصرة نادى فيهم لا تسبوا لهم ذرية، ولا تدفعوا على جريح ولاتتبعوا مدبراً، ومن اغلق بابه والقى سلاحه فهو آمن.

والسيف المغمود: فالسيف الذي يقام به القصاص قال الله عزّوجلّ: ﴿النفس بالنفس والعين بالعين﴾ (۱)

''فهذه السيوف التى بعث الله بها محمداً فمن جحدها او جحد واحداً منها وشيئاً من سيرها فقد كفر بما انزل الله تبارک تعالیٰ على محمد نبيه''۔(۲)

''خداوندعالم نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ تلواروں کے ساتھ معبوث کیا ہے، جن میں تین تلواریں کھنچی ہوئی ہیں اور وہ کبھی غلاف میں نہیں جاتیں یہاں تک اسلحے زمین پر رکھ دئے جائیں اور جنگ ٹھنڈی ہو جائے، اور آتش جنگ ہرگز خاموش نہیں ہوگی مگر یہ کہ سورج مغرب سے نکلے، پس جب سورج مغرب سے نکلے تو اس زمانہ میں سبھی کوسکون ہو جائے گا، اس زمانہ میں جو شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اپنے ایمان میں صادق نہ ہو تو پھر اس کا ایمان اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

اور دوسری تلوار غلاف میں ہے اور وہ ہمارے علاوہ کسی دوسرے پر کھینچی جائے گی اور اس کا علم ہمارے پاس موجود ہے۔

لیکن تین کھینچی ہوئی تلواروں میں سے ایک مشرکین عرب کے لئے جیسا کہ خداوندعالم فرماتا ہے: ''[اور جب یہ محترم مہینے گزر جائیں] تو کفار کو جہاں پاؤ قتل کردو، اور گرفت میں لے لو اور قید کردو اور ہر راستہ اور گزرگاہ پر ان کی تاک میں بیٹھ جاؤ اور ان پر راستہ تنگ کردو''. اور ارشاد ہوتا ہے: ''پھر اگر یہ توبہ کریں اور

---

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۴۵.

۲۔ تحف العقول، ص ۲۸۸ تا ۲۹۰. اسی طرح شیخ کلینی نے فروع کافی میں، شیخ صدوق نے خصال میں، اور شیخ طوسی نے کتاب تہذیب میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔

نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو یہ دین میں تمہارے بھائی ہیں''۔

ان کے لئے دو راستوں میں ایک قبول کرنا ہوگا یا قتل یا اسلام، اور ان کا مال ''فیء''یعنی مسلمانوں کا مال اور ان کے فرزند مسلمانوں کے اسیر ہیں، اور یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کہ اسیر کرنے کے بعد ان کو بخش دیا اور ان سے فدیہ قبول کیا۔

لیکن دوسری وہ تلوار ہے جو اہل ذمہ کے لئے کھینچی ہوئی ہے، جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ''اور لوگوں سے اچھی باتیں کرنا''۔ اور یہ اہل ذمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو سورہ توبہ کی ۲۹ ویں آیت کے ذریعہ نسخ ہوئی جس میں ارشاد ہوتا ہے: ''اور ان لوگوں نے جہاد کرو جو خدا اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جس چیز کو خدا اور رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں سمجھتے، اور اہل کتاب ہوتے ہوئے بھی دین کے حق کا التزام نہیں کرتے، یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں سے ذلت کے ساتھ تمہارے سامنے جزیہ پیش کرنے پر آمادہ ہو جائیں''۔

پس ان میں سے جو شخص اسلامی ملک میں زندگی بسر کرے، اس کے لئے دو راستوں میں سے ایک قبول کیا جائے گا یا جزیہ دیں یا پھر قتل ہونا پسند کریں، ان کا مال بھی ''فی'' (مال غنیمت) ہے، اور ان کی اولاد مسلمانوں کے اسیر ہیں. لہٰذا اگر انھوں نے جزیہ دینا قبول کیا تو پھر ان کے خاندان والوں کو اسیر کرنا، ان کے مال کا لینا ہمارے لئے حرام ہے، اسی طرح ہمارے لئے ان سے نکاح کرنا جائز ہے، اور اگر کوئی ان میں سے غیر اسلامی شہر میں زندگی کرے اور وہ اسلام کی ضمانت میں نہ ہو تو ہمارے لئے ان کو اسیر کرنا جائز ہے اور ان کے مال کو لینا جائز ہے، لیکن ان سے نکاح جائز نہیں ہے، ان کے لئے بھی دو راستوں میں ایک راستہ کا انتخاب کرنا ہوگا: یا تو سرزمین اسلام میں وارد ہو کر جزیہ قبول کرنا یا پھر قتل ہونا''۔

لیکن تیسری تلوار وہ ہے جو غیر عرب [عجم] مشرکین جیسے تُرک، دیلم اور خزر کے لئے ہے، جن کے بارے میں خداوند عالم اس سورہ میں جس میں کفار کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے اور ان کے واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (سورہ محمدؐ)، جہاں ارشاد ہوتا ہے: ''اور جب کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب زخموں سے چور ہو جائیں تو ان کی مُشکیں باندھ لو، پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے

چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لے لیا جائے یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے''۔ان پر منت اور احسان سے مراد یہ ہے کہ ان کو اسیر کرنے کے بعد آزاد کر دو، اور فدیہ لینے سے مراد یہ ہے کہ کفار اور مسلمان اسیروں کا تبادلہ کیا جائے، اور یہ گروہ مشرکین جب تک مسلمانوں سے جنگ کریں ان کے لئے یا قتل ہونا یا اسلام قبول کرنے کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کے لئے ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔

لیکن غلاف میں بند تلواریں ایسی ہیں جو اہل ستم اور اہل تاویل پر کھینچی جائیں گی، جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا: ''اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جھگڑا کریں تو سب ان کے درمیان صلح کراؤ اس کے بعد اگر ایک دوسرے پر ظلم کرے تو سب مل کر اس سے جنگ کرو یہاں تک جو زیادتی کرنے والا گروہ ہے وہ بھی حکم خدا کی طرف واپس آ جائے''، جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارے درمیان ایسا بھی شخص ہے جو میرے بعد قرآن کی تاویل پر جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے قرآن کی تنزیل پر جنگ کی ہے۔اس موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون شخص ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: نعلین پر پیوند لگانے والا (یعنی امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام) اور جنگ صفین میں عمار بن یاسر کہ جب حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا لشکر معاویہ کے لشکر سے مقابلہ کرے گا اور معاویہ کے لشکر کے پرچم کے بارے میں کہے گا: میں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ تین مرتبہ ان پرچم والوں سے جنگ کی ہے اور یہ چوتھی بار ہے۔(۱)

خدا کی قسم اگر معاویہ کے لشکر نے ہمیں اتنی شکست دی کہ ہم کو ''ہجر'' (۲) نامی نخلستان تک پہنچا دے، تو پھر بھی ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ ہم حق پر ہیں اور معاویہ والے باطل پر ہیں۔میدان جنگ میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا سلوک دشمنوں کے ساتھ ویسا ہی تھا جیسا رسول اکرم ﷺ نے فتح خیبر کے دن کیا تھا، انھوں نے ان کے اہل وعیال کو اسیر نہیں کیا، اور فرمایا: جو شخص بھی اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امان

---

۱۔اس سے مراد آنحضرت ﷺ کے عظیم صحابی عمار بن یاسر ہیں جنھوں نے جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ حنین تین جنگوں میں شرکت کی ہے، ان تمام جنگوں میں ابوسفیان خاندان بنی امیہ کا بزرگ جنگ کا سردار تھا اور جنگ کا پرچم بھی اسی کے ہاتھ میں تھا۔

۲۔''ہجر''، یمن کا ایک شہر ہے اور بحرین کی زمین پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

میں ہے، جو اپنا اسلحہ زمین پر رکھ دے وہ امان میں ہے، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے بھی جنگ جمل میں اپنے لشکر والوں سے کہا کہ ان کے کسی بھی اہل وعیال کو اسیر نہ کرنا، کسی بھی زخمی کو قتل نہ کرنا اور کسی بھی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا جس نے بھی اپنا دروازہ بند کرلیا یا اپنے اسلحے کو زمین پر رکھ دیا تو وہ بھی امان میں ہے۔

لیکن وہ تلوار جو نیام میں ہے، اس تلوار سے قصاص کا حکم نافذ کیا جائے گا جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ''جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ''، اور یہ تلوار مقتول کے اولیاء کے لئے ہے لیکن اس سلسلہ میں حکم کرنا ہم سے متعلق ہے۔

یہ وہ تلوار ہے جس کو خداوند عالم نے اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے قرار دی ہے. لہٰذا جو شخص ان تلواروں یا ان میں سے کسی ایک کے احکام کا بھی انکار کرے اور جو چیزیں خداوند عالم نے اپنی نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کی ہے [انکار کرے] وہ کافر ہے''۔

فقہاء اسلام نے اسلامی حکومت کے خلاف سرکشی کرنے والوں سے جنگ کے مسائل میں جنگ جمل میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی سیرت سے شایان شان مدد لی ہے. جیسا کہ ائمہ علیہم السلام سے اس باب میں بہت سے دیگر احکام حاصل ہوئیہیں۔

## موزے پر مسح کرنا

اسلامی مذاہب کے فقہاء نے وضو میں جوتے پر مسح کرنا جائز قرار دیا ہے اور ہاتھ کو پیر کی کھال پر کھینچنا ضروری نہیں مانا ہے (۱) لیکن ان کے مقابلہ میں اہل بیت علیہم السلام کے مذہب نے پیر پر ہاتھ پھیرنے کو شرط قرار دیا ہے اور اس کے علاوہ جائز نہیں ہے، ربیع کہتے ہیں: میں ہمیشہ لوگوں کو جوتوں پر مسح کرتے دیکھتا تھا یہاں تک کہ ایک روز بنی ہاشم کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی کہ اس روز تک کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا تھا، اس کا نام محمد بن علی بن الحسین [علیہم السلام] تھا، میں نے اس مسئلہ کے بارے میں اس سے سوال کیا،

---

۱۔ الخلاف، ج۱، ص۱۸۔

چنانچہ انھوں نے مجھے اس کام سے روکا اور فرمایا:

"لم يكن أمير المؤمنين (عليه السلام) يمسح، و كان يقول: سبق الكتاب المسح على الخفين".(۱)

"حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس طرح مسح نہیں کرتے تھے". اور آپ ہمیشہ فرماتے تھے: قرآن مجید میں پیر کا مسح کرنا موزے کے مسح سے مقدم ہے"۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾. "اور اپنے سر اور گٹوں تک پیروں کا مسح کرو"، اور یہ بات بہت واضح ہے کہ مسح کرتے وقت ہاتھ اور پیر کی کھال کا ملنا ضروری ہے۔

## شرمگاہ کو چھونے سے وضو باطل نہیں ہوتا

شافعی کا عقیدہ یہ ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو باطل ہو جاتا ہے، اور اس مسئلہ کے لئے ابن عمر، سعد بن ابی وقاص، ابو ہریرہ، عائشہ، سعید بن مسیّب اور سلیمان بن یسار کی روایات کو دلیل قرار دیا ہے، لیکن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس نظریہ کی مخالفت کی ہے. جیسا کہ زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ليس في القبلة ولا المباشرة، ولا مس الفرج وضوءٌ".(۱)

"بوسہ لینے، بغل گیر ہونے اور شرمگاہ کو مس کرنے سے وضو باطل نہیں ہوتا"۔

## اخفاتی نماز میں بلند آواز سے قرائت کرنا

اسلامی مذاہب کے فقہاء کا عقیدہ یہ ہے کہ اخفاتی نمازوں میں جان بوجھ کر بلند آواز سے قرائت کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، لیکن اہل بیت علیہم السلام کی فقہ میں ایسا کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے. زرارہ

---

۱۔ روضۃ الواعظین، ص ۲۴۳، اور یہ روایت واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید موزے پر مسح کرنے کے موافق نہیں ہے۔

۲۔ الخلاف، ج ۱، ص ۲۳۔

نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب ایک شخص نے ایسے حالات میں یہی کام انجام دیا تھا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

"إنْ فعل ذلك متعمداً فقد نقض صلاته وعليه الإعادة، وإن فعل ذلك ناسياً أو ساهياً أو لا يدري فلا شيء عليه وقد تمت صلاته". (۱)

"اگر اس کام کو جان بوجھ کر انجام دیا جائے تو اس کی نماز باطل ہے لہٰذا انسان کو دوبارہ نماز پڑھنا چاہئے، لیکن اگر یہی عمل بھول چوک یا نادانی کی وجہ سے ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے"۔

## تشہد میں آل محمد علیہم السلام پر درود وسلام

اکثر فقہاء نماز کے تشہد میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا واجب سمجھتے ہیں۔ جناب جابر جعفی امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"قال رسول الله (ص): من صلى صلاة لم يصل فيها عليّ، ولا على اهل بيتي لم تقبل منه". (۲)

"پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز میں مجھ پر اور میرے اہل بیت [علیہم السلام] پر صلوات نہ بھیجے تو اس کی نماز قبول نہیں ہے"۔

قارئین کرام! یہ تھے امام محمد باقر علیہ السلام کے بیان کردہ بہت سے فقہی مسائل میں سے چند نمونے جن کو آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کی بعض وصیتیں

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے شاگرد جابر بن یزید جعفی کو ہمیشہ کے لئے کچھ وصیتیں فرمائی ہیں جو

---

۱۔ الخلاف، ج۱، ص۱۳۰۔

۲۔ الخلاف، ج۱، ص۱۳۱۔

بلند و بالا اقدار اور عظیم تعلیمات پر مشتمل ہیں کہ اگر انسان ان پر عمل کرے اور اپنی زندگی میں ان کو عملی جامہ پہنائے تو پھر انسان انسانیت کے بلند درجہ پر پہنچ جاتا ہے. اب ہم یہاں پر امام علیہ السلام کی بعض وصیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

”اوصیک بخمس: إن ظلمت فلا تَظلم، وان خانوک فلا تخن، وان كذبت فلا تغضب، وان مُدحت فلا تفرح، وان ذُممت فلا تجزع، فكر فيما قيل فيک، فان عرفت من نفسک ما قيل فيک فسقوطک من عين الله الله جلّ وعز عند غضبک من الحق أعظم عليک مصيبة مما خفت من سقوطک من اعين الناس، وان كنت على خلاف ما قيل فيک، فثواب اكتسبته من غير ان يتعب بدنک.

يا جابر! و اعلم بانک لا تكون لنا ولياً حتیٰ لو اجتمع عليک اهل مصرک، و قالوا: انک رجل سوء لم يحزنک ذلک، ولو قالوا: انک رجل صالح لم يسرک ذلک. ولكن إعرض نفسک على كتاب الله؛ فان كنت سالكاً سبيله زاهداً في تزهيده راغباً في ترغيبه خائفاً من تخويفه فاثبت وأبشر، فانه لا يضرک ما قيل فيک. وان كنت مبائناً للقرآن فما الذي يغرک من نفسک.

إن المؤمن معنيٌّ بمجاهدة نفسه ليغلبها على هواها، فمرة يقيم اودها ويخالف هواها في محبة الله، ومرة تضرعه نفسه فيقبح هواها فينعشه الله، فينتعش، ويقيل الله عثرته فيتذكر، ويفزع الى التوبة والمخافة فيزداد بصيرة ومعرفة لما زيد فيه من الخوف، وذلک بان الله يقول: ﴿إِنَّ الَّذينَ اتَّقَوْا إِذا مَسَّهُمْ طائِفٌ مِنْ الشَّيْطانِ تَذَكَّروا فَإِذا هُمْ مُبْصِرونَ﴾(۱)

يا جابر! استكثر لنفسک من الله قليل الرزق تخلصاً الى الشكر، واستقلل من نفسک كثير الطاعة الله ازراءاً على النفس و تعرضاً للعفو.

---

۱۔ سورۂ اعراف، آیت ۲۰۱۔

ازراءً على النفس :اي احتقاراً واستخفافا بها. وادفع عن نفسک حاضر الشر بحاضر العلم، واستعمل حاضر العلم بخالص العمل، وتحرّز فى خالص العمل من عظيم الغفلة بشدة التيقظ، واستجلب شدة التيقظ بصدق الخوف، واحذر خفي التزين بحاضر الحياة، وتوقّ مجازفة الهوى بدلالة العقل، وقف عند غلبة الهوى باسترشاد العلم، واستبقِ خالص الاعمال ليوم الجزاء.

وانزل ساحة القناعة باتقاء الحرص، وادفع عظيم الحرص بايثار القناعة، واستجلب حلاوة الزهادة بقصر الامل، واقطع اسباب الطمع ببرد اليأس.

وسد سبيل العجب بمعرفة النفس، وتخلص الى راحه النفس بصحة التفويض واطلب راحة البدن باجمام القلب، وتخلّص الى اجمام القلب بقلة الخطأ.

وتعرّض لرقة القلب بكثرة الذكر فى الخلوات، واستجلب نور القلب بدوام الحزن.

وتحرّز من ابليس بالخوف الصادق، واياک والرجاء الكاذب فانه يوقعک فى الخوف الصادق.

وتزيّن لله عزوجل بالصدق فى الاعمال، وتحبب اليه بتعجيل الانتقال. واياک والتسويف فانه بحر يغرق فيه الهلكى.

واياک والغفلة ففيها تكون قساوة القلب، واياک والتوانى فيما لا عذرلک فيه فإليه يلجأ النادمون.

واسترجع سالف الذنوب بشدة الندم، وكثرة الاستغفار.

وتعرض للرحمة وعفو الله بحسن المراجعة، واستعن على حسن المراجعة بخالص الدعاء، والمناجاة فى الظُلَم.

وتخلص الى عظيم الشكر باستكثارقليل الرزق، و استقلال كثير الطاعة، و استجلب زيادة النعم، بعظيم الشكر، والتوسل الى عظيم الشكر بخوف زوال النعم.

واطلب بقاء العز باماتة الطمع ،وادفع ذل الطمع بعز اليأس،واستجلب عز اليأس ببعد الهمة.

وتزود من الدنيا بقصر الامل،وبادر بانتها ز البغية عند إمكان الفرصة،ولا امكان كالأيام الخالية مع صحة الابدان.

واياک والثقة بغير المامون فان للشر ضراوة كضراوة الغذاء؛

واعلم انه لا علم كطلب السلامة،ولا سلامة كسلامة القلب،ولا عقل كمخالفة الهوى،ولا خوف كخوف حاجز،ولا رجاء كرجاء معين .

ولا فقر كفقر القلب ،ولا غنى كغنى النفس ولا قوة كغلبة الهوىٰ .

ولا نور كنور اليقين ولا يقين كاستصغارک للدنيا،ولا معرفة كمعرفتک بنفسک.

ولا نعمة كالعافية،ولا عافية كمساعدة التوفيق،ولا شرف كبعد الهمة،ولا زهد كقصر الأمل ،ولا حرص كالمنافسة فی الدرجات.

ولا عدل كالانصاف ،ولا تعديّ كالجور،ولا جور كموافقة الهوى،ولا طاعة كاداء الفرائض،ولا خوف كالحزن ،ولا مصبية كعدم العقل،ولا عدم عقل كقلّة اليقين ،ولا قلة يقين كفقد الخوف ولا فقد خوف كقلّة الحزن على فقد الخوف.

ولا مصيبة كاستهانتک بالذنب ،ورضاک بالحالة التی انت عليها.

ولا فضيلة كالجهاد ،ولا جهاد كمجاهدة الهوى،ولا قوة كردّ الغضب.

ولا معصية كحب البقاء،ولا ذل كذل الطمع،واياک والتفريط عند امكان الفرصة فانه ميدان يجري لاهله بالخسران..."(۱)

''تمہیں پانچ چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: اگر تم پر ظلم وستم ہوا ہے تو تم اپنا ہاتھ ظلم کے لئے نہ بڑھانا، اگر تمہارے ساتھ خیانت کی گئی ہے تو تم خیانت کے لئے ہاتھ نہ بڑھانا، اگر تم سے جھوٹ بولا گیا ہے تو غصہ

۱۔ تحف العقول، ص ۲۸۴ تا ۲۸۶۔

میں نہ آنا، اور اگر تمہاری تعریف کی جارہی ہوتو کبھی خوش نہ ہونا، اور اگر تمہاری مذمت کی گئی ہے تو نالہ وفریاد نہ کرنا، اور جو تمہارے بارے میں کہا گیا ہے اس سلسلہ میں غور وفکر کرو کہ جو کچھ تمہارے بارے میں کہا گیا ہے وہ اگر تم میں موجود ہے تو پھران باتوں کو سننے کی وجہ سے اگر غصہ کروگے تو خداوند عالم کی نظر میں گرجاؤ گے، اور یہ مصیبت اس سے کہیں زیادہ بڑی ہے کہ تم لوگوں کی نظروں سے گرجاؤ، اور اگر تم دیکھو کہ جو باتیں تمہارے لئے کہیں گئی ہیں وہ جھوٹ ہیں اور وہ چیزیں تم میں نہیں پائی جاتیں، تو تم وہ ثواب ملے گا جس کے لئے تمہیں کچھ زحمت بھی نہیں کی ہے۔

[اے جابر!] جان لو کہ اس وقت تک تمہارا شمار ہمارے دوستوں میں نہیں ہوسکتا جب تک تم میں ایسی باطنی صفت پیدا نہ ہوجائے کہ اگر تمہارے شہر کے تمام لوگ آکر تمہارے پاس جمع ہوجائیں اور یہ کہیں کہ تم ایک بُرے آدمی ہو اور تم ان کی باتوں سے غمگین نہ ہوں، اور اگر وہ سب آکر تم سے کہیں کہ تم نیک اور صالح انسان ہو تو یہ بات تمہاری خوشی کا باعث نہ بنے اور تم کو اس بات سے غرور پیدا نہ ہوں. لیکن تم خود کو قرآن کریم کے سامنے پیش کرو. اگر تم قرآن کریم میں خداوند عالم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے ہو اور خداوند عالم نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کو جن چیزوں سے روکا ہے اس سے پرہیز کرتے ہو، اور خداوند عالم نے جن چیزوں کی رغبت کا حکم دیا ہے ان میں رغبت رکھتے ہو اور جن چیزوں سے ڈرایا ہے ان سے خوف زدہ ہو، تو اسی پر قائم رہو، اور یہ تمہارے لئے بشارت کا مقام ہے، اور جب تم اس درجہ تک پہنچ جاؤ تو معلوم ہونا چاہئے کہ لوگ تمہارے بارے میں کچھ بھی کہیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا. لیکن اگر تمہارا عمل اور تمہاری زندگی قرآن مجید کے مخالف ہو تو پھر یہ دیکھو کہ تمہیں کس چیز نے مدہوش کر رکھا ہے۔

مومن ہمیشہ اپنے نفس سے جہاد کا مشتاق ہوتا ہے تاکہ اپنے نفس کی خواہشوں پر غلبہ کرے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس مقابلہ میں کامیاب ہوجاتا ہے اور خدا سے صلح و دوستی کی راہ میں اپنی خواہشات نفس کو شکست دیدیتا ہے، اور کبھی کبھی نفس اس پر غلبہ کرلیتا ہے اور وہ خواہشات نفس کا تابع ہوجاتا ہے، لیکن خداوند عالم اس کی مدد ونصرت کرتا ہے، اور انسان خدا کی مدد ہی سے اپنی جگہ سے اٹھ سکتا ہے، خداوند عالم اس مومن کی یاددہانی اور بیداری کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے، وہ مومن خدا کو یاد کرتا ہے اور خدا سے

ڈرتے ہوئے توبہ کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی بصیرت اور معرفت میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ معرفت اور بصیرت انسان کے دل میں ہمیشہ خوف خدا سے پیدا ہوتی ہے اس مضمون کو خداوند عالم قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے: ''جو لوگ صاحبان تقویٰ ہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال سرا ٹھانا بھی چاہتا ہے تو [وہ] خدا کو یاد کرتے ہیں اور حقائق کو دیکھنے لگتے ہیں''۔

اے جابر! جو کچھ خداوند عالم نے عطا کیا ہے اگرچہ وہ کم ہو لیکن تم اسے زیاد شمار کرو تاکہ خداوند عالم کا زیادہ شکر ادا کرو، لیکن تم جتنی بھی خدا کی اطاعت کرو اگرچہ وہ زیادہ ہو لیکن اس کو کم شمار کرو، تاکہ تم اپنے نفس کو حقیر و ذلیل سمجھو، اور ہمیشہ خداوند عالم سے طلب بخشش کرتے رہو۔

جب تمہارے نفس میں کوئی برائی اور شرّ پیدا ہو تو اس کو علم کے ذریعہ دور کرو، اور جب تمہیں کسی چیز کا علم حاصل ہو تو خالص عمل کے ذریعہ اس کو پروان چڑھاؤ، اور اپنے خالص عمل میں مکمل بیداری کے ساتھ ہر غفلت سے پرہیز کرو، اور مکمل بیداری کو صداقت کے ساتھ خوف خدا کے ذریعہ حاصل کرو، اور دنیا کی محبت کو دل سے نکال دو جو کہ انسان کے دل میں آہستہ آہستہ جگہ بنالیتی ہے، اور اپنی عقل کے سہارے خواہشات نفس کے خطرے کو روک لو۔ اور جب تم پر خواہشات نفس غلبہ کرلیں تو انھیں اپنے علم کے ذریعہ دور کردو، اور اس وقت رُک جاؤ۔ اور روز جزا کے لئے اپنے خالصانہ عمل کو بھیج دو۔

حرص ولالچ پر قابو پاتے ہوئے قناعت کی منزل پر قائم رہو، اور قناعت کے ذریعہ لالچ کو اپنے سے دور رکھو، اپنی تمناؤں کو کم کرکے زہد کی لذت خود کو چکھاؤ، اور دنیا سے مایوسی کی خنکی سے طمع ولالچ کے اسباب کو قطع کردو۔

خود بینی کے ذریعہ اپنے سے تکبر اور خود پسندی کو دور کرو، اور اپنے کاموں کو خدا کے حوالے کرکے سکون کی سانس لو، بدن کی راحت کو دل کی راحت کے ذریعہ طلب کرو، اور دل کی راحت کو خطا اور گناہ کی کمی کے ذریعہ حاصل کرو۔

خلوت میں یادِ خدا کی کثرت کے ذریعہ رقت قلب کو حاصل کرو، اور دل کی روشنی کو ہمیشہ غم واندوہ کے ذریعہ حاصل کرو۔

حقیقی خوف خدا سے شیطان کے شرّ کو روکے رکھو، اور جھوٹی آرزوؤں سے پرہیز کرو، کہ اگر یہ کام انجام دو گے تو پھر تمہارے دل میں واقعی خوف خدا پیدا ہو جائے گا۔

خداوند عالم کے لئے اپنے اعمال میں صداقت اور خلوص پیدا کرو، اور ترک دنیا اور خداوند عالم سے ملاقات میں جلدی کی وجہ سے خود کو اس کے نزدیک محبوب بنالو، اور آج کل کی فکر کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ایک ایسا دریا ہے جو اس میں گیا وہ ہلاک ہو گیا۔

غفلت سے پرہیز کرو کیونکہ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے، اور سستی اور کاہلی سے پرہیز کرو کیونکہ ایسوں کے لئے کوئی عذر اور بہانہ نہیں ہے، اور صرف پشیمان ہونے والے ہی ان چیزوں کا بہانہ کرتے ہیں، بہت زیادہ پشیمانی اور استغفار کے ذریعہ اپنے گناہوں کو دھوڈالو۔

رات کی تاریکی میں خالص دعا اور مناجات کے ذریعہ اپنے اعمال کا صحیح حساب وکتاب کرو۔

خداوند عالم کا زیادہ شکر کرنے کے لئے اپنی کم روزی کو زیادہ شمار کرو، اور اپنی زیادہ عبادت کو کم شمار کرو۔

زیادہ شکر کے ذریعہ نعمتوں کی فراوانی کو حاصل کرو اور زیادہ شکر کو نعمتوں کے زوال کے خوف سے حاصل کرو۔

اپنے دل میں طمع ولالچ کو مار کر اپنے نفس کو عزت دو، اور لالچ کی ذلت کو ناامیدی کی عزت سے دور کرو اور ناامیدی کی عزت کو بلند وبالا ہمت سے حاصل کرو۔

اپنی آرزوؤں کو کم کر کے دنیا سے ذخیرہ آخرت حاصل کرو اور جب تک تمہیں فرصت حاصل ہے اس کے ذریعہ اپنی [آخری] آرزو تک پہنچنے کے لئے جلدی کرو، کیونکہ اس آرزو تک پہنچنے کے لئے کوئی امکان نہیں ہے سوائے تمہاری عمر کے باقی دن اور صحت وسلامتی کے۔

جن افراد یا ان چیزوں پر اطمینان نہیں رکھتے ان پر اعتماد نہ کرو، کیونکہ شرّ اور بدی کھانے کی طرح اعتیاد [نشہ آور] ہیں۔

جان لو کہ کوئی بھی علم سلامتی کی طرف جانے اور کوئی بھی سلامتی دل کی سلامتی سے بہتر نہیں ہے، کوئی بھی عقلمندی خواہشات نفس کی مخالفت کی طرح نہیں ہے، اور کوئی بھی خوف جو انسان کے لئے مانع ہو جائے یا

نیکی کی امید جو انسان کی مددگار ثابت ہو، بہتر نہیں ہے۔

کوئی بھی فقر دل کے فقر کی طرح اور کوئی بھی بے نیازی دل کی بے نیازی کی طرح اور کوئی بھی طاقت خواہشات نفس پر غلبہ کی طاقت کی طرح نہیں ہے۔

کوئی بھی نور، نورِ یقین کی طرح، کوئی بھی یقین، دنیا کو ذلیل سمجھنے کی طرح اور کوئی بھی معرفت، نفس کی معرفت کی طرح نہیں ہے۔

کوئی بھی نعمت، صحت اور تندرستی کی نعمت کی طرح، اور کوئی بھی عافیت، توفیق سے مدد حاصل کرنے کی طرح، کوئی بھی شرف بلند ہمتی کی طرح، کوئی بھی پارسائی آرزو کی کمی کی طرح اور کوئی بھی لالچ دنیاوی عہدوں کے لالچ کی طرح نہیں ہے۔

کوئی بھی عدل دوسروں کو حق دینے کی طرح، اور کوئی بھی تجاوز ستم کی طرح، کوئی ستم نفس کی پیروی کی طرح، کوئی عبادت واجبات کو انجام دینے کی طرح، کوئی خوف غم واندوہ کی طرح، کوئی مصیبت بے عقلی کی طرح، اور کوئی بھی بے عقلی، یقین کی کمی کی طرح، اور یقین کی کمی خوف نہ ہونے کی طرح، اور کسی طرح کا بھی خوف کا نہ ہونا، خوف نہ ہونے کے غم واندوہ کی طرح نہیں ہے۔

کوئی مصیبت گناہ کو ہلکا سمجھنے اور اپنی [بُری] حالت پر قانع ہونے کی طرح نہیں ہے۔

کوئی فضیلت جہاد کی طرح، کوئی جہاد جہاد بالنفس کی طرح اور کوئی طاقت غصہ کو پی لینے کی طرح نہیں ہے۔

کوئی گناہ باقی رہنے کی چاہت کی طرح، کوئی ذلت لالچ کی ذلت کی طرح نہیں ہے۔

خبردار! [جن چیزوں کی تفصیل تمہارے سامنے بیان کردی ہے] ان چیزوں کے سلسلہ میں کسی بھی فرصت کو ہاتھ سے جانے نہ دینا، کہ اگر یہ فرصت تم گنوادی تو جان لو کہ تمہارے نقصان کا سبب ہوگی''۔

قارئین کرام! یہ روایت اس کتاب کا آخری حصہ ہے جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زریں اقوال پر مشتمل ہے، جو اس بات کی عکاسی کررہا ہے کہ امام علیہ السلام کی فکر ونظر اور اعمال کی بلندیوں پر جلوہ افروز تھے۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین.

# فہرست مطالب

## تیسرا باب

### پہلی فصل:



### دوسری فصل:

## تیسری فصل:

## چوتھا باب

### پہلی فصل:

جہاں اہل بیت وحیؑ کے بارے میں قرآن مجید نے ہر رجس اور پلیدی سے پاکیزہ گی کی شہادت دی ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی ان ہستیوں کا قرآن مجید کے ساتھ ہونے کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے: یہ ایسے پرچم اور نشانیاں ہیں، جسے پروردگار عالم نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے براہ راست منتخب کیا ہے، ان بزرگواروں کا راستہ اور ان کی تاریخ، اسلام کی تاریخ کا آئینہ اور اس کی کامیابی کا راز ہے۔

اس کتاب میں علوم ربانی کے شگافتہ کرنے والے اور الٰہی علوم کا سرچشمہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی مبارک زندگی سے بحث کی گئی ہے۔ آپؑ نے امت مسلمہ کو زہر آلود فکری آلودگیوں اور علم وہنر کے قزاقوں سے انشورنس کرایا۔ اور خصوصیت سے امت مسلمہ کو پیغام الٰہی کے بارے میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

مجمع جهانی اهل بیت (علیهم السلام)
www.ahl-ul-bayt.org
ISBN 964-529-017-1
9789645290175